اظہریہ رشیدیہ
شرح مناظرہ رشیدیہ
شارح ومترجم
علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی
(مہتمم دار لعلوم اشرفیہ رضویہ کراچی)
باہتمام
محمد قاسم ہزاروی
ناشر
مکتبہ غوثیہ
ہول سیل نزد عسکری پارک پرانی سبزی منڈی کراچی۔
فون نمبر:4910584, 0300-2196801

اظہریہ
شرح
رشیدیہ

شارح ومترجم

علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

مہتمم دار العلوم اشرفیہ رضویہ کراچی

ناشر

مکتبہ غوثیہ ہول سیل

پرانی سبزی منڈی محلہ فرقان آباد کراچی کراچی نمبر ۵

فون نمبر 4910584. 4926110. 0300.2196801

شرفِ نسبت

حضرت شیخ المِلّت سیّد شاہ محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسنیہ اشرفیہ سرکار کلاں کچھوچھہ بھارت

کے نام

جن کے نگاہِ فیض نے مجھ جیسے کئی ذروں کو رشکِ قمر بننے کی راہ دکھائی

گر قبول افتد زہے عز و شرف

سیّد محمد ممتاز اشرفی

فہرست مضامین

تقریظ

حضرت مولانا ابوالمحامد سید شاہ محمود اشرف الجیلانی

ولی عہد صاحب سجادہ سرکار کلاں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھ بھارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وصفیہ وحبیبنا ونبینا ووسیلتنا ومولانا محمد وعلی الہ واصحابہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین٥

پیش نظر کتاب ''اظہریہ شرح رشیدیہ'' درس نظامیہ میں علم مناظرہ کی مشہور کتاب رشیدیہ کی شرح ہے۔ یوں تو اس کتاب کی شرح اس سے قبل بھی بہت لوگوں نے لکھی ہے لیکن محب گرامی جناب حضرت مولانا شاہ سید محمد ممتاز اشرفی خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الملت صاحب سجادہ آستانہ عالیہ اشرفیہ کی اس کاوش میں یہ انفرادیت دیکھی گئی ہے کہ مولانا موصوف نے اس فن کے مصطلاحات کی تعریف ووضاحت اتنے آسان اور سلیس انداز میں فرمائی ہے کہ ایک عام ذہن رکھنے والے کے لئے بھی اس کو سمجھنا آسان کردیا۔

یقیناً مولانا موصوف کی یہ ایک عظیم کاوش ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کو اس کاوش کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

سید محمود اشرف جیلانی

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۵ ستمبر ۱۹۹۸ء بروز شنبہ

عرضِ شارح

درس نظامیہ میں تقریباً ہر فن میں تین چار کتابیں پڑھائی جاتی ہیں مثلاً علم صرف میں عزیز المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ وغیرہ اسی طرح علم نحو میں نحو میر، ہدایت النحو، کافیہ، شرح جامی وغیرہ۔ مگر حسن اتفاق کہیئے کہ علم مناظرہ اور علم میراث میں فقط ایک ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلباء اس فن میں دسترس تو کجا فن کی بنیادی باتوں سے بھی نا آشنا رہتے ہیں حالانکہ عصر حاضر میں ہر ایک عالم دین کو بحث، مباحثہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے بحث مباحثہ کا طریقہ جاننا بھی ضروری ہے تاکہ علمی حلقوں میں جدال وقتال کے بجائے اصل مسئلہ پر قیل وقال ہو ان باتوں کے پیش نظر میں نے محسوس کیا کہ فن مناظرہ میں پڑھائی جانے والی کتاب رشیدیہ کی شرح لکھ دوں تاکہ طلباء میں دلچسپی پیدا ہو اور بحث مباحثہ کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے اگرچہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زمانہ طالب علمی میں شرح کے بجائے اساتذہ کرام کے بتائے ہوئے اسباق زیادہ مفید ہوتے ہیں مگر طلباء کی کثرت سے غیر حاضری جو اسباق کے سمجھنے میں مخل ہے یہ کتاب ان کے واسطے بہت ہی مفید ہوگی کیونکہ شرح ھذا کو میں نے اسباق پڑھانے کے انداز میں لکھا ہے شرح ھذا کا نام اظہریہ میں نے اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ سید شاہ محمد اظہار اشرف الجیلانی موجودہ صاحب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ بھارت کے نام کی طرف منسوب کرتے ہوئے رکھا ہے تاکہ جس طرح شرح ھذا کے لکھنے کے دوران میں حضرت کے فیض سے مستفیض ہوتا رہا اسی طرح اس شرح کے پڑھنے والے بھی حضرت کے فیض سے مستفیض ہوتے رہیں اس کتاب کے پڑھنے سے اندازہ ہوگا کہ رشیدیہ میں درس نظامیہ کے تقریباً تمام علوم وفنون استعمال ہوتے ہیں میں نے طوالت کے خوف سے ان علوم وفنون کی تفصیل نہیں لکھی لیکن ضرورت کے مطابق ہر مقام پر اس کا ذکر ضرور کیا ہے ان علوم وفنون کے لکھنے میں اگر کہیں قلم کی لغزش ہو تو اہل علم حضرات ضرور مطلع فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ تیسرے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کردی جائیگی۔

سید محمد ممتاز اشرفی

مہتمم دار العلوم اشرفیہ رضویہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمدلله بذا،بعدالتيمن بالتسمية بحمد الله سبحانه اقتداً باحسن النظام و عملاً على حديث خيرالانام عليه وعلى اله التحية والسلام وهو كل امر ذى بال لم يبدا بحمدا لله فهو اقطع والحمد هو الوصف بالجميل على الجميل الا ختيارى حقيقةً اوحكماً كصفات البارى تعالىٰ

ترجمہ...... تمام تعریفیں اللہ عزوجل کیلئے بسملہ سے برکت حاصل کرنے کے بعد اللہ عزوجل کی تعریف شروع کی قرآن کریم کی اقتدا کرتے ہوئے اور نبی کریم علیہ السلام کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے آپ ﷺ اور آپ کی آل پر ہدیۂ سلام ہو آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ہر ذی شان کام جس کی ابتداء اللہ کی تعریف سے نہ ہو وہ بے برکت ہے اور حمد وہ اچھی صفت ہے جو کسی کی اختیاری اچھائی پر بیان کی جائے خواہ حقیقی ہو یا حکمی جیسے صفات باری تعالیٰ۔

تشریح

سطور مذکورہ میں چار چیزوں کا بیان ہے:-

(۱) بسملہ کے بعد حمد کا ذکر (۲) اسکی علت

(۳) سلام کا نذرانہ (۴) حمد کی تعریف

۱) بسملہ کے بعد حمد کا ذکر

بسملہ اولاً ذکر کر کے اللہ کی استعانت اور برکت حاصل کی پھر الحمدللہ کہہ کر حصول استعانت اور حصول برکت پر بطور شکر یہ اللہ عزوجل کی تعریف کی کیونکہ ارشاد ہوتا ہے لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے۔

اسی وجہ سے بندہ بسملہ پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے کھانے سے فارغ ہو کر اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ

اَطْعَمَنَا وَسَقٰنَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ کہتا ہے تاکہ جن نعمتوں کو کھا کر بندہ شکر ادا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کو اور زیادہ عطا کرے۔

٢) اسکی علت

بسملہ کے بعد حمد کو ذکر کرنے کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں اولاً کتاب اللہ کو مقتدیٰ بنایا کیونکہ قرآن کریم کی ابتدا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے ہے اس لیے مصنف نے بھی اپنی کتاب کو اسی انداز سے شروع کیا ثانیاً نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو کام اللہ کی تعریف سے شروع نہ ہو وہ بے برکت رہتا ہے مصنف نے اپنی کتاب کو بابرکت بنانے کے لئے بسملہ کے بعد حمد ذکر کیا اور اس لیے بھی کہ حدیث خیر الانام پر عمل ہو جائے جو کہ سعادت دارین کا سبب ہے۔

٣) سلام کا نذرانہ

چونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ وہ دعا زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جس کے اول و آخر درود نہ پڑھا جائے مصنف نے اولاً اللہ کی تعریف کی اور اب صلوٰۃ کے واسطہ سے اپنی تحریری کاوش اللہ کی بارگاہ میں باریاب کرا رہے ہیں

نبی ﷺ پر صلوٰۃ بھیجنا سنت الٰہی ہے معراج کی شب جب اللہ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ تو اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ صالحین پر سلام بھیجنا سنت نبوی ﷺ ہے مصنف نے ان دونوں سنتوں کو یوں اپنایا کہ "عَلَیْہِ" کہہ کر سنت الٰہی کو اپنایا اور "وَعَلٰی آلِہٖ" کہہ کر سنت نبی ﷺ کو اپنایا۔

٤) حمد کی تعریف

حمد کی تعریف میں شارح نے جمیل کے ساتھ اختیار کی قید لگائی کیونکہ تعریف اختیاری اچھائی پر کی جاتی ہے جو اچھائی اختیاری نہ ہو اس پر حمد کا اطلاق نہ ہوگا مثلاً گورے کو دیکھ کر اس کی تعریف کی جائے تو یہ حمد نہیں ہے کیونکہ رنگ اس نے اختیار نہیں کیا بلکہ اللہ عزوجل نے عطا کیا لیکن اس

کے برعکس اگر کوئی شخص والدین کا ادب و احترام کرتا ہو اور اس ادب و احترام پر جب اس کی تعریف کی جائے گی تو یہ حمد ہوگی کیونکہ جب اللہ نے حکم دیا کہ والدین کا ادب و احترام کرو تو بندہ کے پاس دو طرح کے اختیار ہوئے ایک اللہ عزوجل کا حکم مانتے ہوئے والدین کا احترام کیا جائے دوسری صورت احترام نہ کرنے کی۔ پہلی صورت میں بندہ کی تعریف اس لیے کی جائے گی کہ اس نے اچھائی کو اختیار کیا اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱) حقیقی، جس کی مثال ابھی گزر چکی۔ ۲) حکمی، جیسے صفات باری تعالیٰ

اللہ عزوجل کی تمام صفات، صفات لازمہ ہیں کیونکہ صفات اختیاریہ میں سلب ہے اور صفات لازمہ میں سلب نہیں ہے مثلاً اللہ عزوجل حی، سمیع و بصیر وغیرہ ہے اب حی کو سلب کریں تو موت ہے سمیع کو سلب کریں تو بہرہ پن ہے بصیر کو سلب کریں تو اندھا پن ہے جو کہ سراسر نقص وعیب ہے اور اللہ عزوجل عیوب سے پاک ہے اس لیے تمام صفات، صفات لازمہ ہیں لیکن باری تعالیٰ ان تمام صفات میں مستقل ہے کسی کا محتاج نہیں ہے لہٰذا یہ اختیاری حکماً ہوگی اس لیے شارح علیہ الرحمتہ نے حکماً کے لیے صفات باری تعالیٰ کو پیش کیا۔

واللام فیہ للجنس اوللاستغراق و یحتمل ان یکون للعھد اشارۃ الی الحمد المحبوب والمرضی لہ تعالیٰ المذکور فی قولہ علیہ السلام الحمدللہ اضعاف ماحمدہ جمیع خلقہ کمایحبہ ویرضاہ واختار اسمیۃ الجملۃ علی فعلیتھا لکونھا دالۃ علی الثبات والدوام وقدم الحمد لانہ المناسب للمقام وھی فی الاصل جملۃ فعلیۃ فیکون انشاءً للحمد ویحتمل ان یکون اشعار بکون المحامد کلھا للہ تعالیٰ متضمنا للحمد فان الاخبار بذلک عین الحمد

ترجمہ... الحمد میں لام جنس کے لیے ہے یا استغراق کے لیے اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ لام عہد کے لیے ہو یہ اشارہ ہے ایسی حمد کی طرف جو اللہ عزوجل کو پسند اور محبوب ہو جو مذکور ہے نبی کریم علیہ السلام کے فرمان میں کہ تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے دوگنا حمد جو جمیع خلق نے کی ہو جیسی اللہ کو پسند اور محبوب ہے مصنف نے جملہ اسمیہ

کو اختیار کیا ہے جملہ فعلیہ پر تا کہ ثبات اور دوام پر دلالت ہو جائے اور لفظ حمد کو اسم جلالت پر مقدم کیا تا کہ مقام کے لئے مناسب ہو جائے اور یہ اصل کے اعتبار سے جملہ فعلیہ ہے پس حمد کے لیے انشاء ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ بتانا مقصود ہو کہ تمام حمد اللہ عزوجل ہی کے لئے مختص ہے جو حمد کے لیے متضمن ہے پس اس خبر کا دینا بھی عین حمد ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں کا بیان ہے:

۱) الحمد کے لام کا بیان ۲) جملہ اسمیہ کو اختیار کرنا ۳) لفظ حمد کو مقدم کرنا

الحمد کے لام کا بیان

اس میں کلام ہے کہ لام کیسا ہے؟ اس پر تو اتفاق ہے کہ یہ لام تعریف کا ہے لیکن آیا جنس کے لیے ہے یا استغراق کے لیے یا عہد خارجی کے لیے بعض لام استغراق کے قائل ہیں دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ حقیقت میں تمام محامد اللہ عزوجل کے لیے ہیں اس معنی پر لام استغراق ہی کی دلالت ہو سکتی ہے جبکہ لام جنس اس دلالت سے قاصر ہوتا ہے کیونکہ اس میں افراد کا لحاظ نہیں ہوتا لہذا معلوم ہوا کہ تمام محامد اللہ تعالی کے مملوک ہیں جو جنس کے لیے کہتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حمد اصل میں مصدر ہے اور فعل کے قائم مقام واقع ہے اور فعل معنی حدثی پر دلالت کرتا ہے یعنی ماہیت پر لہذا اس کا قائم مقام بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اس لیے اگر استغراق کا لیں گے تو نائب کی مناب پر فوقیت لازم آئے گی اور یہ یقیناً برا ہے اور رہا استغراق والوں کا جواب تو کہا جاتا ہے کہ لام جنس لینے پر بھی یہ جملہ جمیع محامد کے اللہ عزوجل کے مملوک ہونے پر دلالت کرنے سے قاصر نہیں ہے کیونکہ للہ میں لام تخصیص کے واسطے ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جنس حمد اللہ عزوجل کے واسطے مخصوص ہے اور کسی جنس کا کسی کیساتھ مخصوص ہونا اس وقت ہو سکتا ہے جب جنس کا ہر ہر فرد اس کے ساتھ مخصوص ہو اور اس کا مملوک ہو ورنہ جنس اس کے ساتھ مخصوص نہ ہوگی حاصل کلام یہ ہے کہ ان دونوں قرینوں میں نزاع لفظی ہے معنوی نزاع نہیں۔ اس لیے کہ جو استغراق کے لئے کہتے ہیں وہ اسم جلالت کے لام کو تملیک کے لیے لیتے ہیں دونوں صورتوں میں حمد کے ہر فرد کا ثبوت اللہ

عزوجل کے لئے ہی ہوتا ہے ان تمام تحقیقات پر نظر رکھتے ہوئے الحمدللہ کے معنی ہوئے کہ "ہر حمد ازل سے ابد تک خواہ کسی حامد سے صادر ہو اللہ عزوجل کے لیے مختص ہے۔"

الحمدللہ کے جملے سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے

۱) لام تعریف سے حمد کی تعمیم سمجھ میں آئی۔

۲) جملہ اسمیہ ہونے سے زمانے کی تعمیم سمجھ میں آئی۔

۳) مخصوص حامد ذکر نہ کرنے سے حامد کی تعمیم سمجھ میں آئی۔

جملہ اسمیہ کو اختیار کرنا

جملہ اسمیہ کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ اسمیہ میں ثبات اور دوام ہے جملہ اسمیہ بہ اعتبار اصل جملہ فعلیہ ہوتا ہے مثلاً سَلَامٌ عَلَيْکَ جملہ اسمیہ ہے لیکن اصل کے اعتبار سے فعلیہ ہے کیونکہ اصل عبارت یوں ہے سَلَمْتُ سَلَاماً عَلَيْکَ فعل اور فاعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو معرف باللام کر کے مبتدا بنا دیا اور للہ کو خبر تا کہ جملہ کی دلالت ثبات اور دوام پر ہو جائے۔

لفظ حمد کو مقدم کرنا

یہاں پر ایک اعتراض پوشیدہ ہے اور اس اعتراض کی بنیاد دو چیزوں پر ہے اولاً الحمد وصف ہے اور للہ موصوف اور قاعدہ یہ ہے کہ موصوف، وصف پر مقدم ہوتا ہے ثانیاً اسم جلالت فی ذاتہ ہر چیز پر مقدم ہے لہٰذا حمد پر بھی مقدم ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مقام مقام حمد ہے اس لیے اس کا مقتضی ہے کہ حمد کو پہلے ذکر کیا جائے ورنہ مقتضائے حال کی رعایت نہ ہوگی جو کہ کلام کی ضروریات میں سے ہے جس کی رعایت نہ کرنے سے کلام بلیغ نہ رہے گا دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ وصف کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہوا تو جب یہ وصف مختص ہو تو اس کی تقدیم اس ذات پر واجب ہوگی تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں مقصود وصف بیان کرنا ہے ذات کا ذکر تعلق وصف کی وجہ سے ہے اور جو چیز مقصود ہوتی ہے اس کی تقدیم غیر مقصود پر واجب ہوتی ہے اس وجہ سے یہاں حمد کی تقدیم اسم جلالت پر ضروری ہوئی۔

والله علم لذات الواجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال

لااسم لمفهوم الواجب بالذات كماقيل لانه ينافيه دلالة كلمة التوحيد عليه ولذلك اختار ذلك دون الرحمٰن

ترجمہ..... اور اللہ علم ہے ایسی ذات جو واجب الوجود ہو جمیع صفات کمالیہ کے لئے مستجمع ہو علم واجب بالذات کے مفہوم کے لیے اسم نہیں جیسا کہا گیا اس لیے کہ یہ کلمہ توحید کی دلالت کے منافی ہے اور اس لیے اسم جلالت کو اختیار کیا نہ کہ رحمٰن کو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے:-

۱) اسمِ جلالت علم ہے۔ ۲) اسم ذات ذکر کیا اسم صفت نہیں

اسمِ جلالت علم ہے

اسم جلالت کے علم ہونے پر چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہوگا کہ یہ علم ہے اسم جلالت موصوف بنتا ہے وصف نہیں بنتا اس سے ثابت ہوا کہ یہ علم ہے کیونکہ یہ علم نہ ہوتا تو دوسری صفات کی طرح وصف بھی بنتا۔ ثانیاً اسم جلالت رحمن و رحیم وغیرہ صفات کے ساتھ مل کر آئے تو اسم جلالت ہی مقدم ہوتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ علم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب علم اور صفات دونوں مل کر آئیں تو صفات پر علم کو مقدم رکھتے ہیں۔

اسم ذات ذکر کیا اسم صفت نہیں

اس مسئلے کو ذہن نشین کرنے لیے اولاً یہ قاعدہ سمجھ لیں کہ جس طرح وصف کا قیام خارج میں موصوف کے وجود کا محتاج ہوتا ہے بس اسی طرح الفاظ میں بھی اس پر صفات جاری کرنے کے لیے ایسا ہی اسم چاہئے جو اس کی ذات پر دلالت کرے اب اصل مسئلہ کو سمجھیں کہ جب صفات کا اجرا اسم جلالت کے واسطے کیا جاتا ہے تو یہ علم ہے جو ذات پر دلالت کرتا ہے اور اگر یہ وصف یا مفہوم واجب کا اسم ہو تو اسم کا مدلول معنی ہوگا ذات معین نہیں اگر مدلول معنی ہو ذات معین نہ ہو تو یہ شرکت سے مانع نہ ہوگا تو جب شرکت سے مانع نہ ہوگا تو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللّٰہ توحید کا فائدہ نہ دے گا اس لیے اپنی تعریف سے بچیں گے جس میں شرکت لازم آئے لہٰذا مصنف نے الحمد للّٰہ کہا تا کہ

تعریف شرکت سے مانع ہوا گر الحمد للہ کی بجائے الحمدُللرّحمن کہتے تو چونکہ رحمٰن وصف ہے اس لیے شرکت سے مانع نہ ہوگا۔

ثم اراد بعدالایماء الی الاستجماع لجمیع صفات الکمال بالا جمال ان یفصل بعضها مع الا شعار ببراعة الاستهلا ل فقال الذی لا مانع لحکمه مریدابالمنع معنا ه اللغوی ویحتمل ان یکون المرادالمعنی الاصطلاحی بجعل انکار المنکرین کلا انکارلوجود ماان تاملوا فیه ارتدعوعنه کقوله تعالی لَارَیْبَ فِیْهِ وَلَا نَاقِضَ لِقَضَائِهٖ وقدره

ترجمہ...... پھر چاہا کہ جمیع صفات کمالیہ کے لیے متجمع کی طرف اجمالاً اشارہ کے بعدان میں سے بعض کی تفصیل بیان کرنے کی براعت استھلال ں خبر دینے کے ساتھ پس کہا کہ وہ ذات ہے جس کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں ہے لا مانع میں منع سے اس کا لغوی معنی مراد ہے اور یہ بھی ممکن ہے اصطلاحی معنی مراد ہو یہ اس وقت ہوگا جب منکرین کے انکار کو لا انکار کی طرح قرار دیا جائے کیونکہ اگر وہ معمولی سا بھی غور وفکر کریں تو وہ اس انکار کو چھوڑ دیں گے لا مانع کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی کا قرآن کے بارے میں لَارَیْبَ فِیْهِ فرمانا اور اللہ کی قضاء وقدر کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں اللہ عز وجل کی دو صفات کا بیان ہے (۱) حاکم ہونا، (۲) قاضی ہونا۔

براعت استھلال کا لفظ لا کر ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے اور وہ اعتراض یہ ہے کہ جب اجمال کے بعد تفصیل کا ارادہ کیا تو صرف دو صفات کیوں بیان کیں؟ اس کا جواب براعت استھلال کہہ کر یوں دیا کہ فن مناظرہ میں منع اور نقض کی بحث ہے اس لیے مصنف نے لا مانع اور لا ناقض کے الفاظ لا کر مقصود کی طرف اشارہ کیا ہے اسی کو براعت استہلال کہتے ہیں لہٰذا اعتراض رفع ہوا کہ دو ہی کو کیوں ذکر کیا کیونکہ ان دونوں کے ذریعے مقصود حاصل ہو رہا ہے۔

براعت استہلال کی تعریف

ابتدا کا مقصود کے لیے مناسب ہونا مناسب الفاظ کے ارادے سے۔

اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا...... جب اللہ تعالیٰ بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم صادر فرمائے تو کائنات میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس حکم پر دلیل طلب کرے اس لیے مصنف نے لا مانع لحکمہ کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا اس مقام پر منع کا لغوی معنی مراد ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اصطلاحی معنی مراد ہو اصطلاحی معنی یہ ہے مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا۔

اعتراض...... اس اصطلاحی معنی پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ منکرین کا انکار پایا جاتا ہے تو ایسی صورت میں **لامانع لحکمہ** تو صحیح نہیں ہوا۔

جواب...... منکرین کے انکار کو لا انکار کی طرح تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جس کا انکار انکار جازم نہیں بلکہ بغض وعناد کی بناء پر ہے جیسا کہ **لَا رَیْبَ فِیْہِ** میں ہے کیونکہ قرآن مجید کے منکرین تھے اس کے باوجود **لَا رَیْبَ فِیْہِ** فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ غور وفکر کے بعد قرآن میں کوئی شک نہیں ہے پس اسی طرح **لامانع لحکمہ** میں منکرین کا جواب ہے۔

۲) **اللہ تعالیٰ کا قاضی ہونا**...... اس مسئلے میں دو الفاظ آتے ہیں ایک قضاء دوسرا قدر۔

قضاء کی تعریف...... قضاء عبارت ہے عالم عقلی میں جمیع موجودات کے وجود سے جو علی سبیل الابداع مجتمع اور مجمل ہو۔

قدر کی تعریف...... قدر عبارت ہے جمیع موجودات کا وجود اس کی شرائط کے حصول کے بعد مواد خارجیہ میں جزو کے بعد جزو سے۔

قضاء اور قدر کی مذکورہ تعریف پر قرآن کی یہ آیت شاہد عادل ہے **وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ وَمَا نُنَزِّ لُہٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○**

ثم لما كان نبينا صلى الله عليه وسلم وسيلة لوصول حكمه الينا واصحابه مرشدين لنا اردف التحميد بالصلوٰة فقال والصلوٰة وهى فى اللغة مطلق العطف فاذا نسبت الى الله تعالى يراد بها الرحمة الكاملة

واذا نسبت الی الملائکۃ یراد بہا الاستغفار واذا نسبت الی المومنین یراد بہا الدعاء فمعنی قولہم اللّٰہم صلی علی محمد عظمہ فی الدنیا باعلاء ذکرہ وابقاء شریعتہ وفی الاخرۃ بتشفیعہ فی الامۃ وتضعیف اجر عملہ علی سید انبیائہ وھو نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم کماورد فی الخبر انا سید ولد ادم ولا فخر والنبی ھو انسان مبعوث من اللّٰہ تعالٰی الی الخلق لتبلیغ احکامہ فان کان ذاکتاب وشریعۃ متجددۃ یسمی رسولا واضافۃ الانبیاء للاستغرق فیتناول الرسل ایضا لایقال نبینا عم داخل فیھم فیلزم کونہ سیدا من نفسہ لانا نقول یحکم بداھۃ العقل بخروجہ علیہ السلام منھم صلوٰت اللّٰہ علیھم کقولہ تعالٰی وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

ترجمہ...... پھر جب ہمارے نبی ﷺ اللہ کے حکم کے حصول کے لیے ہمارے لیے وسیلہ ہیں اور آپ کے اصحاب ہمارے لیے مرشدین ہیں تو مصنف نے تحمید کے بعد صلوٰۃ کو ذکر کیا پس فرمایا اور صلوٰۃ ہو۔ اور صلوٰۃ لغت میں مطلق مہربانی کے معنی میں آتی ہے پس جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت کاملہ ہے اور جب اس کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو اس سے مراد استغفار ہے اور جب اس کی نسبت مومنین کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا ہے پس ان کے اس قول کا معنی یہ ہوگا اللھم صلی علی محمد یعنی محمد ﷺ کو دنیا میں عظمت آپ کے ذکر کے اعلاء اور آپ کی شریعت کی بقاء کے ساتھ عطا کر اور آخرت میں امت کے حق میں شفاعت اور عمل کا اجر دوگناہ عطا کر اللہ کے نبیوں کے سردار ہمارے نبی ﷺ ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ نبی وہ انسان ہے جو اللہ کی طرف سے مخلوق کی طرف مبعوث ہو۔ اللہ کے احکام پہنچانے کے لیے پس اگر صاحب کتاب اور صاحب شریعت متجددہ ہو تو اسے رسول کہتے ہیں اور انبیاء کی اضافت استغراق کے لیے ہے۔ پس اس میں رسل بھی شامل ہیں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس عموم میں ہمارے نبی ﷺ بھی داخل ہیں پس اس سے لازم آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے آپ

پر بھی سردار ہیں اس لیے ہم کہتے ہیں کہ بداہت عقل سے ان کا خروج ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عز وجل کا فرمان کہ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

(۱)......لفظ صلوٰۃ (۲)......نبی و رسول میں فرق

۱)- لفظ صلوٰۃ......رشیدیہ میں صراحت موجود ہے کہ صلوٰۃ باعتبار اضافت کے مختلف المعنی ہوتی ہے۔ ان میں سے تین معنی کا تذکرہ رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے اس کا چوتھا معنی یہ ہے جب اس کی اضافت انسان، فرشتے اور باری تعالیٰ کے علاوہ کی جائے تو بمعنی تسبیح کے استعمال ہوتی ہے جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے "اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ۔

اعتراض......صلوٰۃ مترادف ہے لفظ دعا سے اور دعا کا صلہ اگر علیٰ آجائے تو دعائے شر مراد ہوتی ہے۔ اگر اس کا صلہ لام آجائے تو دعائے خیر مراد ہوتی ہے ایسی صورت میں صلوٰۃ کا صلہ علی لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب......اس کا جواب دو طرح سے ہے اولاً لفظ دعا میں تو مذکورہ صورتیں صحیح ہیں لیکن لفظ صلوٰۃ میں نہیں کیونکہ قرآن میں صَلُّوْا عَلَیْہِ حدیث میں **اللّٰھم صلی علی** کے الفاظ آتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ صلوٰۃ میں علیٰ کا صلہ لانا درست ہے ثانیاً لفظ صلوٰۃ باعتبار لغوی لفظ دعا سے مرادف ہے اور مرادف کے لیے جمیع احکام میں تساوی ضروری نہیں ہے۔ اس لیے دعا کا صلہ اگر علیٰ آئے تو دعائے شر مراد ہوگی لیکن صلوٰۃ کا صلہ اگر علیٰ آجائے تو دعائے شر مراد نہیں ہوگی۔

۲)- نبی اور رسول میں فرق...... نبی اور رسول کی تعریف رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے اس لیے ہم یہاں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ باعتبار جنس نبی یا رسول کے لیے کیا ہونا ضروری ہے۔

قول اول...... بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عورتوں کا نبی ہونا بھی جائز ہے اور دلیل کے طور پر

حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت سارہ اور حضرت حاجرہ رضی اللہ عنھن کو پیش کرتے ہیں کہ یہ سب نبیوں میں سے ہیں۔

قولِ ثانی...... جمہور کا قول ہے کہ عورتیں نبیہ نہیں ہوسکتیں اور یہی قول اصح ہے جمہور کے قول کی بناء دو علتوں پر ہے اول یہ کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں اور نبی کے لیئے کامل العقل ہونا ضروری ہے اسی طرح باعتبار دین ناقص ہوتی ہیں کیونکہ جن دنوں حیض آئے ان دنوں کی نمازیں معاف ہوتی ہیں۔ دوم نبی کی بعثت کا مقصد مخلوق کی اصلاح دین اور دنیا دونوں اعتبار سے ہے اور عورت چونکہ اس کی آواز بھی عورت ہوتی ہے اس لیے ان کے ذریعے احکام پہنچانا ممکن نہ ہوگا۔

اعتراض...... شارح نے نبی کی تعریف میں هُوَ اِنْسَانٌ فرمایا۔ حالانکہ قرآن کریم میں حضرت جبریل علیہ السلام کے لیے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ آتا ہے تو ایسی صورت میں هُوَ اِنْسَانٌ کہنا کیسے درست ہوگا؟

جواب...... نبوت و رسالت کی نفی غیر انسان سے بہ اعتبار اصطلاحی ہے اور قرآن کریم میں جبرائیل علیہ السلام کے لئے رسول کا ثبوت باعتبار لغوی ہے۔

مذکورہ عبارت سے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب شارح دے رہے ہیں اس لئے ماتن نے انبیائہ کہا رسلہ نہیں کہا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ انبیائہ، میں رسل شامل ہیں یا نہیں؟ شارح نے واضافة الانبياء للاستغرق لاکر اس کا جواب دیا کہ اس میں اضافت استغراقی ہے اس لیے تمام رسل بھی شامل ہیں دوسری بات یہ بھی ہے کہ رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ انبیاء کی عمومیت میں رسل بھی شامل ہیں۔

اعتراض...... انبیائہ چونکہ جمع کا صیغہ ہے اور اس میں تمام انبیاء اور رسل شامل ہیں اس لیے لازم آیا کہ ہمارے نبی ﷺ بھی شامل ہیں لہٰذا ہمارے نبی ﷺ کی سرداری اپنے آپ پر بھی لازم آئی۔

جواب...... شارح اس اعتراض کا جواب "لانانقول يحكم بداهة العقل" لاکر دے رہے ہیں کہ بداہت عقل سے انبیائہ میں سے ہمارے نبی ﷺ خارج ہیں اس خروج پر مصنف نے آیت وَاللّٰهُ علی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے دلیل پکڑی ہے کیونکہ [illegible]

بھی موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ اپنے آپ پر قادر ہے حالانکہ ایسا نہیں لہٰذا یہ بھی بداھت عقل سے ثابت ہے۔

بداھت عقل کی تعریف......بداھت عقل ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو بغیر غور وفکر کے حاصل ہو۔

وسند اولیائه السندما استند ت الیه واولیاء ہ تعالیٰ خواصه اعم من ان یکون نبیا اوغیره لکن یخرج نبینا صلی اللّٰه علیه وسلم بدلالة العقل والظاهر ان یکون المراد بالاولیاء ههنا من سوی الانبیاء من العلماء والصلحاء ولایخفی مافی لفظ السید والسند من صنعة التجنیس وعلی احبابه المعارضین لاعدائه من الکفار المنکرین للتوحید ورسالته صلی اللّٰه علیه وسلم باللسان والسنا ن والمعجزات والفرقان بحیث عجز واعن الایتان بمثل اقصر سورة منه ولم یبق فی مکة مشرک الاوان یظهر الایمان والاحباب الذین یحبونه صلی اللّٰه علیه وسلم بصمیم قلبهم وخلوص اعتقاد هم والال داخل فیهم فلاحاجة الی التصریح بهم

ترجمہ......اور اللہ کے ولیوں کے سردار کے سند ہیں سندا سے کہتے ہیں جس کی طرف ٹیک لگائی جائے اور اللہ کے ولیوں سے مراد اس کے خواص ہیں عام ازیں کہ وہ نبیوں میں سے ہوں یا غیر نبیوں میں سے لیکن ہمارے نبی ﷺ دلالت عقل سے خارج ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں اولیاء سے انبیاء کے سوا علماء اور صلحاء مراد ہیں اور یہ مخفی نہ رہے کہ لفظ سید اور سند میں صنعت تجنیس ہے اور آپ کے احباب جو معارضہ کرنے والے ہیں اللہ کے دشمنوں کا۔کافرین اور منکرین میں سے توحید اور آپ ﷺ کی رسالت کا زبان اور دل سے انکار کرنے والے اسی طرح معجزات اور فرقان کے انکار اس حیثیت سے کہ اس کی مثل لانے سے قاصر ہوئے مثلاً قرآن کی سب سے چھوٹی سورت اور مکہ میں کوئی مشرک باقی نہ رہا مگر ایمان ظاہر ہوا۔اور احباب وہ لوگ ہیں جو صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے نبی کریم ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور آل بھی احباب میں داخل ہیں

اس لیے ان کی الگ صراحت نہیں کی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱)اولیاء ۲)احباب

۱)-اولیاء..... چونکہ ہر نبی ولی ہوتے ہیں لیکن ہر ولی نبی نہیں ہوتے۔اس لیے شارح علیہ الرحمۃ نے اولیاء کی تشریح میں خواص کا لفظ لایا کیونکہ ولی ہو یا نبی دونوں ہی اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوتے ہیں فرق یہ ہے کہ نبی پر وحی آتی ہے ولی پر نہیں۔ بلکہ ولی کی طرف اللہ عزوجل الہام فرماتا ہے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر پہلے چکا ہے۔ اس لیے یہاں ولی سے مراد علماء اور صلحاء ہیں کیونکہ پہلے ذکر کیا جانا قرینہ ہے کہ اولیاء میں انبیاء شامل نہیں ہیں۔

ولی کی اصطلاحی تعریف...... ولی وہ جو اللہ عزوجل اور اس کی صفات کو جس قدر ممکن ہو پہچانتا ہو۔لذات اور شہوات میں منہمک سے اعراض کرتا ہو۔

صنعت تجنیس...... ایسے دو یا زائد الفاظ لانا جس کی شکل بہ اعتبار خط ایک ہو صرف نقطہ کا فرق ہو اور دونوں الفاظ کے معانی مختلف ہوں۔ جیسے عشرت اور عسرت ان دونوں میں صرف نقطے کا فرق ہے خط کے اعتبار سے دونوں ہم شکل ہیں اس کو صنعت تجنیس کہتے ہیں ماتن نے صنعت تجنیس کے طور پر انبیاء کے ساتھ سید کا لفظ لایا ہے اولیاء کے ساتھ سند کا لفظ لایا ہے۔

نکتہ..... مذکورہ دو الفاظ لانے سے ماتن کے نام کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ رشیدیہ شریفیہ کی شرح ہے اور اس کے مصنف سند سید شریف علی بن محمد جرجانی ہیں۔

۲)-احباب..... خطبۂ کتاب کے اختتام پر ایک سوال قائم ہوتا ہے کہ ماتن نے آل اور اصحاب کا ذکر نہیں کیا شارح اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "والاول داخل فیھم ٥ یعنی آل اور اصحاب دونوں احباب میں شامل ہیں کیونکہ آل اور اصحاب دونوں ہی ہمارے نبی ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور اسی محبت کے پیش نظر دشمن رسول ﷺ کو اپنا دشمن تصور کرتے تھے۔

احباب کی تعریف... احباب وہ لوگ ہیں جو صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے نبی کریم ﷺ

سے محبت کرتے ہوں۔

ولا يذهب عليك مافى لفظ المنع والنقض والسند والمعارضة من حسن براعة الاستهلال المناسب لاداب المقال كما نبهناك عليه فى اول الحال

ترجمہ...... اور تجھ پر مخفی نہ رہے کہ لفظ منع نقض، سند اور معارضہ میں جو براعت استھلال کا حسن ہے ایسا حسن جو مناسب ہے آداب مقال کے لئے جیسے ہم نے پہلی حالت میں تنبیہ کی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں خطبہ کی فصاحت پر بحث کی گئی ہے براعت استھلال کی تعریف میں بتا چکا ہوں کہ مناسب الفاظ کے ذریعے مقصود کی طرف اشارہ کرنا براعت استھلال ہے فن مناظرہ میں مدعی کے ذمہ دلائل قائم کرنا جسے ماتن نے اولیائہ کے اشارے سے بیان کیا اور سائل کے ذمہ منع، نقض اور معارضہ ہے جسے ماتن لامانع لحکمہ ولا ناقض لقضانہ اور وعلی احبابہ المعارضین کے اشارہ سے بیان کیا ہے خطبہ میں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ماتن نے فن مناظرہ کے اصول کو اس انداز میں بیان کیا کہ خطبہ کتاب بھی مکمل ہوا اور مقصود کی طرف اشارہ بھی ہو گیا یہی براعت استھلال ہے۔

وبعد من الظروف الزمانية واذا قطع عن الاضافة بنى كما ترى ههنا والعامل فيه معنى الاشارة فى قوله هذه قواعد البحث ترك الفاء لئلا يحتاج الى توهم المتوهم يعنى ماحضر فى الذهن من المرتب الانيق المصور بصورة المبصر امور كلية يفهم منها جزئيات الابحاث الصحيحة الممتازة من السقيمة والبحث فى اللغة التفحص والتفتيش وفى الاصطلاح يطلق على حمل شىء على شىء وعلى اثبات النسبة الخبرية بالدليل وعلى المناظرة

والمراد ههنا ثالث المعانی ولاشناعة فی ارادة المعنی الثانی سوی انه لایصدق علی المنع ویصدق علی اثبات المعلل حکما بالاستدلال من غیر خصم یُخَاصِمُهٗ فی الحال واما الاول فلا یلیق ارادته لانه یصدق علی کل حکم فی الذهن اوفی المقال

ترجمہ ...... اور بعد ظروف زمانیہ میں سے ہے اور جب اضافت کاٹ دی جائے تو مبنی برضمہ ہوگا جیسا کہ تم اس مقام پر دیکھ رہے ہو اور اس میں عامل معنی اشارہ ہے اس کے قول ھذہ بحث کے قواعد میں فاء کو ترک کیا تا کہ وہم کرنے والے کا وہم اس کی طرف محتاج نہ ہو۔ یعنی بہترین ترتیب جو ذہن میں حاضر ہے مبصر کی صورت کے ساتھ اور کلیہ ہے اس جزئیات کی بحث سمجھی جاتی ہے۔ جو صحیح اور سقم کو جدا کر دے اور بحث لغت میں کریدنے اور تفتیش کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس کا اطلاق ایک شئے پر دوسری شئے کے حمل کو کہتے ہیں اور دلیل کے ساتھ نسبت خبریہ کے اثبات پر اور مناظرہ اس جگہ تیسرا معنی مراد ہے معنی ثانی کے ارادہ میں اس کے سوا کوئی برائی نہیں ہے کہ منع پر صادق نہیں آئے گا اور حکما استدلال سے معلل کے اثبات پر صادق آئے گا بغیر خصم کی موجودگی میں اور بہر حال اول یہ معنی بھی اس مقام پر لائق نہیں کیونکہ یہ ہر حکم پر صادق آتا ہے خواہ وہ ذہن میں ہو یا کلام میں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱)بعد کا اعراب ۲) ھذہ کا مشار الیہ ۳)بحث کی تعریف

۱)-بعد کا اعراب:- بعد کے اعراب تین ہیں ایک صورت میں مبنی اور دو صورتوں میں معرب ہوتا ہے۔

☆ پہلی صورت ...... جب بعد کا مضاف الیہ منوی ہو تو اس وقت مبنی برضمہ ہوگا۔

☆ دوسری صورت ...... جب بعد کا مضاف الیہ نسیا منسیا ہو تو اس وقت یہ معرب ہوگا۔

☆ تیسری صورت ...... جب بعد کا مضاف الیہ مذکور ہو تو اس وقت یہ معرب ہوگا۔

چونکہ ظرف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان اور ظرف مکان اس لیے سوال تھا کہ بعد ان دونوں میں سے کس کے لیے ہے آیا ظرف زمان یا ظرف مکان۔اس کا جواب شارح علیہ الرحمۃ عبارت من الظروف الزمانیۃ لاکر دے رہے ہیں۔

۲)-ھذہ کا مشار الیہ...... ھذہ کا مشار الیہ مرتب حاضر فی الذہن ہے خواہ دیباچہ کی تصنیف سے پہلے ہو یا بعد میں اگر دیباچہ تصنیف کے بعد لکھا ہو تو اشارہ حاضر فی الذھن کی طرف ہوگا اور اگر دیباچہ تصنیف سے پہلے لکھا ہو تو اس وقت اشارہ ما حضر فی الخارج کی طرف ہوگا۔

انتباہ...... ماتن نے فا اس لیے استعمال نہیں کیا تا کہ کسی کو یہ وہم نہ ہو جائے کہ بعد سے پہلے اُمّاَ کا لفظ ہے کیونکہ اُمّا کے استعمال کے بعد فاء کا استعمال ضروری ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

۳)-بحث کی تعریف...... شارح علیہ الرحمۃ نے بحث کا لغوی معنی اور بحث کا اصطلاحی معنی دونوں پیش کیا ہے ایک لغوی معنی اور تین اصطلاحی معانی اور پھر ان تینوں معانی میں سے جو اس فن میں مراد ہے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

بحث کا لغوی کا معنی: بحث کا لغوی معنی کریدنے اور تفتیش کرنے کے آتا ہے۔

الف: اصطلاحی معنی...... ایک شئے کو دوسری شئے پر محمول کرنا ہے بحث کی مذکورہ تعریف یہاں اس لیے مراد نہیں ہے کہ اس صورت میں حکم ایسی چیزوں پر قائم ہوگا جو ذہن میں ہوں یا کلام مین۔

ب: اصطلاحی معنی...... دلیل سے نسبت خبریہ ثابت کرنا۔

ج: اصطلاحی معنی...... بحث کا اطلاق مناظرہ پر۔

ان تینوں میں سے ثالث مراد ہے بحث کی مذکورہ تعریف اس لیے مراد نہیں ہے کہ منع پر صادق نہیں آتی ہے اور معلل کا خصم کے بغیر دلیل قائم کرنا لازم آتا ہے جو کہ ممنوع ہے کیونکہ مناظرہ کا موضوع بھی بحث ہے اور بحث کا معنی مناظرہ لہٰذا دونوں میں یہ علاقہ پایا جاتا ہے اس لیے یہاں یہی معنی مراد ہے۔

متضمنة رفع على انه خبر بعد خبر اونصب على الحال لمااى امور يجب استحضار ها فى فن المناظرة وهوعلم يعرف به كيفية اداب اثبات

المطلوب اونفیه اونفی دلیله مع الخصم الباحث عن کیفیة البحث من کونه صحیحا اوسقیماً مسموعا اوغیره صیانة للذهن عن الضلالة ای لیصون ذهن المناظر عن ان یسلک بطریق لایوصل الی المطلوب فان السالک مالم یعلم الطریق ولم یراع مایجب رعایته فی السلوک فیه ربما یخطاء ولم یصل الی مااراد وصوله الیه

ترجمہ...... جو متضمن ہے رفع دیں گے خبر کے بعد خبر ہونے پر۔ یا حال ہونے کی وجہ یہ نصب دیں گے ایسے امور پر جس کا یاد رہنا فن مناظرہ میں ضروری ہے۔ اور مناظرہ وہ علم ہے۔ جس کے ذریعے مطلوب کا اثبات یا مطلوب کی نفی یا اسکی دلیل کی نفی خصم کے ساتھ پہچانی جائے جو بحث کرے بحث کی کیفیت سے اس کے صحیح یا سقم، مسموع یا غیر مسموع کے اعتبار سے ہو ذہن کو گمراہی سے بچانا یعنی ذہن مناظر کو ایسے راستے پر چلنے سے محفوظ رکھے جو اسے مطلوب تک نہ پہنچا سکے پس بے شک سالک نے ایسا راستہ نہ جانا یا اس کی رعایت نہیں کی جس کی رعایت اس راہ میں ضروری تھی اس میں کبھی خطا کرتا ہے اور جو چیز حاصل کرنا چاہتا ہے وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔

۱) متضمنة کا اعراب ۲) مناظرہ کی تعریف، موضوع اور غرض

۱)۔ **متضمنة کا اعراب**...... شارح نے اس کے دو اعراب بتائے ہیں اولاً رفع اس وقت ترکیب یوں ہوگی بعد هذه مبتدا قواعد البحث خبر اول اور متضمنة خبر ثانی اس کی وجہ سے شارح علیہ الرحمۃ نے رفع علی انه خبر بعد خبر سے اس کی توجیہہ بیان کی۔ ثانیاً نصب اس وقت عبارت یوں ہوگی۔ هذه قواعد البحث حال کونها متضمنة اس صورت میں متضمنة حال واقع ہے اس لیے اسے حال کا اعراب یعنی نصب دیا اس لیے شارح نے نصب علی الحال فرمایا۔

۲)۔ **مناظرہ کی تعریف...... موضوع اور غرض**، مذکورہ عبارت میں ان تینوں پر بحث

کی گئی ہے۔

مناظرہ کی تعریف...... وہ علم جس میں اپنے مدعی اور مطلوب کو ثابت کرنے اور فریق مخالف کے مدعی اور اس کی دلیل کو توڑنے کی معرفت حاصل کی جائے جو کسی بحث کے صحیح ہونے یا غیر صحیح ہونے کے بارے میں بحث کی جائے۔

مناظرہ کا موضوع...... موضوع اس علم کا بحث ہے اس حیثیت سے کہ اس سے دوسرے پر اپنے مدعی کو ثابت کیا جاتا ہو۔

مناظرہ کی غرض وغایت...... اپنے مطلوب تک پہنچنے میں خطا اور غلطی سے محفوظ رہنا ہے ان تینوں کو اولاً بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب مبتدی کسی فن کو پڑھ رہا ہو تو جب تک اس فن کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ یہ فن کونسا ہے اس وقت تک مجہول شئے کی طلب لازم آئے گی اور فن کو دل جمعی کے ساتھ حاصل نہیں کرے گا اس لیے مبتدی کو سب سے پہلے اس فن کی تعریف بتائی جاتی ہے تا کہ شئے مجہول کا حصول لازم نہ آئے موضوع اولاً اسلئے بتاتے ہیں کہ ہر فن کا کوئی نہ کوئی موضوع ضرور ہوتا ہے تو جبتک مبتدی موضوع نہ جان لے اسوقت تک اس کو معلوم نہیں ہوگا کہ اس فن میں کس چیز سے بحث کی گئی ہے اس لئے تعریف کے بعد موضوع ذکر کرتے ہیں غرض وغایت ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جب مبتدی کو اس فن کی افادیت کے بارے میں علم ہوگا تو مبتدی اس کے حصول میں کوشش کرے گا اور یہ معلوم ہوگا کہ اس فن کا حاصل کرنا عبث نہیں ہے بلکہ با مقصد ہے۔

مرتبہ رفع علی ما ذکر او نصب علی انه حال مترادفة او متداخلة علی مقدمة وهی مایتوقف علیه الشروع فی المقاصد علی وجه البصیرة وابحاث تسعة وخاتمة وهی ما یختم به الشئی –

ترجمہ...... مرتب ہے مرفوع ہوگا جو ذکر کیا گیا ہے یا نصب حال مترادف یا حال متداخل ہونے کی وجہ سے مقدمہ پر اور مقدمہ وہ ہے جس پر مقاصد میں علی وجہ البصیرت شروع موقوف ہو اور نو ابحاث پر اور ایک خاتمہ پر اور خاتمہ وہ ہے جس پر شئی ختم ہو جائے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔

۱) مرتبہ کا اعراب　　　۲) کتاب کی ترتیب

۱)-مرتبہ کا اعراب...... متضمنۃ کی طرح اس کے بھی دو اعراب ہیں۔اولاً رفع ھذہ کی خبر ثالث ہونے کی وجہ سے۔ثانیاً نصب ہونے کی وجہ سے دونوں کی وضاحت متضمنۃ کی بحث میں گزر چکی ہے۔

۲)-کتاب کی ترتیب...... رشیدیہ شریفیہ کی شرح ہے شریفیہ کے مصنف سید شریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ ہیں جبکہ رشیدیہ کے مصنف شیخ عبدالرشید جونپوری المتوفی ۱۰۸۳ھ ہیں ماتن یعنی جرجانی نے اپنی کتاب کی ترتیب یوں رکھی ہے کہ ایک مقدمہ جس میں مناظرہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی تعریفات ہیں نو ابحاث جس کی تفصیل کے بعد دیگرے آئیں گی ایک خاتمہ اور ایک وصیت پر مشتمل ہے۔

صاحب شریفیہ کے حالات زندگی

مصنف کا نام علی، کنیت ابوالحسن اور لقب سید شریف ہے نسب نامہ یوں ہے علی بن محمد بن علی سید زین الدین ابوالحسن الحسینی۔سید شریف جرجان کے رہنے والے تھے جسے آج کل گرگان کہتے ہیں اسی نسبت سے آپ کو جرجانی کہتے ہیں سلطان تیمور آپ کے علم و فضل سے بہت متاثر تھا اور آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا آپ کی تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ تفتازانی کو ایک مناظرہ میں شکست دی حالانکہ علامہ تفتازانی اپنے زمانے کے مشہور عالم دین اور علمی صلاحیت کے مالک تھے۔

علامہ جرجانی کی وفات ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ بمطابق ۱۴۱۳ء کو ہوئی علامہ جرجانی نے تقریباً ہر فن میں کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور کئی کتب کو اپنی قیمتی اور گرانقدر حواشی سے مزین کیا ہے علامہ جرجانی مسلکاً حنفی تھے علامہ جرجانی کی شامل نصاب کتب صرف میر، نحو میر، میر قطبی صغریٰ کبریٰ اور شرح مواقف ہیں۔

صاحب رشیدیہ کے حالت زندگی

مصنف کا نام عبدالرشید دیوان، لقب شمس الحق اور تخلص شمس تھا نسب نامہ یوں ہے عبدالرشید بن محمد بن مصطفٰے بن عبدالحمید عثمانی جونپور کے مضافات برونہ نامی بستی میں ۱۰۰۰ء میں پیدا ہوئے جونپور کے جلیل القدر عالم شیخ فضل اللہ سے علم حاصل کیا اور اپنے والد محترم کے دست حق پرست پر بیعت کی کیونکہ آپ کے والد محترم کا اپنے زمانہ کی بڑی صاحب نسبت شخصیات میں شمار ہوتا تھا۔

مصنف علوم سے فارغ ہونے کے بعد درس وتدریس کے سلسلے میں مشغول ہو گئے شاہجہان ان کی علمی سطوت وشوکت کے پیش نظر ان سے ملاقات کے لیے آیا لیکن ان دنوں حضرت دیوان دنیا سے کنارہ کش ہو چکے تھے اور شاہجہان کے اصرار کے باوجود ان سے ملنے سے انکار کر دیا۔

آپ کی وفات ۱۰۸۳ھ میں ہوئی دیوان صاحب فجر کی سنتوں سے فارغ ہو کر فجر کی نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے تھے کہ آپکی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

واما المقدمة ففى التعريفات اى اما المفهوم الكلى الذى هو مقدمة مذكورة فى هذه الرسالة فهى منحصرة فى التعريفات ومايتعلق بهاوالمقدمة ماخوذة من مقدمة الجيش و وجه المناسبة غير خفى على احد من المحصلين والتعريفات جمع تعريف بمعنى المعرف اوعلى منعاه المصدرى اعنى الفكروالنظر لتحصيل تصور

ترجمہ...... بہر حال مقدمہ اور وہ تعریفات میں یعنی ایسا مفہوم جو کلی ہو وہ مقدمہ جو اس رسالہ میں مذکور ہے پس وہ منحصر ہے تعریفات میں اور جو اس سے متعلق ہو اور مقدمہ ،مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہے اور مناسبت کی وجہ محصلین میں سے کسی ایک پر بھی مخفی نہیں ہے اور تعریفات جمع ہے تعریف کی بمعنی معرف یا مصدری معنی ہی پر یعنی تصور کی تحصیل کے لیے فکر اور نظر۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے

۱)مقدمہ ۲)تعریفات

۱)- مقدمہ...... یہاں مقدمہ سے مراد مقدمۃ الکتاب ہے اور مفہوم کلی سے مراد وہ سات مشہور احتمالات ہیں جو الفاظ، معانی، نقوش، الفاظ ومعانی، الفاظ ونقوش، معانی ونقوش اور الفاظ ومعانی ونقوش پر مشتمل ہیں مقدمہ میں ماتن نے علم مناظرہ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی تعریفیں کی ہیں اس لیے شارح نے "فھی منحصرۃ فی التعریفات" کہہ کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے مقدمہ کے مقدمۃ الجیش سے ماخوذ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ لشکر کے آگے ہونے کی وجہ سے مقدمۃ الجیش کہا جاتا ہے اور یہاں یہ حصہ چونکہ کتاب پر مقدم ہے اس لیے اسے مقدمہ کہا گیا ہے مقدمہ کی دو تعریفیں ہیں۔

۱)باعتبار مناظرہ ۲)باعتبار غیر مناظرہ

۱) باعتبار مناظرہ مقدمہ کی تعریف: جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔

۲) باعتبار غیر مناظرہ مقدمہ کی تعریف: جس پر شروع فی العلم موقوف ہو۔

۲)-تعریفات...... تعریفات کی واحد تعریف ہے اور یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اور مصدر کو اسم فاعل کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے جیسے عدل بمعنی عادل اور اسم مفعول کے معنی میں بھی لیا جا سکتا ہے جیسے خلق بمعنی مخلوق اور اسے اپنے مصدری معنی پر بھی چھوڑا جا سکتا ہے تعریف کو ہم معرف کے معنی میں لے سکتے ہیں اور تعریف کو مصدری معنی پر بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔

کسی چیز کی تعریف چار طریقوں سے کی جا سکتی ہے۔

۱)حد تام ۲)حد ناقص ۳)رسم تام ۴)رسم ناقص

۱) حد تام...... اگر کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور فصل قریب سے کی جائے تو اسے حد تام کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف حیوان ناطق۔ حیوان جنس قریب ہے اور ناطق فصل قریب۔

۲) حد ناقص...... جب کسی چیز کی تعریف جنس بعید اور فصل قریب سے کی جائے تو اسے حد ناقص کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف جسم ناطق، جسم جنس بعید اور ناطق فصل قریب۔

۳) رسم تام...... جب کسی چیز کی تعریف جنس قریب اور خاصہ سے کی جائے تو اسے رسم تام کہتے

ہیں مثلاً: انسان کی تعریف حیوان ضاحک ۔ حیوان جنس قریب ہے اور ضاحک خاصہ ہے۔

۴) رسم ناقص - جب کسی چیز کی تعریف جنس بعید اور خاصہ سے کی جائے تو اسے رسم ناقص کہتے ہیں مثلاً انسان کی تعریف جسم ضاحک ۔ جسم جنس بعید اور ضاحک خاصہ۔

تعریف کے ۔لئے جامع اور مانع ہونا ضروری ہے جامع کا مفہوم یہ ہے کہ محدود کے تمام افراد حد میں داخل ہوں اور مانع کا مفہوم یہ ہے کہ غیر محدود کا کوئی فرد حد میں شامل نہ ہو یہ تعریف یعنی جامع اور مانع مذکورہ چار تعریفوں میں سے پہلی قسم یعنی حد تام سے حاصل ہوتی ہے۔

ولما كانت المناظرة هي المقصود بالنظر ههنا قدمها وبدأ بتعريفها فقال المناظرة ماخوذة اما من النظير بمعنى ان ماخذ هما شئى واحد اومن النظر بمعنى الابصار اوبمعنى التفات النفس الى المعقولات والتامل فيها اوبمعنى الانتظار او بمعنى المقابلة ووجه المناسبة غير خفي وفي الاول ايماء الى انه ينبغي ان يكون المناظر ان متماثلين بان لايكون احدهما في غاية العلو والكمال والأخر في نهاية الدناءة والنقصان وفي الثالث ايماءٌ الى اولوية التامل بان لايقول مالم يتامل فيما يُرِيْدُ ان يقول وفي الرابع الى انه جدير ان ينتظر احد المتخاصمين الى ان يتم كلام الاخر لاان يتكلم في خلال كلامه

ترجمہ......اور جب مناظرہ ہی مقصود بالنظر ہے اس لیے اس مقام پر مقدم کیا پہلے اس کی تعریف کی پس کہا مناظرہ ماخوذ ہے نظیر سے اس معنی کے ساتھ کہ دونوں کا ماخذ ایک ہے یا نظر سے بمعنی ابصار یا بمعنی نفس کو متوجہ کرنا معقولات کی طرف اور غور وفکر کرنا یا بمعنی انتظار یا بمعنی مقابلہ اور مناسبت کی وجہ مخفی نہیں اور اول معنی میں اشارہ اس طرف ہے کہ دونوں مناظر کو متماثل ہونا چاہئے یہ نہ ہو کہ ان دونوں میں سے ایک انتہا درجہ کا بلند اور باکمال ہو اور دوسرا انتہا درجہ کا کمینہ اور گھٹیا ہو اور تیسرے معنی میں اولاً غور وفکر کی طرف اشارہ ہے نہ کہے جب تک اس بات پر غور وفکر نہ کرے جس کو کہنا چاہتا ہے اور چوتھے معنی میں اس طرف اشارہ ہے کہ دونوں میں ایک انتظار کرے تاکہ دوسرا اپنے کلام کو مکمل

کرے کلام کے دوران میں کلام نہ کرے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱) مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ ۲) مناظرہ کا معنی

۱)۔ مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ یہاں پر ایک سوال ابھرتا ہے کہ مکابرہ اور مجادلہ پر مناظرہ کو مقدم کیوں کیا؟ اس کا جواب شارح نے یوں دیا کہ جب مناظرہ سے مقصود غور وفکر ہے اور علم مناظرہ کا فائدہ اور تقاضہ بھی یہی ہے لہٰذا مقصود کو غیر مقصود پر مقدم کیا اور اولاً اس کی تعریف کی۔

۲)۔ مناظرہ کا معنی...... شارح نے مناظرہ کے حسب ذیل معانی پیش کئے ہیں۔

معنی اول...... نظیر اس وقت ایک اعتراض ہوتا ہے کہ نظیر اسم مشبہ ہے اس سے مناظرہ کیونکر ماخوذ ہوسکتا ہے اسکا جواب دیا کہ مناظرہ نظیر کے معنی میں ہے اور ان دونوں کا ماخذ شئی واحد ہے۔

ایماء...... جب مناظرہ نظیر کے معنی میں ہوگا تو اس وقت اس جانب اشارہ ہوگا کہ دونوں مناظر بحیثیت علمی صلاحیت کے برابر ہوں مثلاً زید مناظر اول ہے اور بکر مناظر ثانی۔ زید علمی اعتبار سے شیخ القرآن یا شیخ الحدیث ہو اور بکر علمی اعتبار سے طفل مکتب ہو یا بکر نے چار پانچ اردو کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہو تو ان دونوں میں مناظرہ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ دونوں مناظر علمی صلاحیت کے اعتبار سے مماثلت نہیں رکھتے۔

معنی ثانی...... نظر اور نظر کے چار معانی ہیں۔

۱) ابصار ۲) التفات النفس الی المعقولات ۳) انتظار ۴) مقابلہ

۱)۔ ابصار...... جب مناظرہ ابصار کے معنی میں ہو تو اس وقت یہ اشارہ ملتا ہے کہ دونوں مناظر اتنے قریب ہوں کہ ایک دوسرے کو باآسانی دیکھ سکیں۔

۲)۔ **التفات النفس الی المعقولات والتامل فیها** ...... یعنی نفس کو معقولات کی طرف متوجہ کرنا اور اس میں غور وفکر کرنا۔ ایماء: جب مناظرہ مذکورہ معنی میں ہو تو اسوقت یہ اشارہ

ملتا ہے کہ جو بات مناظر کہنا چاہتا ہے اولاً اس میں غور وفکر کر لے تا کہ کہنے کے بعد پچھتاوا نہ ہو بسا اوقات ایسی بات جو بے خبری میں مدعی کہہ جاتا ہے سائل اسی بات سے مدعی کو شکست دیتا ہے اس لئے چاہیئے کہ اولاً غور وفکر کر لے۔

انتظار...... یعنی ایک وسرے کو بولنے کیلئے وقت دینا۔ ایماء: جب مناظرہ انتظار کے معنی میں ہوتو اسوقت یہ اشارہ ملتا ہے کہ متخاصمین سے کوئی بھی ایک دوسرے کے کلام کے دوران نہ بولے بلکہ اپنی باری کا انتظار کرے مثلاً: زید ابھی اپنے دعوئی پر دلیل دے رہا تھا کہ بکر نے بولنا شروع کر دیا تو یہ غلط ہوگا۔

مقابلہ...... جب مناظرہ اس معنی میں ہوتو اس وقت یہ اشارہ ہوگا کہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے ہوں۔

ابصار اور مقابلہ میں فرق

ابصار میں ایک دوسرے کو دیکھنا شرط ہے جبکہ مقابلہ میں ایک دوسرے کا آمنا سامنا ہونا شرط ہے دیکھنا شرط نہیں ۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مناظر نابینا ہوتا ہے اور نابینا ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتا۔ ان دونوں (ابصار اور مقابلہ) کے ایماء کو شارح نے ذکر نہیں کیا۔

وفی الاصطلاح یقال بقوله توجه المتخاصمین فی النسبة بین الشیئین اظهاراً للصواب یرید قدس سره ان المتخاصمین ای الذین مطلب احدهما غیر مطلب الآخر اذا توجها فی النسبة بین الشیئین الذین احدهما محکوم علیه والآخر محکوم به وان کان ذلک التوجه فی النفس کما کان للحکماء الاشرقین وکان غرضهما من ذالک اظهار الحق والصواب یسمیٰ ذلک التوجه مناظرة فی الاصطلاح

ترجمہ..... اور اصطلاح میں کہا جاتا ہے ماتن کے اس قول کے ساتھ ۔ متخاصمین کی توجہ دو چیزوں کے درمیان نسبت کے اظہار صواب کے لیے ارادہ کرتے ہیں قدس سرہ کہ بے شک متخاصمین میں سے ایک کا مطلب دوسرے کے مطلب کا غیر ہو جب دونوں متوجہ

ہوں۔ نسبت میں ایسی دو چیزوں کے درمیان جن میں ایک محکوم علیہ اور دوم محکوم بہ ہو۔ اگر چہ وہ توجہ دل ہی دل میں ہو جیسا کہ حکمائے اشراقین کے لیے ثابت ہے اوران کی غرض وغایت اظہار حق اور صواب ہو اس کا نام اصطلاح میں مناظرہ ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں مناظرہ کی تعریف پر ایک اعتراض اوراس کا جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض...... مذکورہ تعریف میں تخاصم کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے دو فریق کے درمیان جھگڑا سے مراد قولی نزاع ہے جس کو بندہ زبان سے ادا کرتا ہے حالانکہ حکمائے اشراقین بھی آپس میں مناظرہ کرتے ہیں لیکن دل کے ذریعے نہ کہ زبان سے لہذا مذکورہ تعریف محدود کے مکمل افراد پر مشتمل نہ ہونے کی وجہ سے غیر جامع ہے۔

جواب...... یہاں تخاصم سے مراد مطلق تخاصم ہے جس کا اطلاق قول اور نفس یعنی دل دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا اگر حکمائے اشراقین دل سے مناظرہ کرتے ہیں جب بھی متخاصمین میں داخل ہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ تعریف جامع ہے شارح نے اس کی جانب یہ عبارت "**وان کان ذالک التوجه فی النفس اه**" لاکر اشارہ کیا ہے۔

حکمائے اشراقین اور حکمائے مشائین

حکماء کی دو قسمیں ہیں اول حکمائے اشراقین جو تصفیہ قلبی اور اپنی کمال طہارت کی بدولت اس مقام پر فائز تھے جب کوئی اعتراض قائم ہوتا۔ تو اس کا جواب بھی معترض کے قلب پر القا کر دیتے تھے دوم حکمائے مشائین جو چلتے پھرتے علم سیکھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔

اورد ههنا سوالان ان تاملت فيما تلونا عليك يظهر لك اندفاعهما احدهما ان الغرض من توجه كل من المتخاصمين اوواحد منهما قد يكون تغليط صاحبه والزامه فقط ولايدخل فى هذا التعريف فلايكون جامعا وثانيهما انه اذا فرض مناظران بلغ حالهما فى غاية التصفية الى ان يعلم كل فى ضمير صاحبه ويناظر كل فى نفسه مع الاخر مناظرة

کالمناظرة الواقعة بین الحکماء الاشراقیین لایصدق التعریف علی مثل هذه المناظـــرة لان الخصومة قول کل خلاف مایقوله الآخر

ترجمہ......اور اس جگہ دو سوالات وارد ہوتے ہیں اگر تم اس پر غور کرو جو پہلے ہم نے ذکر کیا تو اس کا جواب تم پر اسی میں ظاہر ہوگا ان دونوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک متخاصمین میں سے ہر ایک کی توجہ سے غرض یا صرف ایک کی غرض دوسرے کو غلط ثابت کرنا اور اس پر الزام عائد کرنا ہے اور یہ اس کی تعریف میں داخل نہیں ہے اس لیے تعریف جامع نہ رہی اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ بے شک جب فرض کریں کہ دونوں مناظر غایت تصفیہ میں اس مقام پر فائز ہوں کہ ہر ایک دوسرے کے دل کی بات جانتا ہو اور ہر ایک دوسرے سے دل میں مناظرہ کرتا ہو جیسا کہ حکمائے اشراقین کے مابین مناظرہ ہوتا تھا تو یہ تعریف صادق نہیں آئے گی اس لیے کہ یہ خصومت قولی ہے جو دوسرے کے خلاف قائم کی جاتی ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو اعتراض پر بحث کی گئی ہے اور یہ دونوں اعتراض عبارت میں موجود ہیں۔

۱)-اعتراض اول...... اظہارا للصواب کی قید لگائی گئی ہے حالانکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دونوں فریق ایک دوسرے پر یا دونوں میں سے ایک فریق وسرے پر الزام عائد کرتا ہے یا غلط ثابت کرنے کے لیے مناظرہ کرتا ہیں۔

جواب......اگر دونوں فریق یا دونوں میں سے ایک غلط ثابت کرنے یا الزام عائد کرنے کے لیے مناظرہ کرے تو یہ مکابرہ یا مجادلہ کی تعریف میں شامل ہوگا اس تعریف سے خارج ہے اس لیے اظہارا للصواب کی قید درست ہے۔

۲)-اعتراض ثانی......مناظرہ ہمیشہ زبان سے نہیں ہوتا۔ کبھی قلب سے ہوتا ہے جیسا کہ حکمائے اشراقین سے ثابت ہے اس لیے متخاصمین کہنا درست نہیں۔

جواب......تخاصم سے مراد مطلق متخاصم ہے جس کا اطلاق تخاصم قولی اور تخاصم نفسی دونوں پر

ہوتا ہے اس لیے متخاصمین میں وہ مناظرہ بھی شامل ہوگا جو دل سے ہو۔

ثم المراد بالنسبة النسبة الخبرية اعم من ان تكون حملية او اتصالية او انفصاليـــــة

ترجمہ...... پھر نسبت سے مراد نسبت خبریہ ہے عام ازیں کہ وہ حملیہ سے ہو اتصالیہ یا انفصالیہ سے ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں نسبت پر بحث کی گئی ہے ہم اس مقام پر صرف حملیہ، اتصالیہ اور انفصالیہ سے بحث کرتے ہیں نسبت کی بحث انشاء اللہ نقل کے بیان میں آئے گی۔

قضیہ کی اقسام...... چونکہ مناظرہ میں قضیہ / خبر سے بحث کی جاتی ہے اس لیے یہاں پر قضیہ کی چند چیدہ چیدہ بحث تحریر کرتے ہیں جس سے مناظرہ میں بہت فائدہ ہوگا۔

قضیہ کی تعریف...... قضیہ وہ قول ہے جو صدق اور کذب کا احتمال علی سبیل البدلیت رکھے۔

فائدہ...... قضیہ کی دو قسمیں ہیں:-(۱) حملیہ (۲) شرطیہ

قضیہ حملیہ کی تعریف...... جس میں ایک شئے کو دوسری شئے کے لئے ثابت کرنے یا ایک شئے کی دوسری شئے سے نفی کا حکم کیا جائے اثبات کی مثال زید قائم۔ نفی کی مثال زید لیس بقائم۔

فائدہ...... قضیہ حملیہ تین اجزاء سے مرکب ہوتا ہے محکوم علیہ جسے موضوع کہا جاتا ہے مثلاً زید ھو قائم اس مثال میں زید محکوم علیہ ہے کیونکہ قیام کا حکم زید پر لگا ہے اسی کو موضوع کہتے ہیں قائم محکوم بہ ہے کیونکہ قیام زید کے ساتھ برقرار ہے اسے محمول کہتے ہیں ھو کی ضمیر جو زید اور قیام کے درمیان ہے اسے رابطہ کہتے ہیں۔

قضیہ حملیہ کی باعتبار وجود موضوع تین قسمیں ہیں (۱) خارجیہ (۲) حقیقیہ (۳) ذہنیہ

قضیہ خارجیہ کی تعریف...... وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع خارج میں موجود ہو اور اس میں حکم بھی باعتبار وجود خارجی کے لگایا جائے جیسے الانسان کاتب

قضیہ حقیقیہ کی تعریف...... وہ قضیہ حملیہ جسمیں حکم باعتبار ثابت فی الواقع ہونے کے لگایا جائے قطع نظر وجود خارجی اور ذہنی کے جیسے الاربعۃ زوج۔

قضیہ ذہنیہ کی تعریف...... وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع ذہن میں موجود ہو اور اسمیں حکم بھی باعتبار وجود ذہنی کے لگایا جائے جیسے الانسان کلی۔

فائدہ..... حمل کی تین قسمیں ہیں۔(۱) حمل بالاشتقاق (۲) حمل بالترتیب (۳) حمل بالمواطاۃ۔

حمل بالاشتقاق کی تعریف...... یہ وہ ہے جس میں شے محمول ہو مشتق کے ضمن میں۔ جیسے زید ناطق۔

حمل بالترتیب کی تعریف...... یہ وہ ہے جس میں شئے محمول ہو ترکیبوں کے ساتھ جیسے خالد ذو مال میں ذو کے ساتھ۔زید فی الدور میں فی کے ساتھ، المال لزید میں لام کے ساتھ، اُولٰئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ میں علی کے ساتھ، وَمَابِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ میں با کے ساتھ، وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ میں کاف کے ساتھ۔

حمل بالمواطاۃ کی تعریف...... یہ وہ ہے جس میں شئے محمول ہو بغیر واسطہ کے عمرو طبیب یہ حملیہ کی چند چیدہ چیدہ تعریفات ہیں جن کو یاد رکھنا اشد ضروری ہے تاکہ مسائل پر غور کر سکیں کہ مدعی کے دعویٰ میں کون سی نسبت ہے اور ان نسبتوں میں سے اگر حملیہ کی نسبت ہے تو ان میں کون سا حمل پایا جارہا ہے اسی طرح مدعی سائل کے اعتراض پر غور کرے۔

۳) قضیہ شرطیہ کی تعریف...... جس میں کسی شئے کے ثبوت وعدم ثبوت کا حکم نہ لگایا جائے۔

فائدہ...... قضیہ شرطیہ کے تین اجزاء ہیں (۱) مقدم (۲) تالی (۳) رابطہ

ان کانت الشمس طالعۃ کان النہار موجود اس مثال میں ان کانت الشمس طالعۃ مقدم ہے کان النہار موجود ا تالی ہے اور دونوں کے درمیان جو حکم پایا جارہا ہے وہ رابطہ ہے۔قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) موجبہ (۲) سالبہ۔

متصلہ موجبہ...... جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت کی تقدیر پر کیا جارہا ہے

جیسے ان کان زید انسانا کان حیوانا زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس کے لیے حیوانیت کا ثبوت کیا گیا۔

متصلہ سالبہ...... جس میں ایک نسبت کے عدم ثبوت کا حکم دوسری نسبت کی تقدیر پر کیا جائے جیسے لیس البتة اذا کان زید انسانا کان فرسا زید کے انسان ہونے کی تقدیر پر اس سے فرسیت کی نفی کی گئی ہے۔

شرطیہ منفصلہ کی تعریف...... جس میں دو چیزوں کے درمیان تنافی یا سلب تنافی کا حکم کیا جائے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) موجبہ (۲) سالبہ

منفصلہ موجبہ...... جس قضیہ میں دو چیزوں کے درمیان تنافی کا حکم لگایا جائے جیسے ھذا العدد اما زوج او فرد.

منفصلہ سالبہ...... جس میں دو چیزوں کے درمیان تنافی کے سلب کا حکم لگایا جائے جیسے یوں کہیں کہ یہ بات نہیں یا کہ سورج نکلا ہوا ہو یا دن موجود ہو یعنی ان دونوں میں کوئی تنافی اور تضاد نہیں بلکہ دونوں ساتھ ساتھ ہو سکتی ہیں۔

قضیہ منفصلہ کی تین قسمیں ہیں (۱) حقیقیہ (۲) مانعۃ الجمع (۳) مانعۃ الخلو۔

حقیقیہ...... جس میں منافات یا عدم منافات صدق و کذب دونوں میں ہو جیسے ھذا العدد اما زوج او فرد اس مثال میں دونوں کا اجتماع بھی محال ہے اور دونوں کا ارتفاع بھی۔

مانعۃ الجمع...... جس قضیہ کے صرف صدق میں منافات یا عدم منافات ہو جیسے ھذا الشئی اما شجر او حجر اس مثال میں کسی معین شئے کے لیے شجر اور حجر دونوں ہونا ممکن نہیں ہے لیکن ممکن ہے کہ دونوں نہ ہو بلکہ کوئی حیوان ہو دور سے دیکھنے کی وجہ سے شجر یا حجر معلوم ہو رہا تھا۔

مانعۃ الخلو...... جس قضیہ کے صرف کذب میں منافات یا عدم منافات ہو یعنی دونوں کا ارتفاع ممکن نہ ہو لیکن اجتماع ممکن ہو جیسے زید فی الماء و لا یغرق یہ ناممکن ہے کہ زید پانی میں نہ ہو اور غرق ہو جائے لیکن یہ ممکن ہے کہ پانی میں ہو اور غرق نہ ہو۔

واعلم انہ کان اداب المصنفین ان یعرفوا المناظرة والاداب بقولھم

النظر من الجانبین فی النسبة بین الشیئین اظهارًا للصواب ولما کان یرد علی ذالک ان النظر من الجانبین لایصدق علی ماذا اقتصر السائل علی مجرد المنع وایضاً ان الجانبین اعم من المتخاصمین والمناظرة لاتوجد الابینهما وان کان یمکن دفع الاول بارادة التفات النفس الی المعانی من النظر دون ترتیب امور معلومة للتادی الی المجهول ودفع الثانی بارادة المتخاصمین من الجانبین بحسب متفاهم العرف عدل المصنف قدس سره عن القیدین وذکر مالایرد علیه شئی مماذکر ثم اعترض علیه بانه قد یظهر ان المناظر غیر مصیب فخرج بقوله اظهارًا للصواب

ترجمہ......اورتو جان لے کہ بے شک مصنفین کی عادت ہے کہ مناظرہ کی تعریف اپنے اس قول سے کرتے ہیں اظہار صواب کے لیے دو چیزوں کے درمیان کسی نسبت میں جانبین کا غور وفکر کرنا اوراس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بے شک دونوں جانب سے غور وفکر اس وقت صادق نہیں آتا جب سائل صرف منع پر اکتفاء کرے اور یہ بھی ہے کہ جانبین متخاصمین سے عام ہے اور مناظرہ نہیں پایا جاتا۔ مگر ان ہی دونوں کے درمیان اول اعتراض کو رفع کرنا ممکن ہے نفس کو معانی کی طرف متوجہ کرنے کا ارادہ کر کے نظر کا معنی کرنا نہ کہ امور معلومہ کو اس انداز میں ترتیب دینا جس سے مجہول شئے حاصل ہو اور دوسرے کو رفع کیا جاسکتا ہے جب جانبین کہہ کر متخاصمین مراد ہو اس اعتبار سے جو عرف میں سمجھا جاتا ہو مصنف نے ان دونوں قیدوں سے عدول کیا اس کو ذکر کیا جس پر کوئی اعتراض نہیں پھر اس پر اعتراض ہوا کہ مناظر کبھی غیر مصیب ہوتا ہے پس اس اعتراض کو اپنے اس قول سے نکالا اظهارًا للصواب۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تمام مصنفین نے مناظرہ کی جو تعریف کی ہے اس تعریف سے مصنف شریفیہ نے کیوں عدول کیا اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔

عام مصنفین کی تعریف......النظر من الجانبین فی النسبة بین الشیئین اظهارا للصــواب۔

ماتن کی تعریف......توجه المتخاصمین فی النسبة بین الشیئین اظهارا للصواب،

تعریف اول میں چونکہ نظر من الجانبین کا لفظ آیا ہے جس پر دو اعتراض قائم ہوتے ہیں اولاً اگر سائل صرف منع سے کام لے۔ نقض اور معارضہ قائم نہ کرے تو نظر من الجانبین نہیں پائی گئی اس اعتراض کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ نظر سے مراد التفات نفس الی المعانی ہے جو سب کو شامل ہے ثانیاً اگر کبھی استاد شاگرد کو سبق یاد کرانے کی غرض سے تکرار کرار ہے ہوں نظر من الجانبین پائی جا رہی ہے لیکن مناظرہ کی تعریف صادق نہیں آتی اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ جانبین سے مراد متخاصمین ہے کیونکہ جانبین عام ہے اور متخاصمین خاص ہے لہٰذا عام بول کر خاص مراد لے سکتے ہیں کیونکہ قرینہ موجود ہے۔

مذکورہ دو اعتراضات کے پیش نظر ماتن نے النظر من الجانبین کی بجائے توجہ المتخاصمین لائے کہ اعتراض رفع ہو جائے۔

اعلم کا لفظ تشویق کے لیے لاتے ہیں تا کہ مبتدی اعلم کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے اسے شوق سے یاد کرے یا تنبیہ کی خاطر تا کہ مبتدی کو معلوم ہو جائے کہ اعلم کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے وہ خاص بات پر مشتمل ہے اس لیے اسے بغور مطالعہ کرو اور یاد رکھو۔

ولایخفی مافیه من الرکاکة حیث لایلزم من کون الشئی غرضا من فعل ان یوجد ذالک الغرض عقیب ذالک الفعل کما غرض کان ذالک المعترض من عرض هذاالکلام تخطیة المعرف العلام ولم یحصل ماقصده من المرام ولله در المصنف علیه الرحمة حیث عرف المناظرة علی وجه یفهم منه المناظر العلل الاربع لها فان التوجه علة صوریة والمتخاصمین علة فاعلیة والنسبة علة مادیة واظهار للصواب علة غائیة والقید الاخیر احتراز عن المجادلة والمکابــــرة

ترجمہ......اور مخفی نہیں ہے کہ فعل سے شئے کی غرض لازم نہیں آتی کہ فعل کے بعد غرض

لازم آئے جیسے کہ معترض نے اس کلام پر پیش کیا کہ علامہ کی تعریف میں خطأ ہے اور مراد حاصل نہیں ہوتی اور مصنف کا کلام اللہ ہی کی طرف سے ہے مناظرہ کی تعریف اس حیثیت سے پیش کی کہ اس سے چاروں علتیں بھی سمجھ میں آگئیں پس بے شک توجہ علت صوری، متخاصمین علت فاعلی النسبۃ علت مادی اور اظہار للصواب علت غائی ہے اور قید اخیر مجادلہ مکابرہ سے احتراز ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے (۱) اعتراض (۲) علل اربع

۱) اعتراض ...... یہ ہے کہ کبھی مناظر مناظرہ کے باوجود درست باتوں کو نہیں مانتا یا کبھی چند امور کے پیش نظر حق ثابت نہیں ہوتا اول کبھی مدعی باطل دعویٰ کرتا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے لیکن اپنی لفاظی سے دعوی ثابت کرتا ہے۔ دوم مدعی کبھی دعویٰ حق باتوں کا کرتا ہے لیکن مدمقابل کو دلائل سے سمجھا نہیں سکتا۔ جس کی وجہ سے دعویٰ باطل کردیا جاتا ہے حالانکہ دعویٰ صحیح تھا تو ان صورتوں میں مناظرہ غیر مصیب ہوتا ہے اور جب غیر مصیب ہوا تو اظہار اللصواب درست نہ ہوا۔

جواب...... شارح نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ فعل کے بعد غرض لازمی طور پر پائی جائے کیونکہ کبھی دیکھا گیا ہے کہ باپ بیٹے کو ادب سکھانے کی خاطر مارتا ہے لیکن مار کے بعد بھی بیٹا بے ادب ہوا تو فعل سے انکار لازم نہیں آتا۔ اسی طرح استاد شاگرد کو سبق یاد کرنے کی خاطر مارتا ہے لیکن مار کے بعد بھی اگر سبق یاد نہ ہو تو مار سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ باپ اور استاد کی مار کی غرض ادب اور سبق ہے اگر یہ چیز نہ بھی پائی جائے تب بھی فعل سے انکار نہیں کرسکتے۔

۲) علل اربع ...... حد کے لئے چونکہ چار طرح کی علتوں کا ہونا ضروری ہے اور ماتن کی تعریف میں چاروں علتوں کا بیان ہے۔

اول	علت صوری	یہ لفظ توجہ سے حاصل ہورہی ہے
دوئم	علت فاعلی	یہ لفظ متخاصمین سے حاصل ہورہی ہے

سوئم علت مادی یہ لفظ نسبت سے حاصل ہو رہی ہے

چہارم علت غائی یہ کلمہ اظہاراً للصواب سے حاصل ہو رہی ہے

علل اربع کی وجہ حصر

علت یا تو جزو شئے ہوگی یا خارج، اول اگر شئے کے ساتھ بالفعل قائم ہو جیسے تخت کی ہیئت تو علت صوری اور شئے کے ساتھ بالقوہ قائم ہو جیسے لکڑی تو علت مادی دوم اگر شئے کا وجود اس کے ساتھ قائم ہو جیسے نجار (بڑھی) تو علت فاعلی ہے اور شئے اسی غرض کے لیے ہو جیسے جلوس (بیٹھنا) تو علت غائی ہے۔

ان چاروں علتوں میں سے دو علتیں ماہیت کے لئے ہیں (۱) علت صوری (۲) علت مادی اور دو علتیں غیر ماہیت کے لئے ہیں۔(۱) علت فاعلی (۲) علت غائی

اعتراض......علت اور معلول میں علاقہ تباین کا ہوتا ہے اسلیے ان چاروں علتوں کے پیش نظر تعریف صحیح نہیں ہوگی۔

جواب......یہ علتیں علی سبیل التشبیہ ہیں نہ کہ علی سبیل الحقیقت اس لیے اعتراض رفع ہو گیا

علامہ اور علام میں فرق

علامہ......اس میں تا مبالغہ کے لیے ہے یعنی بہت جاننے والا۔اصطلاحی طور پر علامہ اس کو کہتے ہیں جو عالم منقول اور عالم معقول دونوں ہو۔اس لفظ کا اطلاق بندوں پر کیا جاتا ہے باری تعالیٰ کے لیے نہیں کیونکہ اس میں تا ہے جو کہ تانیث سے بھی مشابہ ہو سکتی ہے اس لیے ایسے الفاظ سے بچنے کا حکم ہے جس میں توحید پر کوئی خرابی آنے کا اندیشہ ہو۔

علام......اس میں تا مبالغہ کے لیے نہیں ہے اور اس کا لغوی اور اصطلاحی معنی بھی وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے علام اور علامہ مبالغہ کا صیغہ فعال کے وزن پر ہے علام کا اطلاق خدا اور غیر خدا دونوں پر کیا جا سکتا ہے قرآن کریم میں علام کا استعمال اللہ عز و جل کے لیے آیا ہے رشیدیہ میں شارح نے ماتن کے لئے علامَ کا لفظ استعمال کیا ہے۔

قید آخر......مناظرہ کی تعریف میں ماتن نے اظہار الصواب کی قید لگائی ہے اس قید سے

مکابرہ اور مجادلہ نکل گیا کیونکہ ان دونوں میں اظہارا للصواب کی بجائے الزام پایا جاتا ہے مکابرہ اور مجادلہ کی بحث عنقریب آئے گی انشاءاللہ وہاں ان دونوں پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

و للّٰہ در المصنف...... کلام عرب میں یہ جملہ کسی خوبی پر بولا جاتا ہے للہ کو مقدم حصر کے لئے کیا ہے اس کا معنی یہ ہے اور اللہ ہی کے لئے مصنف کی خوبیاں ہیں چونکہ مناظرہ کی تعریف میں مصنف نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے تمام اعتراضات بھی رفع ہو جاتے ہیں اور ہر اعتبار سے تعریف کی جامعیت اور مانعیت برقرار رہتی ہے اسی پر شارح نے وللہ در المصنف کہا۔

مناظرہ کی تعریف کا خلاصہ

ماتن نے مناظرہ کی جو تعریف پیش کی ہے منجملہ اس تعریف پر چھ اعتراضات وارد ہوئے اور ان چھ اعتراضات کے جوابات مع اعتراضات سابقہ اوراق میں گزر چکے ہیں۔

فا لاول مافسره بقوله و المجادلة هى المنازعة لا لاظهار الصواب بل لالزام الخصم فان كان المجادل مجيبا كان سعيه ان لايلزم ويسلم عن الزام الغير اياه وان كان سائلا كان سعيه ان يلزم الغير وقديكون السائل والمجيب كلاهما مجادلين فلذا قال قدس سره وهى المنازعة التى تدل على المشاركة واما اذاكان المجادل احدهما فلماكان من شان غير المجادل ان لايتوجه الى قول المجادل ويعرض عنه غلب المجادل واطلق صيغة المشاركة

ترجمہ...... پس اول کی تفسیر مصنف اپنے اس قول سے کرتے ہیں اور مجادلہ وہ جھگڑا ہے اظہار صواب کے لیے نہیں بلکہ مد مقابل کو لا جواب کرنے کے لیے۔ پس اگر مجادل مجیب ہو تو اس کی کوشش ہوگی کہ لا جواب نہ ہو اور مد مقابل کو لا جواب کر دے اور اگر سائل ہو تو اس کی کوشش ہوگی کہ مد مقابل کو لا جواب کر دے اور کبھی مدعی اور سائل دونوں مجادل ہوتے ہیں اس لیے ماتن نے کہا اور یہ منازعت ہے جو کہ مشارکت پر دلالت کرتی ہے۔ اور جب ان دونوں میں سے ایک مجادل ہو تو جو غیر مجادل ہوگا اسکی شان میں سے یہ ہے کہ

وہ مجادل کے قول کی جانب توجہ نہ کرے اور اس سے اعراض کرے کہ مجادل غالب آئے اور مشارکت کے صیغہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔(۱) مجادلہ کی تعریف۔(۲) مجادلہ کس طرف سے واقع ہوتا ہے۔

مجادلہ کی تعریف...... ماتن نے مجادلہ کی تعریف میں خصوصیت کے ساتھ دو یا تین باتیں بتائی ہیں اول یہ بات کہ مجادلہ کسی چیز کو درست کرنے کے لیے نہیں ہوتا ہے دوم یہ بات کہ ہر ایک چاہتا ہے کہ مد مقابل کو لاجواب کر دیا جائے اس کے لئے کبھی جانبین کی طرف سے ایسی واھیات باتیں رونما ہوتی ہیں جسے ایک شریف آدمی بالکل پسند نہیں کرتا۔

مجادلہ کس کی طرف سے واقع ہوتا ہے؟

مجادلہ واقع ہونے کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت...... مجادلہ مجیب یعنی مدعی کی جانب سے واقع ہو اس صورت میں مدعی اپنے دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنے کے بجائے مد مقابل یعنی سائل کو لاجواب کرنیکی کوشش کرتا ہے اور سائل پر الزام عائد کرتا ہے جس کے سبب کبھی دونوں فریق باہم دست و گریباں بھی ہو جاتے ہیں۔

دوسری صورت...... مجادلہ سائل کی طرف سے واقع ہو اس صورت میں مدعی نے اپنے دعویٰ پر جو دلائل قائم کئے ہوں۔ سائل اس کا نقض یا معارضہ کرنے کی بجائے مد مقابل یعنی مدعی پر الزامات عائد کرتا ہے اور لاجواب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تیسری صورت...... مدعی اور سائل دونوں کی طرف سے واقع ہو اس صورت میں ہر دو فریق دلائل قائم کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو لاجواب کرنے کی کوشش کرتا ہے دونوں طرف سے مجادلہ واقع ہونا لفظ منازعت سے حاصل ہوا کیونکہ یہ باب مفاعلة کا مصدر ہے اور اس باب کی خصوصیات میں سے ایک مشارکت بھی ہے۔

مجادلہ کا حکم...... ہر قسم کے مجادلہ سے بچنا چاہئے ورنہ مجادل اپنے مشن میں کامیاب

ہوجاتا ہے اولاًاس لیے کہ مجادل سے بحث کی وجہ سے اسے بھی مجادل کہاجائیگا ثانیاً مجادل چاہتا تھا کہ فریق ثانی کومجادل بنادے جس میں وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔

والثانی مابینه بقوله والمكابرة هذه ای المنازعة لالاظهار الصواب الاانه لالالزام الخصم ایضاً کماانه لیس لاظهار الصواب وتذکیر الضمیر فی انه لان المصدر ذا التاء یذکر ویؤنث

ترجمہ......اورثانی جسے مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا اورمکابرہ یہی یعنی منازعت ہے اظہار صواب کے لیے نہیں اورمدمقابل کولاجواب کرنے کے لیے بھی نہیں۔ جیسا کہ بے شک وہ اظہارصواب کے لئے نہیں ہے اورانہ میں ضمیر کا مذکرلانا اس لیے ہے کہ بے شک مکابرہ تاوالامصدر ہے مذکراور مؤنث دونوں ہوتے ہیں۔

تشریح

سطورمذکورہ میں دوچیزوں کابیان ہے، ۱- مکابرہ کی تعریف ۲- انه کی ضمیر کامرجع

۱- مکابرہ کی تعریف...... ماتن نے مکابرہ کی جوتعریف پیش کی ہے اس تعریف کی روشنی میں مکابرہ اورمجادلہ میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ مجادلہ میں لا لاظهار الصواب اورالزام خصم دونوں ہوتے ہیں جبکہ مکابرہ میں الزام خصم نہیں ہوتا۔اس لحاظ سے مجادلہ عام ہے اورمکابرہ خاص ہے۔

مناظرہ،مجادلہ اورمکابرہ میں نسبت

اول......مناظرہ،مکابرہ اورمجادلہ کے درمیان نسبت تباین کی ہے کیونکہ مناظرہ میں ضروری ہے کہ جانبین کی طرف سے اظہارصواب کے لئے ہواسی طرح مجادلہ میں ضروری ہے کہ جانبین کی طرف سے ارادہ الزام کا ہواورمکابرہ میں ضروری ہے کہ الزام نہ ہواوراظہارصواب بھی نہ ہو۔

دوم......ان تینوں میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

۲) انه کی ضمیر کامرجع...... انه میں ضمیر مذکر ہے اوراس کامرجع مکابرہ ہے جوکہ مؤنث ہے اس لیے ضمیر مذکر کامؤنث کی طرف لوٹانا صحیح نہیں شارح اس کاجواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ جب مصدر ذوالتاء ہو تو اس کو مذکر اور مؤنث دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں اس لیے مکابرہ کی طرف مذکر کی ضمیر کو لوٹا دیا۔

ثم لما فرغ من تعريف المناظرة وضديها الذين بهما تبين حقيقتها كماقال المحققون حقائق الاشياء تتبين باضدادها وكان النقل من الكتاب اومن الثقة فى زماننا اولى من الاثبات بالدليل لكونه مفضيا الى كثرة النزاع اردفه بتعريفه فقال والنقل هو الاتيان بقول الغير على ماهو عليه بحسب المعنى مظهرا انه قول الغير يريد انه لايلزم فى النقل الاتيان بقول الغير بحيث لايتغير لفظه بل انما يلزم الاتيان به على وجه لا يتغير معناه مع ذالك يلزم اظهار انه قول الغير كان يقول مثلا قال ابو حنيفة رحمة الله تعالى النية فى الوضوء ليست بفرض واما الاتيان بقول الغير على وجه لايظهر منه انه قول الغير لاصريحاً ولاضمناً ولا كنايةً ولااشارة فهو اقتباس والمقتبس مدع فى اصطلاحهم

ترجمہ...... پھر جب فارغ ہوئے مناظرہ اور اس کی دونوں ضدوں کی تعریف سے جس سے مناظرہ کی حقیقت واضح ہو جائے جیسا کہ محققین نے کہا کہ چیزوں کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اس کی ضدوں سے اور نقل قرآن اور ثقہ لوگوں کی کتاب سے ہمارے زمانے میں عقلی دلائل سے بہتر ہے کیونکہ عقلی دلائل کثرت نزاع کی طرف لے جاتے ہیں اس لیے مناظرہ کے بعد نقل کی تعریف کی۔ پس کہا اور نقل غیر کے قول کو اسی انداز میں لانا جس پر وہ ہے بحسب معنی ظاہر ہو کہ وہ غیر کا قول ہے ارادہ کرتے ہیں کہ نقل میں غیر کے قول کو اسی انداز میں لانا ضروری نہیں جس سے اس لفظ کے لفظ میں تبدیلی ہو بلکہ لازم ہے ایسے انداز میں لانا جس سے معنی تبدیل نہ ہو اور ساتھ ہی ظاہر ہو کہ یہ غیر کا قول ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے اور غیر کے قول کو اس انداز سے لانا کہ ظاہر نہ ہو کہ یہ غیر کا قول ہے نہ صراحتاً نہ ضمناً نہ کنایۃً اور نہ اشارۃً تو وہ اقتباس ہے اور اہل مناظر کی اصطلاح میں مدعی کو مقتبس کہتے ہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) ماقبل سے مطابقت (۲) نقل کی تعریف۔

۱) **ماقبل سے مطابقت**...... جب ماتن مناظرہ اور اسکی دونوں ضدوں یعنی مجادلہ اور مکابرہ کی تعریف سے فارغ ہوئے تو نقل کی تعریف کی اس کے علاوہ اور چیزوں کی تعریف کیوں نہیں کی تو اس کا جواب دیتے ہوئے شارح کہتے ہیں کہ دلائل دو طرح کے ہوتے ہیں ایک نقلی جیسے قرآن وحدیث اور ثقہ کتابوں سے دوسرے عقلی جسے انسان اپنی عقل سے مطابقت کر کے سمجھتا ہے ان دونوں دلیلوں میں سے اصل نقلی دلیل ہے بالخصوص ہمارے زمانے میں کیونکہ ہر آدمی عقلی دلیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا لیکن قرآن وحدیث کے دلائل کو ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے لہذا عقلی دلیل پر نقلی دلیل مقدم ہے اور چونکہ مناظرہ کی حقیقت دلائل قائم کرنا ہے اس لیے مناظرہ کی تعریف کے بعد نقل کی تعریف پیش کی۔ یہ ہے ماقبل سے مطابقت کی صورت۔

۲) **نقل کی تعریف**...... ماتن نے نقل کی جو تعریف کی ہے اس سے دو فائدے حاصل ہوئے اولاً بحسب المعنی کی قید سے یہ حاصل ہوا کہ قول غیر کو لفظ لانا ضروری نہیں جبکہ معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو ثانیاً مظہرا انه قول الغیر سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ قول غیر ایسی وجہ پر ہونا ضروی ہے جس سے ظاہر ہو کہ غیر کا قول ہے اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک آدمی مناظرہ کرتا ہوا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتا ہے قال ابو حنیفۃ رحمۃ اللّٰہ علیہ النیۃ فی الوضوء لیست بفرض مذکورہ عبارت اگر چہ ان الفاظ کے ساتھ فقہ یا اصول فقہ کی کسی کتاب سے ثابت نہ ہو لیکن معنی کے اعتبار سے ثابت ہو تو اسے نقل کہا جائے گا سائل کا یہ اعتراض بے جا ہوگا کہ ان ہی الفاظ کے ساتھ امام صاحب کا قول دکھاؤ بلکہ سائل یہ کہہ سکتا ہے کہ کس کتاب میں ہے مدعی یہ کہے کہ ھدایہ میں پھر سائل کہے ھدایہ دکھاؤ مدعی دکھا دے گا نقل کی ذمہ داری ادا ہو گئی یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ ناقل کے ذمہ صرف کتاب دکھا کر نقل عبارت کی تصحیح ہے اس حکم کی علت نہیں ہے مثلاً: امام صاحب نے فرمایا کہ وضو میں نیت فرض نہیں ہے ناقل کے ذمہ صرف کتابوں سے اتنا ثابت کرنا کافی ہے نیت فرض کیوں نہیں ہے اس کی علت بیان کرنا ناقل کی ذمہ داری نہیں ہے۔

اقتباس کی تعریف...... غیر کے قول کو اس انداز سے نقل کرنا جس سے صراحتاً، ضمناً، کنایۃً

اور اشارۃً یہ ثابت نہ ہو کہ غیر کا قول ہے اقتباس کہلاتا ہے۔

نقل پر تقریر آخر

جب انسان کلام کرتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں اول مہملات جیسے جسق، مسق وغیرہ دوم موضوعات۔ اول بحث سے خارج ہے ثانی کی پھر دو صورتیں ہونگی اول مفرد جیسے لفظ زید دوم مرکب۔ ثانی کی پھر دو صورتیں ہونگی اول مرکب تام دوم مرکب غیر تام جیسے غلام زید اول کی دو صورتیں ہونگی خبر جیسے زید قائم انشاء جیسے اضرب تو مار پس انسان اگر کلام تام خبری سے کرے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا یا تو ناقل ہوگا یا مدعی اور مفرد، مرکب غیر تام میں حکم مفقود ہے اس لیے دعویٰ اور نقل جاری نہیں ہوسکتا لہٰذا اہل مناظرہ مرکب تام سے بحث کرتے ہیں خواہ نظری ہو یا بدیہی غیر اولی۔

ثم اعلم انه بعد مانقل احد المتخاصمين قولا ان كانت صحته و كونه مطابقا للواقع معلومة للآخر فلايصح طلب تصحيحه فانه مع العلم بذلك طلب تصحيحه كان مكابرا اومجادلا وان لم تكن معلومة لابدله من طلب التصحيح والالم يكن مناظرا ولذا اردف قدس سره تعريف النقل بتعريف التصحيح فقال تصحيح النقل هو بيان صدق نسبة ماای قول نسب الى المنقول عنه قوله تصحيح النقل اولٰى من قول القاضی العضد صحة النقل لان الظاهر منه كون النقل صحيحا ولايطلب ذالك بل يطلب التصحيح وهو اظهار ان مانسب الناقل الى المنقول عنه منسوب اليه فی نفس الامر فافهم وترک العطف لان التصحيح من متعلقات النقل

ترجمہ...... پھر تو جان متخاصمین میں سے کسی ایک کی نقل کے بعد اگر اس کی صحت اور اس کا واقع کے مطابق ہونا دوسرے کو معلوم ہو تو طلب تصحیح صحیح نہیں ہے پس بے شک علم ہونے کے باوجود تصحیح طلب کرنا یا تو مکابرہ ہوگا یا مجادلہ اور اگر معلوم نہ ہو تو طلب تصحیح ضروری ہے ورنہ مناظرہ نہ ہوگا اس لیے مصنف نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح نقل کی تعریف کی۔ پس کہا تصحیح نقل وہ بیان ہے جس میں قول کی نسبت منقول عنہ کی

طرف صدق کیساتھ ثابت کرنا ہے اور مصنف کا تصحیح نقل کہنا بہتر ہے قاضی عضد الدین کے صحۃ النقل کہنے سے۔ اس لیے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے نقل کا صحیح ہونا اور اس سے یہ طلب نہیں کرتے بلکہ تصحیح طلب کرتے ہیں اور وہ ناقل کی نسبت منقول عنہ کی طرف منسوب الیہ نفس الامر میں ظاہر کرنا ہے پس اس پر غور کرو اور حرف عطف کو ترک کیا اس لیے کہ تصحیح، نقل کے متعلقات میں سے ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں کا بیان ہے

۱) ماقبل سے مطابقت ۲) قیودات کے فوائد ۳) حرف عاطفہ کا ترک

۱) ماقبل سے مطابقت...... مدعی جب اپنے دعویٰ پر دلیل نقل کرے گا تو سائل کو حق حاصل ہے کہ نقل کی تصحیح طلب کرے مثلاً: اگر کوئی شخص یہ کہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فاسق معلن کی امامت مکروہ ہے سائل یہ سن کر کہے گا کہ امام صاحب کا یہ قول کس کتاب میں ہے؟ مدعی کہے گا ھدایہ اولین میں ہے اب اگر ہدایہ اولین میں امام صاحب کا مذکورہ قول مل جائے تو صحیح ہے اس مثال سے دو باتیں سامنے آئیں اول یہ کہ مدعی نے اپنے دعویٰ پر امام صاحب کا قول نقل کیا دوم یہ کہ قول کی تصحیح ہدایہ اولین سے کی چونکہ نقل کے بعد تصحیح نقل کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے ماتن نے نقل کے بعد تصحیح نقل کی تعریف پیش کی۔

۲) قیودات کے فوائد...... ماتن نے تصحیح کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ منقول کو نفس الامر میں ثابت کیا جائے حالانکہ قاضی عضد الدین نے صحۃ النقل کہا ہے اور صحۃ النقل کہنے سے نقل کا صحیح ہونا ظاہر ہوتا ہے جو کہ اس مقام پر مطلوب نہیں ہے اس لیے صحۃ النقل سے بہتر ہے کہ تصحیح نقل کہا جائے اور ماتن نے یہی کہا ہے۔

۳) حرف عاطفہ کا ترک...... ماتن نے نقل کی تعریف کے بعد تصحیح نقل کی تعریف کی تو درمیان میں حروف عاطفہ میں سے کوئی حرف نہیں لائے اس کی وجہ یہ ہے کہ تصحیح نقل دراصل نقل ہی کے متعلقات میں سے ہے اس لیے حرف عاطفہ لا کر تغایر پیدا نہیں کیا۔

والمدعی من هذا اولی من قول البعض مالا ن المناظرة انما تکون بین ذوات العقول نصب نفسه لاثبات الحکم ای تصدی لان یثبت الحکم الخبری الذی تکلم به من حیث انه اثبات فلایرد ماقیل انه یصدق هذا التعریف علی الناقض بالنقض الاجمالی والمعارض وهما لیسابمدعیین فی عرفهم لانها لم یتصدیا لاثبات الحکم من حیث انه اثبات بل من حیث انه نفی لاثبات حکم تصدی باثباته الخصم ومن حیث انه معارضة لدلیلة بالدلیل فیما اذاکان الحکم نظریاًاو التنبیه فیما اذا کان بدیهیاً غیر اولی قال المصنف فیمانقل عنه فیه مسامحة لان التنبیه لایفید الاثبات کماسیجئی تم کلامه

ترجمہ......اور مدعی وہ ہے جو، یہ بہتر ہے ان بعض کے قول سے جس میں کہا گیا ہے ما اس لیے کہ مناظرہ ذوی العقول کے درمیان ہوتا ہے اپنے آپ کو حکم کے اثبات کے لئے نصب کرے یعنی روک لے اس لیے کہ وہ حکم خبری کو ثابت کرتا ہے وہ جس میں کلام کرے گا اس حیثیت سے کہ یہ ثابت ہے پس اعتراض نہیں وارد ہوگا جو کہ کہا گیا ہے کہ یہ تعریف ناقض بالنقض الاجمالی اور معارض پر صادق آرہی ہے حالانکہ یہ دونوں اہل مناظرہ کی اصطلاح میں مدعی نہیں ہے اس لیے کہ دونوں نے اپنے آپ کو مقرر نہیں کیا ہے ایسے حکم کے اثبات کے لئے جس کو ثابت کرنا ہے بلکہ وہ اپنے آپ کو مقرر کرتے ہیں اس حیثیت سے کہ بے شک وہ نفی ہے اثبات حکم کے لئے مدمقابل نے اپنے آپ کو نصب کیا اس کے اثبات کے لئے اور اس حیثیت سے کہ بے شک وہ معارض ہے دلیل سے دلیل کے لئے ان میں جب حکم نظری ہو یا تنبیہ ان میں جب حکم بدیہی غیر اولی ہو اور مصنف نے اس میں کہا جو ان سے نقل ہے اس میں تسامح ہے اس لیے کہ تنبیہ اثبات کا فائدہ نہیں دیتی جیسا کہ عنقریب آئے گا مصنف کا کلام مکمل ہوا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱)مدعی کی تعریف پر تبصرہ ۲)اعتراض ۳)مناظرہ کن امور میں ہونا چاہئے

۱)مدعی کی تعریف پر تبصرہ...... مدعی کی تعریف ماتن نے ان الفاظ میں کی ہے۔ والمدعی من نصب نفسه لاثبات الحکم بالدلیل او التنبیه اس تعریف میں من کا لفظ ماتن نے استعمال کیا جبکہ بعض لوگوں نے من کے بجائے ما کا لفظ استعمال کیا ہے من ذوی العقول کے لئے اور ما غیر ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے مناظرہ چونکہ ذوی العقول کے مابین ہوتا ہے اس لئے شارح کہتے ہیں کہ یہ تعریف اولیٰ ہے دوسروں کی تعریف سے مَا کا استعمال اگرچہ مجازی طور پر ذوی العقول کے لئے آتا ہے لیکن حقیقی استعمال غیر ذوی العقول میں ہی ہے اس لیے جب حقیقت متعذر نہ ہو تو مجاز کی طرف جانا جائز نہیں ہے اس لیے من کا استعمال بہ نسبت ما کے اولیٰ ہے۔

۲)اعتراض...... یہاں پر ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ مدعی کی یہ تعریف ناقض بالنقض الاجمال اور معارض پر صادق آتی ہے۔

جواب...... اس کا جواب شارح کی کتاب میں موجود ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ناقض بالنقض الاجمالی اور معارض نے اپنے آپ کو کسی حکم کے اثبات کے لئے نصب نہیں کیا بلکہ یہ دونوں حکم کی نفی کرنا چاہتا ہے اس لیے مدعی کی تعریف ان دونوں پر صادق نہیں آتی نقض اجمالی اور معارضہ کی تعریف انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔

۳)مناظرہ کن امور میں ہونا چاہئے...... مناظرہ دو ہی پر ہوسکتا ہے اول نظری مجہول۔ مثلاً العالم متغیر و کل متغیر حادث نتیجه العالم حادث یعنی عالم متغیر ہے اور ہر وہ جو متغیر ہے حادث ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا کہ عالم حادث ہے حکماء کے دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ العالم مستغن عن المؤثر و کل ما هذا شانه فهو قدیم نتیجة العالم قدیم یعنی عالم اثر قبول کرنے سے مستغنی ہے اور ہر وہ جس کی یہ شان ہو وہ قدیم ہوتا ہے نتیجہ یہ نکلا عالم قدیم ہے اب اس نظریہ پر مناظرہ ہوگا کیونکہ ہر ایک دوسرے سے متصادم ہے دوم بدیہی غیر اولی مثلاً حقائق الاشیاء ثابتة یعنی اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں سوفسطائی کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ اشیاء کی حقیقت ثابت ہے اور یہ کس تنبیہ سے ثابت ہوتا ہے چونکہ دونوں بدیہی غیر اولی میں مختلف ہو گئے اس لیے اب اس میں مناظرہ ہوگا۔

بدیہی غیر اولی...... بدیہی غیر اولی ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جس میں کوئی خفا ہو عقل اگر معمولی توجہ ڈالے تو خفاء دور ہو جائے مثال گزر چکی ہے۔

بدیہی اولی...... بدیہی اولی ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جس میں کوئی خفا نہ ہو اور عقل بغیر غور وفکر کے اسے حاصل کرے مثلاً: سورج نکلا ہوا ہو۔ اب سورج نکلنے پر مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو آدمی غور وفکر کے بعد حاصل کرتا ہے۔

انتباہ...... مناظرہ اگر نظری مجہول پر ہو تو مدعی اسے دلائل سے ثابت کرے گا اور اگر بدیہی غیر اولی پر ہو تو مدعی تنبیہ سے ثابت کریگا اس لیے ماتن نے تعریف میں بالدلیل اور التنبیہ فرمایا۔

فان قلت لما كان التنبيه غير مفيد للاثبات لايصح تعلق قوله بالتنبيه بقوله لاثبات الحكم فكيف حكم بالمسامحة التى هى ارادة خلاف الظاهر قلت يمكن تصحيح التعلق بارادة عموم المجاز فى الاثبات بان يراد بالاثبات تمكين الحكم فى ذهن المخاطب وذالک قد يكون بالا ثبات وقد يوجد بالاظهار ثم عرف مولانا عصام الملة والدين فى شرحه للرسالة العضدية المدعى بقوله هومن يفيد مطابقة النسبة للواقع وقيل فيه نظر اذهو يصدق علىٰ كل من قالَ بجمل لافادتها كلها الصدق بالاتفاق ولكن بعضهالا يدعىٰ بها الصدق كاطراف الشرطيات فلايكون التعريف مطردًا اقول معنى كلامه ان المدعى من تصدى نفسه لافادة مطابقة النسبة الخبرية للواقع على ان اطراف الشرطيات حين كونها اطرافا لها ليست بجمل ثم المدعى ان شرع فى الدليل الانى يسمّى مستدلا وان شرع فى الدليل اللمّى يسمّى معللاقد يستعمل كل منهما مقام الأخر بمعنى المتمسک بالدليل مطلقا

ترجمہ...... پس اگر تو کہے کہ تنبیہ اثبات کے لئے غیر مفید ہے اس لیے ماتن کے قول او التنبیہ کو لاثبات الحکم کے متعلق بتانا درست نہیں تو کیسے مسامحت کے ساتھ حکم کا فائدہ ہوگا اور وہ ظاہر کے خلاف ارادہ کرنا ہے میں کہتا ہوں اثبات میں عموم مجاز کے ارادہ کے ساتھ تعلق کا صحیح ہونا ممکن ہے اثبات سے مراد مخاطب کے ذہن میں حکم کو قائم رکھنا ہے

اور یہ کبھی اثبات ہوتا ہے اور کبھی یہ اظہار کیساتھ پایا جاتا ہے پھر مولانا عصام الدین نے اپنے رسالے عضدیہ میں مدعی کی تعریف اس قول کے ساتھ کی کہ مدعی وہ ہے جو واقع کے لیے نسبت کے مطابق ہونے کا فائدہ دے اور کہا گیا ہے کہ اس میں غور وفکر ہے جبکہ یہ تعریف ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو چند جملے کہے اس کے لئے جس میں سب کے سب بالاتفاق صادق ہوں لیکن اس کے بعض کے بارے میں صدق کا دعویٰ نہیں کیا گیا ہے جیسے شرطیات کے اطراف ۔ پس تعریف دخول غیر سے مانع نہیں میں کہتا ہوں ان کے کلام کا معنی یہ ہے کہ بے شک مدعی وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پابند کیا واقع کے لیے نسبت خبریہ کے مطابق ہونا اس پر کہ بے شک اطراف شرطیات اس حیثیت سے کہ اطراف جمل نہیں پھر مدعی اگر دلیل انی شروع کرے تو اس کا نام متدل ہے اور اگر دلیل لمی شروع کرے اس کا نام معلل ہے اور کبھی ان میں ہر ایک دوسرے مقام میں استعمال ہوتا ہے یعنی مطلق دلیل پکڑنے کے معنی میں ۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تین چیزوں پر بحث کی گئی ہے

۱)اعتراض ۲)مولانا عصام صاحب کی تعریف ۳)دلیل کی قسمیں

۱)اعتراض...... اس اعتراض کا جواب مصنف نے خود دیا ہے اور اعتراض ھذا مصنف کی حاشیہ منہیہ سے منقول ہے رشیدیہ کی عبارت میں اعتراض مع جواب منقول ہے۔

تسامح کی تعریف...... ظاہر کے خلاف معنی کا ارادہ کرنا تسامح کہلاتا ہے۔

عموم مجاز کی تعریف...... عموم مجاز اس مجاز کو کہتے ہیں جس میں حقیقت کے افراد بھی شامل ہوں مثلاً: اگر کوئی آدمی حلف اٹھائے کہ گندم نہیں کھائے گا تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عین گندم کھانے سے حانث ہوگا اور روٹی کھانے سے حانث نہیں ہوگا۔ صاحبین کے نزدیک روٹی کھانے سے بھی حانث ہوگا کیونکہ یہاں عموم مجاز پایا جارہا ہے۔

۲)مولانا عصام کی تعریف...... رسالہ عضدیہ میں مولانا عصام نے مدعی کی جو تعریف کی

ہے اس تعریف پر ایک اعتراض واقع ہوتا ہے شارح نے اعتراض نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے جو کہ رشیدیہ کی عبارت میں موجود ہے۔

اطراف شرطیات...... اطراف شرطیات سے مراد مقدم اور تالی ہے جیسے کانت الشمس طالعة اس مثال میں شمس مقدم ہے اور طالعة تالی کیونکہ قضیہ شرطیہ میں پہلے جزء کو مقدم اور دوسرے جزء کو تالی کہتے ہیں

۳) دلیل کی قسمیں...... دلیل کی قسمیں حسب ذیل ہیں۔

اول عقلی...... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں عقلی ہوں جیسے العالم متغیر و کل متغیر حادث اس مثال میں العالم متغیر صغریٰ ہے اور کل متغیر حادث کبریٰ ہے۔

دوم عقلی و نقلی...... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ یا کبریٰ دونوں میں سے ایک عقلی ہو اور ایک نقلی جیسے شوافع کا کہنا۔ النية فی الوضوء شرط لانه عمل و انما الاعمال بالنيات اس مثال میں النية فی الوضوء شرط لانه عمل صغریٰ ہے انما الاعمال بالنيات کبریٰ ہے صغریٰ عقلی ہے اور کبریٰ نقلی ہے یا اس کے عکس۔

سوم نقلی...... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں نقلی ہوں جیسے تارک المامور عاص و کل عاص یستحق العقاب اس مثال میں **تارک المامور عاص** صغریٰ ہے اور یہ اللہ کے فرمان اَفَعَصَيْتَ اَمْرِیْ سے ماخوذ ہے۔ کل عاص یستحق العقاب کبریٰ ہے اور یہ اللہ کا فرمان وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ سے ماخوذ ہے۔

دلیل عقلی کی دو قسمیں ہیں (۱) دلیل لمی (۲) دلیل انی

۱) **دلیل لمی**...... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں علت سے معلول پر استدلال کیا گیا ہو جیسے هذا متعفن الاخلاط و كل متعفن الاخلاط فهو محموم فهذا محموم اس مثال میں هذا محموم معلول ہے اور متعفن الاخلاط علت ہے علت سے معلول پر استدلال کیا۔

۲) **دلیل انی**...... یہ اس دلیل کو کہتے ہیں جس میں معلول سے علت پر استدلال کیا گیا ہو جیسے هذا محموم و کل محموم متعفن الاخلاط فهذا متعفن الاخلاط اس مثال کو سمجھنے

کے لئے دلیل لمی کو عکس کر کے سمجھیں دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ مدرسہ کیوں نہیں آتے شاگرد کہتا ہے کہ مدرسہ میں پڑھائی نہیں ہوتی اس لیے نہیں آتا اب استاد عکس کر کے یوں کہے کہ جب تم نہیں آؤ گے تو پڑھائی کیا ہوگی۔

انتباہ: مدعی اگر دلیل لمی قائم کرے تو اسے معلل کہا جاتا ہے اور اگر دلیل انی قائم کرے تو مستدل کہا جاتا ہے۔

والسائل من نصب نفسه لنفيه اى لنفى الحكم الذى ادعاه المدعى بلانصب دليل عليه فعلى هذا يصدق على المناقض فقط وقد يطلق ماهواعم وهو كل من تكلم على ماتكلم به المدعى اعم من ان يكون مانعا اوناقضا اومعارضا

ترجمہ......اور سائل وہ ہے جس نے اپنے آپ کو پابند بنایا ہو اس کی نفی کے لئے یعنی ایسے حکم کی نفی کے لیے جس کا دعویٰ مدعی نے کیا ہو اس پر بغیر دلیل قائم کیے۔ پس اس تعریف پر صرف مناقض صادق آتا ہے اور کبھی عمومی طور پر اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جس نے مدعی کے خلاف کلام کیا ہو یا خواہ وہ مانع ہو ناقض ہو یا معارض ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) سائل کی تعریف (۲) اعتراض

۱- سائل کی تعریف:- سائل کی تعریف متن کتاب میں موجود ہے یعنی سائل وہ ہے جو اپنے آپکو مدعی کے دعویٰ میں جو حکم ہے اسکی نفی کا پابند بنالے سائل اور مدعی کی تعریف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مدعی کے ذمہ اپنے دعویٰ کے حکم پر دلیل قائم کرنا ہے اور سائل کے ذمہ تین باتیں ہیں،

☆ اول نفی......یعنی مدعی نے جو دلیل قائم کی ہے اس دلیل کو باطل کرے۔

☆ دوم منع......یعنی مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ کے حکم پر دلیل طلب کرے۔

☆ سوم معارضہ......یعنی مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے جس قسم کی دلیل قائم کی ہے اسی قسم کی دلیل سائل قائم کرے ان تینوں پر تفصیلی گفتگو انشاء اللہ عنقریب کی جائے گی۔

☆ اعتراض...... جیسا کہ اوپر کی بحث سے معلوم ہو چکا ہے کہ سائل کے ذمہ تین چیزیں ہیں لیکن سائل کی مذکورہ تعریف سے صرف اس کا مناقض ہونا ثابت ہو رہا ہے باقی دو پر اس کا اطلاق نہیں ہو رہا ہے۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کبھی عمومی طور پر مطلق سائل کا لفظ ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو بغیر کسی قید کے مدعی کے دعویٰ کے حکم کی نفی کرتا ہو ایسی صورت میں سائل کا اطلاق متذکرہ تینوں چیزوں پر یعنی ناقض، معارض اور مانع پر ہو جائے گا جو اعتراض وارد ہوا تھا وہ رفع ہو گیا۔

والدعوی مای قضیة یشتمل علی الحکم اشتمال الکل علی الجزء المقصود اثباته بالدلیل او اظهاره بالتنبیه وفیه انه قد یکون الحکم المدعی بدیهیا اولیا ویمکن ان یقال اذا کان الحکم کذالک لم یتحقق المناظرة لانه لم ینکره الامجادل اومکابر ویسمی ذالک من حیث انه یرد علیه اوعلی دلیله السوال اوالبحث مسئلة و مبحثاً ومن حیث انه یستفاد من الدلیل نتیجة ومن حیث انه قد یکون کلیا قاعدة وقانونا

ترجمہ...... اور دعویٰ وہ قضیہ ہے جو ایسے حکم پر مشتمل ہوتا ہے جیسے کل کا جزء مقصود پر مشتمل ہونا اس کا ثبوت دلیل سے ہو گا یا اس مقصود کا اظہار تنبیہ سے ہو گا اور اس میں غور و فکر ہے کہ بے شک کبھی مدعی کا حکم بدیہی اولی ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جب ایسا ہو مناظرہ متحقق نہیں ہو گا اس لیے کہ اس کا انکار مجادل یا مکابر ہی کرے گا اور اس حیثیت سے کہ اس پر اعتراض وارد ہو یا اس کی دلیل پر اعتراض وارد ہو یا اس پر بحث کی جائے مسئلہ اور مبحث کہا جاتا ہے اور اس حیثیت سے کبھی بے شک وہ کلی ہوتا ہے قاعدہ اور قانون کہا جاتا ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں عمومی طور پر دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔

۱- دعویٰ کی تعریف ۲- چند اصطلاحات کی تقریر

دعویٰ کی تعریف...... میں ماتن نے مقصود بیان کرنے کے لیے دو طریقے بتائے ہیں۔

☆ **طریقہ اول**...... اگر دعویٰ نظری مجہول ہو تو اس کا اثبات دلیل سے ہوگا مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتوں میں سے ایک صفت قرآن مجید میں یہ بتائی گئی ہے کہ وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ دوسری جگہ اللہ فرماتا ہے وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ پہلی آیت صغریٰ اور دوسری آیت کبریٰ ان دونوں کو ملا کر نتیجہ اخذ کیا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کی طرف سے رحمت بن کر آئے اور اللہ کی رحمت ہر چیز پر محیط ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام حاضر و ناظر ہیں اس کو مصنف نے المقصود اثباته بالدليل سے تعبیر کیا ہے۔

☆ **طریقہ ثانی**...... اور دعویٰ بدیہی غیر اولی ہو تو اس کا ثبوت تنبیہ سے ہوگا مثلاً: حقائق الاشياء ثابتة یعنی تمام اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں سوفسطائی کہے کہ میں نہیں مانتا کہ تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا کہ جس طرح سراب دیکھنے والا یہ سمجھے کہ پانی ہے لیکن قریب جا کر جب دیکھتا ہے تو پانی کا وجود نہیں ہے اس اعتراض پر اہل حق اس تنبیہ سے دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب اہل اشیاء کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں تو اس کی کچھ نہ کچھ حقیقت ضرور ہے مصنف نے اس کی طرف او اظهاره بالتنبيه کہہ کر اشارہ کیا۔

☆ **اعتراض**...... اگر مدعی بدیہی اولی ہو تو اس کو کس دلیل سے ظاہر کیا جائیگا کیونکہ ماتن کی تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی اگر نظری ہو تو دلیل سے ثابت کریں گے اور بدیہی غیر اولیٰ ہو تو تنبیہ سے ثابت کریں گے۔

☆ **جواب**...... مدعی اگر بدیہی اولی ہو تو مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ ایسے دعویٰ پر انکار وہی شخص کرے گا جو مجادل یا مکابر ہوگا اور یہاں مناظرہ کی بات ہو رہی ہے۔

چند اصطلاحات کی تعریفات

مسئلہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس پر یا اس کی دلیل پر اعتراض وارد ہو تو اسے مسئلہ کہتے ہیں۔

مبحث: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس پر بحث کی جاتی ہو مبحث کہتے ہیں۔

نتیجہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ وہ دلیل سے مستفاد ہو تو نتیجہ کہتے ہیں

قاعدہ قانون: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ کلی ہو قاعدہ یا قانون کہتے ہیں۔ دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ اس میں صدق اور کذب کا احتمال ہو خبر کہتے ہیں۔

مقدمہ: اگر دعویٰ اس حیثیت سے ہو کہ دلیل کا جزء ہو مقدمہ کہتے ہیں۔ پیش کردہ اصطلاحات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کیونکہ مناظرہ میں اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

والمطلوب اعمُّ من الدعویٰ تصوری کماھیة الانسان مثلاً او تصدیقی مثل العالم حادث ویسمی من حیث انه موضع الطلب کانه یقع فیه الطلب مطلباً ایضا و قدیقال المطلب دون المطلو ب لمایطلبُ به التصورات مثل قولھم الانسان ماھو والتصدیقات کمایقال ھل العالم حادث ولما کان اکتساب المطلوبُ التصوری بالتعریف واکتساب التصدیقی بالدلیل

ترجمہ...... اور مطلوب دعویٰ سے عام ہے تصوری جیسے انسان کی ماہیت یا تصدیقی جیسے عالم حادث ہے اور اس حیثیت سے طلب کی جگہ ہو گویا کہ اس میں طلب واقع ہوتی ہو مطلب کہا جاتا ہے اور مطلوب کے علاوہ مطلب بھی کہتے ہیں جب اس سے تصورات طلب کئے جائیں جیسے انسان کیا ہے؟ اور تصدیقات طلب کی جائیں جیسے کیا عالم حادث ہے؟ اور مطلوب تصوری کا اکتساب تعریف سے ہوگا اور مطلوب تصدیقی کا اکتساب دلیل سے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں مطلوب یا مطلب پر بحث کی گئی ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

مطلوب کا استعمال...... مطلوب کبھی تصوری ہوتا ہے جیسے اشیاء کے حقائق اور اسکی ماہیت

وغیرہ مطلوب جب تصوری ہو تو تعریف کرنے سے حاصل ہوگا۔ مثلاً ماہیتِ انسان وغیرہ مطلوب ہو تو انسان کی تعریف کرنے سے حاصل ہوگا جیسے حیوان ناطق اور کبھی مطلوب تصدیقی ہوتا ہے جیسے قضایا۔ مطلوب جب تصدیقی ہو تو اس وقت دلیل دینے سے حاصل ہوگا مثلاً عالم کے حادث اور قدیم کی تصدیق اگر مطلوب ہو تو فقط عالم اور حدوث یا قدیم کی تعریف سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ اس کے واسطے دلیل کی ضرورت پڑے گی اور وہ یہ ہے العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث العالم مستغن عن المؤثر و کل ماھو شانہ فھو قدیم فالعالم قدیم۔

دعویٰ کا استعمال...... دعویٰ فقط تصدیقات میں استعمال ہوتا ہے اس حیثیت سے جہاں دعویٰ صادق آئے گا وہاں مطلوب بھی صادق آئے گا لیکن یہ ضروری نہیں کہ جہاں مطلوب صادق آئے وہاں دعویٰ بھی صادق آئے۔

مطلوب اور دعویٰ میں نسبت...... متذکرہ تشریح کی روشنی میں ان دونوں کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت پائی جارہی ہے یعنی مطلوب عام ہے اور دعویٰ خاص ہے۔

تصور کی تقسیم...... اس کی دو قسمیں ہیں (۱) تصور معدوم الوجود (۲) تصور بحسب الوجود

۱) **تصور معدوم الوجود**...... یہ وہ تصور ہے جس میں شئے کا صرف تصور ہوتا ہے لیکن خارج میں اس کا وجود معدوم ہوتا ہے جیسے عنقاء یہ ایک پرندہ تھا اب اس کا وجود دنیا میں نہیں ہے لیکن اس کا تصور پایا جاتا ہے اس تصور کے بارے صرف تشریح طلب کی جائے گی۔

۲) **تصور بحسب الوجود**...... یہ وہ تصور ہے جس میں شئے کا تصور بھی ہوتا ہے اور شئے خارج میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً زید اس تصور کے بارے میں حقیقت طلب کی جائے گی۔

تصدیق کی تقسیم...... (۱) تصدیق وجود شئے فی نفسہ (۲) تصدیق وجود شئے علی صفۃ اخریٰ

۱) **تصدیق وجود شئے فی نفسہ**...... یہ وہ تصدیق ہے جس میں فی نفسہ شئے کا وجود پایا جاتا ہے مثلاً زید موجود ۔ اس مثال میں موجود کا اطلاق صرف زید پر ہوگا اس تصدیق میں صرف بسائط طلب کئے جاتے ہیں۔

۲) **تصدیق وجود شئے علی صفۃ اخریٰ**...... یہ وہ تصدیق ہے جس میں ایک کے وجود سے

دوسرے کا وجود مستلزم ہو مثلاً جب بیٹا کہا جائے گا تو باپ کی تصدیق لازم آئے گی اس تصدیق میں مرکبات طلب کئے جاتے ہیں۔

وكانت التصورات مقدمة على التصديقات قدم تفصيل التعريف بحيث يعلم منه تعريف اقسامه -

ترجمہ......اور تصورات تصدیقات پر مقدم ہیں اس لیے تعریف کی تفصیل کو مقدم کیا اس حیثیت سے کہ اس کے جاننے سے اس کی اقسام کی تعریف بھی حاصل ہوگی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں مابعد اور ماقبل کی مناسبت کو بیان کیا گیا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ تصورات تصدیقات پر مقدم ہیں اور یہ تقدم بھی طبعی ہے اس لیے اولاً تصور کی تعریف اس کی تقسیم کی معرفت پر کلام کریں گے اس کے بعد تصدیقات پر یہی مناسبت ہے۔ علمِ نحو میں کلمہ کو کلام پر مقدم اس لئے رکھتے ہیں کہ اس میں تقدم طبعی ہے کیونکہ کلام دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے تو جب تک کلمہ کا وجود نہ ہوگا اس وقت تک کلام مرکب نہیں ہوسکتا۔

تقدم کی تقسیم

تقدم کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں (۱) تقدم ذاتی (۲) تقدم طبعی (۳) تقدم رتبی (۴) تقدم زمانی (۵) تقدم مکانی (۶) تقدم وضعی

☆ تقدم ذاتی...... یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر تاثیر میں مقدم کی طرف محتاج ہو اس حیثیت سے کہ متقدم متاخر کے لیے علت ہو جیسے ہاتھ کی حرکت مفتاح کی حرکت سے ذاتی طور پر مقدم ہے کیونکہ اولاً حرکت ہاتھ پر واقع ہوگی اور ہاتھ چابی کو حرکت دے گا۔

☆ تقدم طبعی...... یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر محتاج ہو متقدم کی طرف لیکن علت نہ ہو جیسے ایک کا تقدم دو پر کیونکہ جب تک ایک کا وجود نہیں ہوگا اس وقت تک دو کا وجود نہیں ہوگا لیکن ایک نے دو پر کوئی اثر نہیں ڈالا اس لیے متقدم متاخر کے لئے علت نہیں ہے۔

☆ تقدم رتبی...... یہ وہ تقدم ہے جس میں متاخر متقدم سے درجہ میں اعلیٰ ہو جیسے ہمارے پیارے نبی ﷺ سارے انبیاء سے متاخر ہیں لیکن رتبہ میں مقدم ہیں۔

☆ تقدم زمانی...... یہ وہ تقدم ہے جس میں متقدم متاخر سے زمانے کے اعتبار سے مقدم ہو جیسے باپ بیٹا پر زمانے کے اعتبار سے مقدم ہوتا ہے۔

☆ تقدمِ مکانی...... یہ وہ تقدم ہے جس میں متقدم متاخر سے صرف مکانی اعتبار سے مقدم ہو جیسے امام اور مقتدی، اگر بیٹا امام ہو اور باپ مقتدی تو بیٹا فقط مکان کے اعتبار سے باپ پر مقدم ہے۔

☆ تقدم وصفی...... یہ وہ تقدم ہے جس کو متکلم اپنے کلام میں متاخر اور متقدم رکھتا ہے جیسے بسملہ اور تحمید ان دونوں میں تقدم بحسب وضع ہے۔

انتباہ..... مذکورہ تقدم ستہ میں تصورات اور تصدیقات کی تقدیم بحسب طبعی ہے اس لیے شارح نے تقدم طبعی کہا۔

فقال ثم التعريف اماً حقيقي يقصد به تحصيل صورة غير حاصلة فان علم وجودها فبحسب الحقيقة اى فهو تعريف بحسب الحقيقة والا فبحسب الاسم واماً لفظي يقصد به تفسير مدلول اللفظ اعلم ان التعريف اما ان يحصل فى الذهن صورة غير حاصلة اويفيد تمييز صورة حاصلة عما عداها الثانى لفظى اذ فائدته معرفة كون اللفظ بازاء معنى معين كقولنا الغضنفر الاسد٥

ترجمہ.....پس کہا پھر تعریف یا حقیقی ہوگی اس سے غیر حاصلہ صورت کی تحصیل کا ارادہ کیا گیا ہو پس اگر اس کے وجود کے اعتبار سے جانا گیا ہو۔ تو وہ حسب حقیقت ہے یعنی پس وہ تعریف بحسب حقیقت ہوگی ورنہ بحسب اسم اور لفظی اس سے لفظ کے مدلول کی تفسیر کا ارادہ کیا گیا ہو تو جان کہ بے شک تعریف سے غیر حاصلہ صورت ذہن میں حاصل ہوگی یا صورت حاصلہ کا اس کے علاوہ سے تمیز کا فائدہ ہوگا ثانی لفظی جب اس کا فائدہ لفظ کا معنی معین کے مقابلے میں ہونے کی معرفت ہے جیسے ہمارا کہنا غضنفر یعنی اسد۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے(۱) تعریف کی قسم (۲) تعریف کا فائدہ

۱)......تعریف کی قسم

تعریف حقیقی کی تعریف ...... جس سے کسی شئے کی صورت غیر حاصلہ کے حاصل کرنے کا ارادہ کیا جائے جیسے کسی کو شیر کا علم نہ ہو۔ اس کے سامنے شیر کی تعریف کرنا حیوان مفترس۔ شیر کی صورت غیر حاصلہ اس تعریف سے اس کو حاصل ہو جائے گی۔

فائدہ...... تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں اول تعریف بحسب الحقیقت دوم تعریف حقیقت بحسب الاسم۔

تعریف حقیقی بحسب الحقیقت ...... جس سے کسی شئے کی موجود فی الخارج ہونے کا علم حاصل ہو۔ مثال گزر چکی ہے۔

تعریف حقیقی بحسب الاسم ...... جو حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے جیسے اسم کی تعریف مادل علی معنی فی نفسه اس تعریف سے ایک حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ حاصل ہوا ہے۔

تینوں تعریف میں فرق ..... تعریف حقیقی بحسب الحقیقت اور تعریف بحسب الاسم میں فرق یہ ہے کہ جو تعریف کسی شئے کی ماہیت کی معرفت کا فائدہ دے قطع نظر کہ وہ ماہیت موجود ہو یا نہیں؟ یہ تعریف حقیقی ہے اور جس تعریف سے نفس الامر میں ماہیت کے موجود ہونے کا فائدہ حاصل ہو وہ تعریف حقیقی بحسب الحقیقت ہے اور جو تعریف حقیقیہ اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا فائدہ دے وہ تعریف بحسب الاسم ہے تمام اصطلاحات کی تعریف اسی آخری قسم میں شامل ہے۔

تعریف لفظی میں مذاہب

☆ **پہلا مذہب** ...... علامہ تفتازانی کہتے ہیں کہ تعریف لفظی مطالب تصوریہ میں سے ہے اور یہی مذہب علامہ صدر الشیرازی اور محقق دوانی کا ہے لیکن تینوں کی علتیں مختلف ہیں۔

☆ **دوسرا مذہب** ...... علامہ سید شریف کہتے ہیں کہ تعریف مطالب تصدیقیہ میں سے ہے۔

تعریف کا فائدہ

۱) اگر کسی چیز کی صورت پہلے سے حاصل نہ ہو تو تعریف کے بعد وہ صورت حاصل ہوگی۔

۲) اگر صورت پہلے سے حاصل ہو تو ایک دوسرے میں تمیز کا فائدہ ہوگا

۳) اگر لفظ کا معنی متعین شے پر دلالت کرے تو معاونت کا فائدہ حاصل ہوگا۔

وذلک قدیکون مفردا کما ذکرنا وھو الاکثر وقد یکون مرکباً کتعریفات الوجود حیث صرح العلماء بانھا لفظیة والاول اماان یحصل فی الذھن صورة علم وجودھا بحسب نفس الامر کتعریف الانسان بانه حیوان ناطق اولابان لایحصل الاصورة لاوجود لھاالابحسب الاصطلاح من الماھیات الاعتباریة کتعریف الکلمة بانھا لفظ وضع لمعنی مفردافالاول تعریف بحسب الحقیقة والثانی بحسب الاسم٥

ترجمہ......اور تعریف کبھی مفرد ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور یہ اکثر ہے اور تعریف کبھی مرکب ہوتی ہے جیسے وجود کی تعریفات اس حیثیت سے علماء نے صراحت کی کہ بے شک یہ لفظی ہے اور اول یہ کہ جو صورت ذہن میں حاصل ہو اس کا وجود بحسب نفس الامر کے جانا گیا ہے جیسے انسان کی تعریف کہ بے شک وہ حیوان ناطق ہے یا نہیں یہ کہ حاصل نہیں ہوگی مگر صورتا اس کا وجود نہیں ہوگا مگر بحسب اصطلاح ماہیات اعتباریہ میں سے جیسے کلمہ کی تعریف کہ بے شک یہ وہ لفظ ہے جو منفرد معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو اول تعریف بحسب حقیقت ہے اور ثانی بحسب اسم۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے۔(۱) تعریف باعتبار مفرد یا مرکب (۲) تعریف کی تقسیم۔

۱) **تعریف باعتبار مفرد یا مرکب:** تعریف کے بارے میں اکثر رائے یہ ہے کہ مفردات کی تعریف کی جاتی ہے لیکن مرکبات کی تعریف بھی ہوتی ہے مرکبات کی مثال شارح نے وجود

کی دی ہے وجود کی تعریف متکلمین الثابت العین سے کرتے ہیں اور عدم کی تعریف المنفی العین سے کرتے ہیں الثابت کے بعد العین کا لفظ تنبیہ کے طور پر ہے کیونکہ متکلمین ایسے وجود سے بحث نہیں کرتے جو خارج میں موجود نہ ہو یہاں پر وجود کی تقسیم ہو رہی ہے اول وجود خارجی جس کی تعریف الثابت العین سے ہوگی دوم وجود ذہنی اس کی تعریف میں العین کی قید نہیں لگائی جائیگی۔

☆ اعتراض...... شارح نے وجود کی جس تعریف کی طرف اشارہ کیا ہے اس تعریف سے تعریف الشئی بنفسہ لازم آ رہا ہے کیونکہ ثبوت اور وجود مرادف ہیں اسی طرح عدم کی تعریف میں بھی کیونکہ منفی اور عدم مرادف ہیں۔

☆ جواب...... وجود کی تعریف کبھی الوجود ما یمکن ان یخبر عنہ یعنی وجود وہ ہے جس سے خبر دینا ممکن ہو اور عدم کی تعریف یوں کی جاتی ہے العدم مالا یمکن ان یخبر عنہ یعنی عدم وہ ہے جس سے خبر دینا ممکن نہ ہو۔ ان دونوں تعریفوں سے تعریف الشیء بنفسہ لازم نہیں آتی۔

☆ اعتراض...... پیش کردہ تعریف سے بھی تعریف الشیء بنفسہ لازم آتا ہے کیونکہ تعریف میں یمکن اور لایمکن کے الفاظ آ رہے ہیں اور یہ دونوں امکان سے ماخوذ ہیں اور امکان عدم و وجود دونوں جانب سے سلب ضروری کا نام ہے لہذا امکان کی تعریف امکان ہی سے لازم آ رہی ہے۔

☆ جواب...... بعض لوگوں نے وجود کی تعریف میں امکان کا لفظ استعمال نہیں کیا اس لئے انکی تعریف پر مذکورہ اعتراض نہیں ہوسکتا لیکن انکی تعریف پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وجود اور عدم کی تعریف میں امکان کی قید نہیں لگائی جائے گی تو تعریف ہی غلط ثابت ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں اسکا واجب ہونا ثابت ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے۔

خلاصۂ جواب

ان تمام اعتراضات کو ایک ہی جواب سے رفع کیا جاسکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تعریف مرکب در حقیقت تعریف لفظی ہے جیسے غضنفر کی تعریف اسد سے کی جائے۔ اسی طرح وجود کی تعریف الثابت العین سے کی جائے تو باعتبار لفظ یہ تعریف مرکب ہے۔ اب اسی جواب پر نہ دور لازم آ رہا

ہے اور نہ ہی تعریف الشئی بنفسہ۔

۲) تعریف کی تقسیم......اس تقسیم پر مفصل بحث گزر چکی ہے سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

وقد اشار المحقق الطوسی الی ان التعریف اللفظی یناسب باللغة والحقیقی بغیر ھالایقال تقسیم الحقیقی الی ماھو بحسب الحققیة والی ماھو بحسب الاسم تقسیم الی نفسه والی غیره لانانقول اراد المصنف قدس سره بالحقیقی مایفید معرفة ماھیة الشئی اعم من ان تکون تلک الماھیة موجودة اولا بماھو بحسب الحقیقة مایفید معرفة الحقیقة الموجودة و بما ھو بحسب الاسم ما یفید معرفة الحقیقة الاعتباریة الاصطلاحیة کمایظھر لک من وجه الضبط

ترجمہ......اور تحقیق محقق طوسی نے اشارہ کیا کہ بے شک تعریف لفظی لغت سے مناسبت رکھتی ہے اور حقیقی اس کے غیر سے، نہیں کہا جائے گا کہ حقیقی تقسیم ہو رہی ہے اس کی طرف جو بحسب حقیقت ہو اور جو بحسب اسم ہو۔ حقیقت کی طرف اور غیر کی طرف اس لیے ہم کہتے ہیں کہ مصنف نے حقیقی سے ارادہ کیا جو شئی کی ماہیت کا فائدہ دے عام ازیں کہ وہ ماہیت خارج میں موجود ہو یا نہیں اور اس کے ساتھ جو بحسب حقیقت ہو ایسی حقیقت کی معرفت کا جو موجود ہو اور اس کے ساتھ جو بحسب اسم ہو جو فائدہ دے ایسی حقیقت کا جو اعتبار اصطلاحی ہو جیسا کہ یاد کرنے کیا وجہ سے تمہارے واسطے ظاہر ہوگا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تقسیم تعریف پر ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

- اعتراض......تعریف کی تقسیم باعتبار حقیقت اور باعتبار اسم سے تقسیم الشئی الیٰ نفسه والیٰ غیره لازم آرہا ہے کیونکہ تعریف حقیقی کی تقسیم میں بحسب حقیقت سے تقسیم الشئی الی نفسه اور بحسب اسم کہنے سے تقسیم الشئی الی غیره لازم آرہا ہے
- جواب......مصنف نے حقیقی سے مراد مایفید معرفة ماھیة الشئی لی ہے یعنی جو ماہیت

شئے کی معرفت کا فائدہ دے اگر وہ ماہیت خارج میں موجود نہ ہو تو بحسب اعتباریہ اصطلاحیہ ہے۔ اول کی مثال حیوان ناطق یہ انسان کی تعریف ہے اور اس کی ماہیت نفس الامر میں موجود ہے دوسرے کی مثال الکلمة لفظ وضع لمعنی مفرد یہ کلمہ کی تعریف ہے لیکن اس کے افراد خارج میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ماتن کی پیش کردہ تعریف سے تقسیم الشئی الی نفسہ لازم نہیں آتا اس لیے اعتراض رفع ہو گیا۔

ثم الشیخ ابن الحاجب ذکر فی تعریف التعریف اللفظی قوله بلفظ اظهر مرادف فیرد علیه ان تعریفات الوجود لفظیة مع انها لاتوصف بالترادف لان الترادف من اوصاف المفرد والجواب عنه انه اذاقصد التمیز بلفظ مرکب لایقصد به نفصیله بل یعتبر المجموع من حیث هو مجموع فیوصف بالترادف حکماً ولایخفی مافیه من التکلف فظهر بذلک وجه العدول من ذالک الی ماذکره قدس سره

ترجمہ...... پھر شیخ ابن حاجب نے تعریف لفظی کی تعریف میں ذکر کیا ان کا کہنا لفظ اظہر کے ساتھ مرادف پس اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وجود کی تعریف لفظی ہے ساتھ اس کے کہ ترادف سے موصوف نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ترادف مفرد کے اوصاف میں سے ہے جواب ان کی طرف سے یہ ہے کہ جب لفظ مرکب سے تمیز لاتعد ہو اس کی تفصیل کا قصد اس کے ساتھ نہ ہو بلکہ مجموع من حیث مجموع کا اعتبار کیا جائے گا پس ترادف سے حکماً موصوف کر سکتے ہیں اس میں جو تکلفات ہیں وہ مخفی نہیں ہے پس اس تعریف سے عدول کی وجہ، دوسرے قول کی طرف ظاہر ہو گئی۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے:-

(۱) ابن حاجب کی تعریف پر اعتراض (۲) ماتن کے عدول کی وجہ۔

۱) ابن حاجب کی تعریف پر اعتراض...... چونکہ علامہ ابن حاجب تعریف لفظی میں ترادف

کے قائل ہیں اس لیے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ترادف کا تعلق مفردات سے ہے جبکہ تعریف لفظی میں وجود کی جو تعریف پیش کی گئی ہے یعنی الثابت العین یہ مرکب ہے۔

☆ جواب...... یہ اعتراض اس وقت قائم ہوسکتا ہے جب ثابت اور عین کو جدا جدا تسلیم کریں لیکن اس کی صورت عبداللہ کی طرح ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ عبداللہ کو جب کسی کی صفت تسلیم کریں گے تو یہ مرکب ہے کیونکہ عبداللہ دونوں مل کر صفت بنے جس کا ترجمہ اللہ کا بندہ یعنی مضاف اور مضاف الیہ بن کر لیکن اگر علم تسلیم کرلیں تو یہ مفرد ہے مجموعہ من حیث المجموع کے اعتبار سے پس اسی طرح الثابت العین مجموع من حیث المجموع مفرد ہے لہٰذا اعتراض رفع ہوگیا۔

۲) ماتن کے عدول کی وجہ...... علامہ ابن حاجب کی پیش کردہ تعریف میں تکلفات زیادہ ہیں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے اسی وجہ سے ماتن نے ابن حاجب کی تعریف سے عدول کیا۔

ثم عرف الدليل وقال والدليل هو المركب من قضيتين للتادى الى مجهول نظرى وهذا التعريف اولى من التعريف المشهور وهومايلزم من العلم به العلم بشئى اخرفانه يرد على ظاهره الملزومات بالنسبة الى اللوازمها البينة وان يمكن توجيه بان المراد بالعين العلم التصديقى والمعنى مايلزم من التصديق به التصديقى بشئى آخر بطريق الاكتساب كمايستفاد من كلمة من فان حمل ذالك التعريف على تعريف الدليل القطعى البين الانتاج فمعنى الاستلزام ظاهر وان اريد به التعميم كماهو الظاهر حمل الاستلزام على المناسبة المصححة للانتقال لاعلى امتناع الانفكاك كماصرح به المصنف قدس سره فى حاشية شرح المختصر

ترجمہ...... پھر دلیل کی تعریف کی اور کہا دلیل وہ ہے جو دو قضیوں سے مرکب ہو مجہول نظری تک پہنچانے کے لیے اور یہ تعریف بہتر ہے اس مشہور تعریف سے اور وہ یہ ہے کہ ایک علم سے دوسری شئے کا علم لازم آئے پس اس کے ظاہر پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایسے ملزومات جو اپنے لوازم بینہ کی طرف سے نسبت کے لحاظ سے ہو اور ممکن ہے اس کی توجیہ ان الفاظ سے

کرنا کہ بے شک علم سے مراد تصدیقی ہے اور معنی یہ ہوگا کہ ایک چیز کی تصدیق سے دوسری چیز کی تصدیق بطریق اکتساب لازم آئے جیسا کہ کلمہ من سے مستفاد ہوا پس اگر اس تعریف کو دلیل قطعی بین الانتاج کی تعریف پر محمول کیا جائے تو استلزام کا معنی ظاہر ہوگا اور اگر تعمیم کا ارادہ کیا جائے تو استلزام کو مناسب مصححہ للانتقال پر محمول کیا جائے گا نہ کہ امتناع انفکاک جیسی کہ مصنف نے شرح مختصر کی حاشیہ میں صراحت کی ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دلیل کی تعریف پر بحث کی گئی ہے۔

○ اعتراض...... ماتن نے دلیل کی جو تعریف رقم کی ہے یہ تعریف غیر مشہور ہے۔

○ جواب...... ماتن کی پیش کردہ تعریف مشہور تعریف سے بہتر ہے کیونکہ مشہور تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب ایک علم سے دوسری چیز کا علم لازم آتا ہے تو یہ تصور ہے اور دلیل تصور نہیں ہوتی اس لیے ماتن نے مشہور تعریف سے اعراض کیا۔

العلم یہ العلم سے کیا مراد ہے؟...... علم کا اطلاق کبھی منقسم پر ہوتا ہے یعنی تصور اور تصدیق دونوں پر اور کبھی تصدیق کا اطلاق تصدیق مطلق پر ہوتا ہے اور کبھی تصدیق یقینی پر لیکن علم سے مراد علم تصدیق یقینی ہے شارح نے بطریق الاکتساب کہہ کر ایک اعتراض کا جواب دیا ہے اور وہ یہ کہ جب تصدیق سے تصدیق حاصل ہو تو یہ تنبیہ کے قبیل سے ہے اور مدعی جب نظری مجہول ہو تو دلیل کی ضرورت پڑتی ہے شارح نے بطریق الاکتساب کہہ کر یہ رفع کیا کلمہ من سے تصدیق کی تقسیم حاصل ہوئی کیونکہ من تبعیضیہ ہے۔

☆ اعتراض...... جب اس تعریف کو دلیل قطعی بین الانتاج پر محمول کیا جائے تو ایسی صورت میں شکل اول پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن باقی اشکال ثلٰثہ پر نہیں۔

☆ جواب...... جب دلیل شکل ثانی میں ہو تو اسے شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائے گا جب شکل ثالث میں ہو تو شکل ثالث کو شکل ثانی کی طرف اور شکل ثانی کو شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائیگا جب شکل رابعہ میں ہو تو شکل ثالث کی طرف اور شکل ثالث کو ثانی کی

طرف اور ثانی کو شکل اول کی طرف پھیر کر نتیجہ اخذ کیا جائیگا لہذا طریقہ مذکورہ کو اپنانے سے اعتراض رفع ہو جائے گا اسی کو المناسبة المصححة للانتقال کہتے ہیں۔

اشکال اربع کی مختصر تشریح

☆ شکل اول...... شکل اول کے لیے شرائط نتیجہ یہ ہیں (۱) ایجاب صغریٰ (۲) کلیت کبریٰ

مثال	صغریٰ	کبریٰ	نتیجہ
۱	کل انسان حیوان	وکل حیوان جسم	فکل انسان جسم
۲	کل انسان حیوان	ولاشئی من الانسان بحجر	فلاشئی من الانسان بحجر
۳	بعض الحیوان انسان	وکل انسان ناطق	فبعض الحیوان ناطق
۴	بعض الحیوان انسان	ولاشئی من الانسان بحجر	فبعض الحیوان لیس بحجر

اس کے علاوہ بارہ صورتیں اور ہیں لیکن شکل اول کی شرط نہ ہونے کی وجہ سے متروک ہیں ان چاروں مثالوں کو بغور پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ صغریٰ میں چاروں ایجابی شکل میں ہیں اور کبریٰ میں چاروں کلیت میں ہیں واضح رہے کہ موجبہ کلیہ کا سور کل ہے اور موجبہ جزئیہ کا سور بعض ہے سالبہ کلیہ کا سور لاشئی ہے اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض ہے۔

☆ شکل ثانی...... شکل ثانی کے لئے شرائط نتیجہ یہ ہیں۔

۱) بحسب کیف...... یعنی صغریٰ اگر موجبہ ہو تو کبریٰ سالبہ یا اس کے عکس۔

۲) بحسب کم...... یعنی صغریٰ اگر کلیت میں ہو تو کبریٰ جزئیت میں یا اس کے عکس۔

☆ شکل ثالث...... شکل ثالث کے لئے شرائط یہ ہیں۔

۱) صغریٰ کا ایجاب میں ہونا۔

۲) کبریٰ یا صغریٰ دونوں میں سے کسی ایک کا کلیت میں ہونا۔

☆ شکل رابع...... شکل رابع کے لئے شرائط یہ ہیں

۱) صغریٰ اور کبریٰ ہر ایک کا ایجاب وسلب اور کلیت میں مختلف ہونا۔

۲) صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ ہوں اور صغریٰ کلیت میں ہو۔

چونکہ اشکال اربعہ میں سے بحث صرف شکل اول سے ہے اس لیے شکل اول کی مثالیں پیش کی گئیں اور باقی اشکال کی شرائط پر اکتفا کیا گیا۔

نتیجہ نکالنے کا طریقہ..... حداوسط کو نکالنے سے نتیجہ نکل جاتا ہے مثلا کل انسان حیوان وکل حیوان جسم ،نتیجہ کل انسان جسم اس مثال میں لفظ حیوان حداوسط ہے کیونکہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں ہے اب حیوان کو نکال دینے سے انسان اور جسم بچتا ہے لہٰذا نتیجہ کل انسان جسم آئے گا۔

حداوسط..... حداوسط اسے کہتے ہیں جو صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں پائی جائے۔

شرح مختصر..... علامہ ابن حاجب نے کتاب ''المختصر'' لکھی اس کی شرح ایجی نے لکھی اور اس پر ماتن نے حاشیہ لکھا اسی کی طرف اشارۃ کرتے ہوئے شارح کہتے ہیں صرح بہ المصنف قدس سرہ فی حاشیہ شرح المختصر واضح رہے کہ ماتن کے اسی حاشیہ کو منہیہ کہتے ہیں۔

ولایرد شی من ذالک علی ھذا التعریف حتی یحتاج فی الجواب الی التکلف لکن بقی انہ لایتناول الدلیل الفاسد حیث لایکون مودیا الی المطلوب وانہ قد یترکب الدلیل من اکثر من قضیتین ولایتناولہ التعریف وجواب الاول ان اللام فی التادی للغرض ای مایکون ترکیبہ لغرض التادی اعم من ان یکون ذالک الغرض بعد الترکیب حاصلا اولاجواب الثانی ان الدلیل المرکب من اکثر من قضیتین فی الحقیقۃ دلیلان اوادلۃ اذالتحقیق ان الدلیل لایترکب الامن قضیتین فحسب وقولہ من قضیتین اولی من قول البعض من مقدمتین اذ المقدمۃ فی المشھور مفسرۃ بما جعل جزء الدلیل فیوھم الدور

ترجمہ..... اور اس تعریف پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ جواب میں تکلف کا محتاج ہو لیکن یہ باقی ہے کہ وہ دلیل فاسد کو شامل نہیں ہے اس حیثیت سے کہ وہ مطلوب تک نہیں پہنچاتی اور کبھی دلیل دو سے زیادہ قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اور تعریف

اس کو شامل نہیں ہے اور اول کا جواب یہ ہے کہ بے شک لام تادی میں غرض کے لئے ہے یعنی اس کی ترکیب تادی کی غرض سے ہو عام ہے کہ وہ غرض ترکیب کے بعد حاصل ہو یانہیں دوسرے کا جواب یہ ہے کے بے شک ایسی دلیل جو دوقضیوں سے زائد سے مرکب ہو حقیقت میں دو دلیلیں ہیں یا ادلہ ہیں جبکہ تحقیق یہ ہے بے شک مرکب نہیں ہوتی۔ مگر دوقضیوں سے پس گمان کیا اور ماتن کا قضیتین کہنا بعض کے قول مقدمتین سے بہتر ہے جبکہ مقدمہ کی تفسیر ماجعل جزء الدلیل مشہور ہے پس دور کا وہم ہوگا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) دو اعتراض (۲) قضیتین کہنا۔

دو اعتراض...... دونوں اعتراضات شارح نے نقل کئے ہیں اولاً جب شارح ماتن کی پیش کردہ تعریف کی خوبیاں بیان کر چکے اور مشہور تعریف پر جو اعتراضات قائم ہوئے ان اعتراضات کو بھی بیان کر چکے تو فرمایا کہ ماتن کی تعریف پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا البتہ دو اعتراض کا وہم باقی ہے۔

☆ اعتراض اول...... دلیل فاسد جو مطلوب تک نہ پہنچائے ماتن کی تعریف میں شامل نہیں ہے اور جب یہ شامل نہیں ہے تو تعریف جامع نہ ہوئی کیونکہ حد سے محدود کے افراد کا خروج لازم آرہا ہے۔

☆ جواب...... لــلتــادی میں لام غرض کے لیے ہے جس کا معنی یہ بنے گا کہ دو دلیلوں کی ترکیب کسی غرض کے لئے ہو اور جب دو دلیلوں کو مرکب کیا جائے تو ضروری نہیں کہ بعد ترکیب غرض حاصل ہو لہٰذا جب غرض حاصل نہ ہو تو اس وقت دلیل فاسد بھی شامل ہوگی۔

☆ اعتراض ثانی...... دلیل کبھی دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہوتی ہے اور ماتن نے دلیل کے لیے دو قضیوں سے مرکب ہونا بتایا ہے اس لیے تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ حد میں محدود کے تمام افراد شامل نہیں ہیں۔

☆ جواب...... دلیل دو سے زائد قضیوں سے مرکب ہو تو حقیقت میں وہ دو دلیلیں ہیں یا دو سے زائد یعنی ادلہ ہیں اور ماتن نے ایک دلیل کی تعریف پیش کی ہے اور تحقیق سے یہ بات ثابت

ہے کہ ایک دلیل دو قضیوں ہی سے مرکب ہوتی ہے اس لیے دلیل کی تعریف میں محدود کے تمام افراد شامل ہیں اور تعریف جامع ہے۔

☆ قضیتین کہنا...... ماتن نے دلیل کی تعریف میں قضیتین کہا ہے حالانکہ بعض لوگوں نے قضیتین کی بجائے مقدمتین کہا ہے لیکن ماتن نے جو لفظ استعمال کیا ہے وہ تعریف دلیل پر موقوف ہے اور مقدمہ کی معرفت دلیل پر موقوف ہے لہٰذا بہتر ہے کہ ماتن نے قضیتین کہا۔

☆ **مقدمہ کا استعمال**...... شروع فی العلم اس پر موقوف ہو (یہ کتاب کے شروع میں آتا ہے)

مقدمہ اسے کہتے ہیں جو قیاس کا جزء ہو (یہ مباحثہ قیاسیہ استعمال ہوتا ہے) مقدمہ اسے کہتے ہیں جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو (یہ مناظرہ میں استعمال ہوتا ہے) مقدمہ کی چاروں قسمیں سمجھ لینے کے بعد اب یہ اعتراض سمجھنا آسان ہوگا کہ جب مقدمہ مختلف الاستعمال ہے تو فقط صحۃ الدلیل پر محمول کیوں کیا۔

☆ جواب...... مختلف المعانی الفاظ کے لیے قاعدہ ہے کہ جس معنی پر قرینہ ہوگا اسی معنی میں استعمال ہوگا چونکہ مقدمہ کی صحۃ الدلیل معنی پر قرینہ موجود ہے اس لیے یہاں یہ معنی مراد لیا جارہا ہے۔

دور کی تعریف...... شئے کا ایسی دوسری شئے پر موقوف ہونا جو شئے پہلی شئے پر موقوف ہو۔

ثم اعلم ان هذا التعريف على راى الحكماء واما على رائ الاصوليين فهو مايمكن التوصل بصحيح النظر فى احواله الى مطلوب خبرى كالعالم مثلاً فانه من تامل فى احواله بصحيح النظر بان يقول انه متغير و كل متغير حادث وصل الى مطلوب خبرى وهو قولنا العالم حادث فعند الاصوليين العالم دليل وعند الحكماء مجموع العالم متغير و كل متغير حادث

ترجمہ...... پھر تو جان لے کہ بے شک یہ تعریف حکماء کی رائے پر ہے اور بہر حال اصولیین کی رائے پر۔ پس دلیل وہ ہے جس سے صحیح نظر کے ساتھ اس کے احوال میں مطلوب

خبری کی طرف توصل ممکن ہو جیسے عالم پس جس نے اس کے احوال میں صحیح نظر کے ساتھ غور وفکر کیا تو اس نے کہا کہ بے شک عالم متغیر ہے اور جو چیز متغیر ہو حادث ہے مطلوب خبری کی طرف پہنچا اور وہ ہمارا کہنا عالم حادث ہے پس اصولیین کے نزدیک فقط عالم دلیل ہے اور حکماء کے نزدیک **العالم متغیر و کل متغیر حادث** پورا مجموعہ دلیل ہے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں حکماء اور اصولیین کے مابین اختلاف کا ذکر ہے حکماء کے نزدیک دلیل کی جو تعریف ہے وہ بھی گزر چکی ہے مایلزم من العلم به العلم آہ اصولیین کے نزدیک دلیل کی تعریف یوں ہے کسی چیز کے احوال میں غور وفکر کرنے سے مطلوب خبری تک پہنچنا ممکن ہو دونوں کے اختلاف کا ثمرہ یہ نکلا کہ جب ہم عالم کے احوال پر غور وفکر کرتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عالم متغیر ہے اور جو متغیر ہو وہ حادث ہے لہٰذا عالم حادث ہے اس مثال میں دلیل صرف عالم ہے اس کے علاوہ حدوث اور تغیر عالم پر غور وفکر کرنے سے حاصل ہوا جبکہ حکماء کے نزدیک العالم متغیر و کل متغیر حادث دلیل ہے کیونکہ المرکب من قضیتین کا تقاضا ہے کہ دونوں قضیہ دلیل ہیں۔

وان ذکر ذالک المرکب من قضیتین لازالة خفاء البدیهی الغیر الاولی یسمی تنبیها وقد یقال لملزوم العلم ای مایلزم من التصدیق به التصدیق التصدیق الیقینی بغیره دلیل وملزوم الظن امارة وینبغی ان یلاحظ ان المراد بالاستلزام هی المناسبة المصححة للانتقال کماذکرنا لئلا یرد علیه عدم صدقه علی الاقسیة الغیر البین الانتاج کالشکل الرابع مثلا وترک المصنف قدس سره لفظ الشئی المذکور فی کلام المتقدمین من قولهم مایلزم من العلم به العلم بشئی اخر لئلا یرد ان المدلول قدیکون عدمیا فکیف یطلق علیه لفظ الشئی فیحتاج الی ان ایجاب بان المراد بالشئی مایمکن ان یعلم ویخبر عنه ٥

ترجمہ...... اور اگر وہ مرکب من قضیتین بدیہی غیر اولی کے خفاء کے ازالہ کے لئے ذکر کیا گیا ہو تو اسے تنبیہ کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی علم کے ملزوم کو دلیل کہتے ہیں یعنی

تصدیق سے تصدیق یقینی لازم آئے۔اور ظن کے ملزوم کوامارہ کہتے ہیں اور چاہئے کہ یہ ملاحظہ میں رہے کہ بے شک استلزام سے مراد المناسبة المصححة للانتقال ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تا کہ اقیسہ غیر بین انتاج پر عدم صدق کا اعتراض وارد نہ ہو جیسے شکل رابع اور مصنف قدس سرہ نے شئی کا لفظ چھوڑ دیا جو کہ متقدمین کے کلام میں مذکور ہے مایلزم من العلم به العلم بشئی اخر تا کہ اعتراض وارد نہ ہو کہ بے شک مدلول کبھی عدمی ہوتا ہے تو لفظ شئی کا اطلاق اس پر کیسے ہوگا پس محتاج ہوئے اس طرف کہ جواب دیا جائے کہ بے شک شئی سے مراد وہ ہے جس سے علم اور اخبار عنہ ممکن ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) تنبیہ (۲) لفظ شئی کا ترک

۱) تنبیہ...... ماتن نے دلیل کی تعریف المرکب من قضیتین آہ سے کی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بدیہی غیر اولیٰ کے بعد دو دلیلیں پائی جاتی ہیں تو کیا یہ بھی دلیل کی طرف شامل ہے اگر شامل ہے تو تعریف غیر مانع ہے اور اگر نہیں تو کس قرینہ کے سبب؟

- جواب...... جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ مناظرہ نظری مجہول یا بدیہی غیر اولی میں ہوتا ہے اسی وجہ سے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں لازالة خفا البدیهی غیر الاولی یسمی تنبیها شارح نے البدیہی کے بعد غیر اولی کا لفظ اضافہ کیا تا کہ بدیہی اولی نکل جائے کیونکہ بدیہی اولی پر مناظرہ نہیں ہوتا۔
- دلیل...... کبھی علم کے ملزوم کو دلیل کہتے ہیں یہ دلیل کی دوسری تعریف ہے۔
- امارہ...... ظن کے ملزوم کو امارہ کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص بادل دیکھ کر گمان کرے کہ بارش ہوگی تو اس ظن کا ملزوم بادل ہے لہٰذا بادل امارہ ہے
- لفظ شئی کا ترک...... متقدمین نے دلیل کی تعریف میں شئی کا لفظ لایا ہے یعنی مایلزم من العلم به العلم بشی اخر اور ماتن نے اپنی پیش کردہ تعریف میں شئی کا لفظ نہیں استعمال کیا یعنی المرکب من قضیتین تو اس کا جواب یہ ہے کہ شئی کا اطلاق موجود پر ہوتا ہے

اور مدلول کبھی عدمی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں شئی کی تاویل کی جائے گی یا پھر شئی کو حقیقی معنی کی بجائے مجاز کی طرف لوٹائیں گے یعنی شئی کو علم اور اخبار عنہ کے معنی میں۔ تو اس سے بہتر ماتن نے یہ سمجھا کہ لفظ شئی کے بغیر دلیل کی تعریف کر دی جائے۔

ثم لما كان الدليل لابدله فى التادى الى العلم من التقريب ذكر تعريف التقريب بعد تعريفه بهذا التقريب فقال التقريب سوق الدليل على وجه يستلزم المطلوب فان كان الدليل يقينياً يستلزم اليقين به وان كان ظنياً يستلزم الظن به والمراد بالاستلزام ماعرفت

ترجمہ...... پھر جب دلیل کے لیے ضروری ہے تادی الی العلم میں تقریب تو تقریب کی تعریف کی اس کے ذکر کے بعد کیا پس کہا تقریب کہتے ہیں دلیل کو ایسے انداز سے چلانا جو مطلوب کو مستلزم ہو پس دلیل اگر یقینی ہو تو اس سے یقین مستلزم ہوگا اور اگر دلیل ظنی ہو تو اس سے ظن مستلزم ہوگا اور ظن سے مراد وہی ہے جسے آپ نے پہلے پہچانا۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں پر بحث کی گئی ہے (۱) ماقبل سے مناسبت (۲) تقریب کی تعریف۔

۱) **ماقبل سے مناسبت......** چونکہ دلیل سے مقصود مدعی کا ثبوت ہے اور مدعی کا ثبوت اسی وقت ممکن ہوگا جب دلیل کو ایسے انداز سے چلایا جائے جس سے مدعی ثابت ہو جائے اور اس کے لیے تقریب کا جاننا ضروری ہے اسی وجہ سے ماتن نے دلیل کی تعریف کے بعد تقریب کی تعریف پیش کی۔

۲) **تقریب کی تعریف......** تقریب کی ایک تعریف تو یہی ہے کہ جسے ماتن نے پیش کیا ہے لیکن بعض لوگ تقریب کی دوسری تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ تقریب اسے کہتے ہیں جس میں دلیل کی تطبیق مدعی پر ہو ان دونوں تعریف پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ دونوں کا مآل ایک ہے صرف لفظی نزاع ہے۔

دلیل کا حصول...... دلیل کا حصول یہ ہے کہ جیسی دلیل ہوگی ویسا ہی استلزام ہوگا یعنی اگر

دلیل یقینی ہوگی تو استلزام بھی یقینی ہوگا اگر ظنی ہوگی تو استلزام ظنی ہوگا یعنی اگر دلیل یقینی ہوگی تو استلزام بھی یقینی ہوگا اگر ظنی ہوگی تو استلزام بھی ظنی واضح رہے کہ یہاں استلزام سے مراد المناسبة المصححة للانتقال ہے امتناع انفکاک نہیں۔

فائدہ جلیلہ..... شرعی احکام میں جواز کی جو صورتیں ہیں وہ یہ ہیں فرض، واجب، سنت، مستحب اور مباح ان احکام کی روشنی میں اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا مقر ہو تو فرضیت کے ثبوت کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑے گا اگر وتر کے وجوب کا قائل ہو تو واجب کے ثبوت کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑے گا اگر سنت کا قائل ہو تو ثبوت سنت کے لئے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی اسے پیش کرنا پڑیگا اگر کسی کام کے مستحب ہونے کا قائل ہو تو ثبوت مستحب کے لیے جس قسم کی دلیل کی ضرورت ہوگی پیش کرنا ضروری ہے علی هذا القياس یہاں یہ بات ضرور یادر ہے کہ مستحب کام پر فرض والی دلیل طلب نہیں کی جاسکتی۔اسی طرح سنت کام پر واجب والی دلیل طلب نہیں کی جاسکتی۔علی ھذا القیاس مثال سے یوں سمجھیں کہ ایک شخص اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام مستحب سمجھ کر پڑھتا ہے اور دوسرا شخص اس سے انکار کرتا ہے تو پہلے شخص کے ذمہ وہ دلائل ہیں جو کسی کام کو مستحب ثابت کرے دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ پہلے شخص سے ایسے دلائل کا مطالبہ کرے جو فرضیت یا سنت کے ثبوت کے لیے ہوں اسی پر باقی کو قیاس کریں اور اس مسئلے پر غور کریں تا کہ نزاع دور ہو جائے۔

التعليل تبيين علة الشئى والمراد بالعلة العلة التامة بقرينة التبيين باعتبار ان المقصود الاصلى من التبيين العلم بالمطلوب وذالا يحصل بغير العلة التامة فسقط ماقيل انه لايصح ههنا ارادة العلة التامة ولاارادة العلة الناقصة ولاارادة اعم منهما اما الاولان فلان العام لايدل على خاص معين واما الثالث فلان العلة بالمعنى الاعم لاتوجب العلم بالمعلول والمقصود ذالک وماجاب بعضهم من ان المراد الاول بقرينةان العلم لايحصل الابه لايخلو عن شئى لان مجرد كونه كذلك لايحسن كونه قرينــة وقد يجاب بان المطلق ينصرف الى الكامل والكامل فى العلة هى التامـــة ثم اللام فى قوله الشئى للعهد والمعهو د الشئى الذى

هـو الـدعـوی لان الـعـلـة انـمـاتبين لاثبـاتهـا

ترجمہ...... تعلیل شئی کی علت کو بیان کرنا اور علت سے مراد علت تامہ ہے تبیین کے قرینہ سے اس اعتبار سے کہ تبیین سے مقصد اصلی علم بالمطلوب ہے اور یہ بغیر علت تامہ کے حاصل نہیں ہوتا پس وہ جو کہا گیا اس جگہ علت تامہ کا ارادہ صحیح نہیں اور نہ ہی علت ناقصہ اور نہ ان دونوں کا ارادہ وہ ساقط ہو گیا بہر حال اول کے دونوں، پس اس لیے کہ عام خاص معین پر دلالت نہیں کرتا اور ثالث پس اس لیے کہ علت بالمعنی اعم معلول سے علم واجب نہیں ہوتا اور مقصود ہے ہی یہی اور بعض لوگوں نے جو جواب دیا وہ یہ ہے کہ اول کے مراد پر قرینہ پایا جا رہا ہے بے شک علم حاصل نہیں ہوتا مگر علت تامہ ہی سے۔ شئی اس سے خالی نہیں ہوگی اس لیے تبیین کا مجرد ہونا قرینہ کے لیے مستحسن نہیں ہے اور بعض نے یہ جواب بھی دیا ہے بے شک مطلق کو کامل کی طرف پھیرتے ہیں اور علت میں کامل علت تامہ ہی ہے اور ماتن کا قول الشئی میں لام عہد کے لیے ہو اور معہود شئے وہ ہے جو دعویٰ ہے اس لیے کہ علت صرف ظاہر ہوتی ہے اس کے اثبات کیلئے۔

تشریح

سطور مذکورہ میں تعلیل کی تعریف پیش کر کے علت پر بحث کی گئی ہے۔ علت کو علت تامہ، ناقصہ اور ان دونوں کی طرف پھیرنا ممکن ہے لیکن تعلیل کی تعریف میں علت سے مراد علت تامہ ہے اس کی دو وجہیں ہیں اولاً اس لیے کہ تبیین سے علم بالمطلوب علت تامہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور یہاں اس پر تبیین کا لفظ قرینہ کے طور پر موجود ہے ثانیاً اس لیے کہ علت کو مطلق رکھا اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ مطلق کو فرد کامل کی طرف پھیرتے ہیں اور علت میں فرد کامل علت تامہ ہے اس کے علاوہ ناقصہ یہاں پر مراد نہیں ہے کیونکہ علت ناقصہ سے علم بالمطلوب حاصل نہیں ہوتا شارح نے انـمـا تبین لاثباتھا کہہ کر حصر کر دیا حالانکہ دعویٰ تبیین علت سے ثابت ہے اور کبھی منقول سے لہٰذا اس مقام پر حصر سے مراد اضافی ہے نہ کہ حقیقی۔

حصر کی تقسیم...... حصر کے لغوی معنی ہے منع کرنا یعنی روکنا اسی وجہ سے قلعہ کو حصار کہتے ہیں کیونکہ دشمن کے غلبہ سے روکتا ہے اس کی چار قسمیں ہیں۔

۱)حصر عقلی ۲)حصر قطعی ۳)حصر استقرائی ۴)حصر جعلی

۱) حصر عقلی ...... یہ وہ حصر ہے جو کسی استعانت کے بغیر فقط ملاحظہ سے حاصل ہو جیسے شئے کا حصر موجود اور معدوم پر۔

۲) حصر قطعی ...... یہ وہ حصر ہے جو کسی دلیل سے حاصل ہو جیسے شئے کا حصر واجب، ممکن اور ممتنع پر۔

۳) حصر استقرائی ...... یہ وہ حصر جو استقرا اور تتبع سے حاصل ہو جیسے ثلاثی مجرد کے چھ ابواب۔

۴) حصر جعلی ...... یہ وہ حصر ہے جو تمائز کے ملاحظہ سے حاصل ہو جیسے دو شخصوں کے درمیان جو امتیاز ہو۔

والعلة اعم من ان تكون قريبة اوبعيدة مايحتاج اليه الشئى فى ماهيته بان لايتصور ذلك الشئى بدونه كالقيام والركوع والسجود والقعدة الاخيرة للصلوٰة ويسمىٰ ركنا اوفى وجوده بان كان مؤثرًا فيه اوفى مؤثره ولايوجد بدونه كالمصلى لهاوجميعه اى مجموع ماذكرنا ممايحتاج اليه فى وجوده اوماهيته يسمى علة تامة بقى ههنا كلام وهوانه ان كان المراد بما يحتاج اليه فى وجود مايكون مؤثرا فيه كماذكرنا يصح تعريف العلة المطلقة ولايصدق على الشرط كالوضؤ للصلوٰة لكن لايصدق تعريف العلة التامة على مجموع العلل والشروط الاان يدعى كون الشروط خارجة عن العلة التامة

ترجمہ...... اور علت عام ازیں کہ علت قریبہ ہو یا بعیدہ شئے اس کی طرف ماہیت میں محتاج ہو اس اعتبار سے کہ اس کے علاوہ شئے کا تصور نہ ہو جیسے نماز کے لیے قیام، رکوع ،سجود اور قعدہ اخیرہ۔ اسے رکن کہتے ہیں یا شئے وجود میں محتاج ہو اس اعتبار سے کہ اس میں مؤثر ہو اس کے بغیر شئے کا وجود نہ ہو جیسے نماز کے لئے پڑھنے والے کا ہونا یا شئے ماہیت اور وجود دنوں میں محتاج ہو یعنی مجموع جو ہم نے ذکر کیا اس میں سے جو وجود یا ماہیت میں اس کی طرف محتاج ہو اس کا نام علت تامہ ہے اس جگہ کلام باقی ہے اور وہ یہ

ہے کہ بے شک اگر وجود میں محتاج ہونے سے مراد مؤثر فیہ ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو علت مطلقہ کی تعریف صحیح ہوگی اور تعریف شرط پر صادق نہیں آئے گی جیسے نماز کے لئے وضو۔ لیکن علت تامہ تمام علتوں اور شرائط پر صادق نہیں آئے گی مگر جب یہ دعویٰ کیا جائے کہ شرائط علت تامہ سے خارج ہے۔

تشریح

سطور پر مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ا- علت کی تعریف ۲- علت کی تقسیم۔

ا)- علت کی تعریف...... ماتن نے علت کی جو تعریف پیش کی ہے یہ تعریف حکماء کے نزدیک ہے اصولیین کے نزدیک علت صرف فاعل کو کہتے ہیں۔

فائدہ:- جو شئے کے ساتھ تعلق رکھے اگر وہ شئے میں داخل ہو تو رکن ہے جیسے رکوع اور اگر خارج ہو تو شئے میں مؤثر ہوگی یا نہیں؟ اول جیسے نکاح حلت کے لیے دوم کی پھر دو صورتیں ہیں اگر شئ کی طرف موصل ہو تو سبب جیسے نماز کے لیے وقت اگر موصل نہ ہو تو اس کی پھر دو قسمیں ہیں شئ اگر اس پر موقوف ہو تو شرط جیسے نماز کے لیے طہارت اور اگر شئ موقوف نہ ہو تو علامت جیسے نماز کیلئے اذان۔

علت کی تقسیم...... علت کی تقسیم گزر چکی ہے اور اس مقام پر اعتراض کا جواب نقل کیا جا رہا ہے۔

اعتراض...... ماتن نے علت کی تعریف میں کہا کہ شئے اس کی طرف محتاج ہو۔ اگر محتاج سے مراد مؤثر فیہ ہے تو یہ تعریف علت مطلقہ پر صادق آتی ہے لیکن علت تامہ پر نہیں اور اسی طرح شرط پر بھی صادق نہیں آ رہی ہے کیونکہ علت کا اثر صرف معلول میں بلا واسطہ ظاہر ہوتا ہے جیسے طلوع شمس پس یہ وجود نہار کے لیے علت ہے مزید کسی اور امر کی ضرورت نہیں ہے جبکہ شرط کا یہ حال نہیں جیسے ایک آدمی وضو کرتا ہے اور وضو نماز کے لئے شرط ہے تو صرف اس شرط سے نماز ادا نہیں ہو جائے گی بلکہ وضو کے بعد اس کی ادائیگی ضروری ہے لہٰذا یہ تعریف شرط پر صادق نہیں آ رہی ہے۔

جواب...... شرط چونکہ علت تامہ میں داخل نہیں ہے اور علت تامہ مطلقہ میں داخل ہے اس لیے تعریف ان دونوں پر صادق آ رہی ہے مذکورہ اعتراض اس وقت ہوگا جب شرط کو علت تامہ میں داخل مانا جائے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شارح کہتے ہیں الاان یدعی کون الشروط

خارجة عن العلة التامة۔

ولما كان التعليل قد يكون بصورة القياس الاستثنائی المتضمن للملازمة احتاج الى تفسير الملازمة فقال الملازمة هی والتلازم والاستلزام فی اصطلاحهم بمعنی واحد وهو كون الحكم مقتضيا لاخرای لحكم اخربان يكون اذاوجد المقتضی وجد المقتضیٰ وقت وجوده ككون الشمس طالعة وكون النهار موجودا فان الحكم بالاول مقتض للحكم بالاخر ولايصدق معنی الاقتضاء علی المتفقين فی الوجود ككون الانسان ناطقا والحمار ناهقا فلاحاجة الى تقييد الاقتضاء بالضروری

ترجمہ......اور جب تعلیل کبھی قیاس استثنائی کی صورت میں ہو جو متضمن ہو ملازمت کے لیے ملازمت کی تفسیر کی حاجت ہوئی پس کہا ملازمت یہ اور تلازم اور استلزام ان کی اصطلاح میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکم کا مقتضی ہونا دوسرے حکم کے لئے اس حیثیت سے کہ جب مقتضی پایا جائے اس کے وجود کے وقت مقتضی بھی پایا جائے جیسے سورج کا طلوع ہونا اور دن کا موجود ہونا۔ پس حکم اول مقتضی ہے حکم آخر کے ساتھ اور اقتضاء کا معنی متفق فی الوجود میں صادق نہیں آتا جیسے انسان کا ناطق ہونا اور گدھے کا ناھق ہونا پس اقتضاء بالضروری کے قید کی حاجت نہیں۔

تشریح

سطور مذکورہ میں دو چیزوں کا بیان ہے۔(۱) قیاس استثنائی (۲) ملازمہ کی تعریف۔

۱) **قیاس استثنائی**......وہ قیاس جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور ہو جیسے کلما کانت الشمس طالعة فالنهار موجود لكن النهار موجود نتیجہ ہوگا فالشمس طالعۃ۔

فائدہ: حرف استثناء کے مذکور ہونے کی وجہ سے اس کو قیاس استثنائی کہتے ہیں قیاس کی دوسری قسم قیاس اقترانی ہے یہ اس قیاس کو کہتے ہیں جس میں نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہ ہو بلکہ نتیجہ یا نقیض نتیجہ کا مادہ مذکورہ ہو جیسے کل انسان حیوان و کل حیوان جسم نتیجہ ہوگا فکل

انسان جسم۔

قیاس کی تیسری قسم قیاس برہان ہے یہ وہ قیاس ہے جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو قیاس برہانی کی چھ قسمیں ہیں (باعتبار مادے کے)

۱)اولیات ۲)فطریات ۳)تجربیات ۴)مشاہدات ۵)متواترات ۶)حدسیات

۱) اولیات...... یہ وہ قضایا ہیں جن کی طرف توجہ کرتے ہی عقل کو یقین ہو جائے اور حصول یقین کے لیے کسی واسطہ کی ضرورت نہ ہو جیسے الکل اعظم من الجزء یعنی کل جز سے بڑا ہوتا ہے۔

۲) فطریات...... یہ وہ قضایا ہیں جن کے یقین کرنے کے لئے ایک ایسے واسطے کی ضرورت ہو جو موضوع محمول اور نسبت کے ساتھ ذہن میں آئے اور وہ ذہن سے غائب نہ ہو جیسے اربع کا زوج ہونا جو شخص اربع اور زوج کے مفہوم کو سمجھے گا وہ یقیناً یہی حکم کرے گا کہ الاربع زوج۔

۳) تجربیات...... یہ وہ قضایا ہیں جس کی تصدیق عقل چند بار مشاہدے سے کرے جیسے شریر لڑکا ذہین ہوتا ہے۔

۴) مشاہدات...... یہ وہ قضایا ہیں جن پر حکم مشاہدہ اوراحساس کے بعد کیا جائے اس کی دو قسمیں ہیں حسیہ جیسے: آسمان ہمارے اوپر ہے اور وجدانیہ جیسے خوشی اور غم۔

۵) متواترات...... یہ وہ قضایا ہیں جن کو اس قدر افراد نقل کریں جس کا جھوٹ پر اتفاق نہ ہو سکے جیسے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۶) حدسیات...... حرکت فکریہ کے دفعۃ مبادی کا ظاہر ہونا جسے: اردو میں تاڑ لینا کہتے ہیں۔

ملازمہ کی تعریف...... ایک حکم کا کسی دوسرے حکم کے لئے مقتضی ہونا۔ اس کو تلازم اور استلزام بھی کہتے ہیں طلوع شمس اور وجود نھار میں ملازمہ ہے کہ جب طلوع شمس ہوگا وجود نھار اس کو لازم ہوگا۔

فائدہ: جو لزوم کا تقاضا کرے اسے ملزوم اور جس کے لزوم کا تقاضا کرے اسے لازم کہتے ہیں جیسے مثال مذکور ہمیں طلوع شمس ملزوم اور وجود نہار لازم آئے۔

انتباہ: ملازمہ اور تلازم اہل لغت کے نزدیک امتناع انفکاک کا معنی طرفین کی جانب سے ہو لزوم

اور استلزام امتناع انفاک کا معنی فقط ایک جانب سے ہو۔

ثم انه خص الملازمة بالحكم وان كانت قد تحقق بين المفردات ايضا اما لا نها مختصة فى الاصطلاح بالقضايا واما لان التلازم بين المفردات فى الحقيقة تلازم بين الاحكام كما يظهر بادنى تامل والحكم الاول يعنى المتقضى اسم الفاعل يسمىّ ملزوما والحكم الثانى يعنى المقتضى اسم مفعول يسمى لازما وقد يكون الاستلزام من الجانبين فاى يتصور مقتضيا يسمى ملزوما واى يتصور مقتضى يسمى لازما ثم اعلم انه قدس سره بين الملزوم واللازم ولم يبين المدلول مع الدليل لانه كثيرا مايرد المنع على بطلان اللازم كمايرد على اصل الملازمة ولهذا اردف تعريفها بتعريف المنع

ترجمہ...... پھر ملازمہ کو حکم سے خاص کیا اگر چہ دو مفرادت کے درمیان بھی متحقق ہوتا ہے یا اس لیے کہ ملازمہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں قضایا کے ساتھ خاص ہے یا دو مفردات کے درمیان درحقیقت احکام کے درمیان تلازم ہے جیسا کہ ادنیٰ غور وفکر سے ظاہر ہوگا اور حکم اول یعنی مقتضی اسم فاعل کو ملزوم کہتے ہیں اور حکم ثانی یعنی مقتضیٰ اسم مفعول کو لازم کہتے ہیں اور کبھی تلازم دونوں جانب سے ہوتا ہے پس اس وقت جس کو مقتضی تصور کریں گے اس کا نام ملزوم ہوگا اور جس کو مقتضیٰ تصور کریں گے اس کا نام لازم ہوگا پھر آپ جان لیں کہ بے شک ماتن قدس سرہ نے دونوں کو بیان کیا جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول کو بیان نہیں کیا اس لیے کہ جس طرح منع بطلان لازم پر کثرت سے وارد ہوتی ہے اسی طرح اصل ملازمہ پر بھی۔ اس لئے اسکی تعریف کے بعد منع کی تعریف کی۔

تشریح

متذکرہ عبارت مین تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) ملازمہ کی تعریف پر اعتراض ۲) حکم اول اور حکم ثانی کا نام ۳) لازم اور ملزوم دونوں کو کیوں بیان کیا؟

۱) ملازمہ کی تعریف پر اعتراض...... اس تعریف پر یہ اعتراض قائم ہوا ہے کہ ملازمہ کو حکم

کے ساتھ خاص کیا اور حکم قضایا میں پایا جاتا ہے جبکہ تلازم / ملازمہ دو مفردات کے درمیان بھی پایا جاتا ہے جیسے انسان ضاحک اب جہاں انسان ہوگا وہاں ضاحک ہوگا اور جہاں ضاحک ہوگا وہاں انسان ہوگا لہذا تعریف جامع نہ ہوئی۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ اس کے دو جواب دیتے ہیں اولاً تلازم کا حکم کے ساتھ خاص ہونا اہل مناظرہ کے نزدیک ہے ثانیاً دو مفردات کے درمیان تلازم درحقیقت حکم میں تلازم ہے مثلاً انسان ضاحک میں جہاں انسان ہوگا وہاں ضاحک ہوگا خواہ ضاحک بالفعل ہو یا بالقوۃ اور جہاں ضاحک ہوگا وہاں انسان ہونا پایا جائے گا یہاں ملازمہ مفردات میں نہیں ہے بلکہ حکم میں ہے۔

۲) حکم اول اور حکم ثانی کا نام...... عبارت سے ظاہر ہے کہ حکم اول کو ملزوم اور حکم ثانی کو لازم کہتے ہیں مثلاً الشمس طالعة فالنهار موجود میں الشمس طالعة حکم اول ہے اس لیے اسے ملزوم کہیں گے فالنهار موجود حکم ثانی ہے اس لیے اسے لازم کہیں گے اگر تلازم دونوں جانب سے ہو تو ان میں سے جسے مقتضی بنائیں گے وہ ملزوم کہلائے گا اور جسے مقتضی بنائیں گے وہ لازم کہلائے گا۔

۳) لازم اور ملزوم دونوں کو کیوں بیان کیا...... اعتراض یہ ہوتا ہے کہ ماتن قدس سرہ نے ملزوم اور لازم کو بیان کیا جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول کو بیان نہیں کیا۔

جواب...... اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس طرح اصل ملازمہ پر منع وارد ہوتی ہے اسی طرح بطلان لازم پر بھی مثلاً کوئی کہے کہ میں تمہارے ملازمہ کو نہیں مانتا اس صورت میں منع بطلان لازم پر وارد ہوئی جبکہ دلیل کے ساتھ مدلول میں یہ بات نہیں ہے اس لئے دلیل کیساتھ مدلول کو بیان نہیں کیا شارح علیہ الرحمۃ اس کی جانب ولهذا اردف تعريفها بتعريف المنع کہہ کر اشارہ کررہے ہیں کیونکہ لازم اور ملزوم کی تعریف سے فارغ ہو کر منع کی تعریف شروع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ منع دونوں پر وارد ہوتی ہے۔

وقال المنع طلب الدليل على مقدمة معينة ويسمى ذالك الطلب مناقضة ونقضا تفصيليا ايضا كمايسمى منعاترك اضافة المقدمة الى ضمير الدليل لانه يوهم ظاهره ان المطلوب طلب دليل على مقدمة

ذلک الدلیل المطلوب ولیس الامر کذلک وقیدھا بالمعینة لئلا یرد النقض الاجمالی

ترجمہ...... اور کہا کہ منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے اور جیسے اسے منع کہتے ہیں اسی طرح اس طلب کا نام مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی ہے ضمیر دلیل کی طرف مقدمۃ کی اضافت کو ترک کیا تا کہ اس کا ظاہر یہ وہم نہ پیدا کرے کہ طلب دلیل سے مطلوب مقدمہ پر دلیل مطلوب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور مقدمہ کو معینہ کے ساتھ مقید کیا تا کہ نقض اجمالی اس پر وارد نہ ہو۔

تشریح

متذکرہ عبارت میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) منع کی تعریف ۲) اعتراض اور اس کا جواب ۳) تعریف منع میں لفظ معینہ کا فائدہ

۱) **منع کی تعریف**...... مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا منع کہلاتا ہے مثلاً یہ کہا جائے کہ نبی کریم ﷺ مطلع علم غیب ہیں تو سائل اس پر منع وارد کرتا ہوا کہے گا اس پر دلیل دو مدعی دلیل کے لیے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ پیش کرے گا جب سائل کو مذکورہ آیت سے نبی کریم ﷺ کا مجتبیٰ ہونا مسلم ہے تو دوسرا مقدمہ مطلع علم غیب بھی مسلم ہونا چاہئے۔

انتباہ: منع کو مناقضہ اور نقض تفصیلی بھی کہتے ہیں۔

۲) **اعتراض اور اس کا جواب**...... اعتراض یہ ہے کہ علی مقدمة معینة کہا علی مقدمته معینة کیوں نہ کہا؟

جواب...... اگر مقدمته ضمیر اضافت کے ساتھ پیش کرتے تو اس کا ظاہر یہ وہم پیدا کرتا کہ منع دلیل مطلوب کو کہتے ہیں جبکہ ایسا نہیں کیونکہ مقدمہ معینہ پر جب اعتراض وارد ہوگا تو اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے جو دلیل دی جاتی ہے اسے دلیل مطلوب کہتے ہیں اس تعریف سے یہ بات واضح ہوگئی کہ منع دلیل مطلوب سے پہلے وارد ہوتی ہے اور دلیل مطلوب منع کے بعد لہٰذا ان دونوں

کو اپنے مقام پر رکھنے کے لئے منع کی تعریف میں مقدمۃ معینۃ کہا اب ایک سوال ضمناً ابھرتا ہے کہ یہ وہم کیسے پیدا ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ طلب کی اضافت دلیل کی طرف ہے اور یہاں دلیل سے یہی مذکورۃ الدلیل مراد ہے اور قاعدہ ہے کہ جہاں طلب ہوگی وہاں طالب اور مطلوب بھی ہوگا لہٰذا مطلوب وہی دلیل ہوئی جس کی طرف طلب کی اضافت ہے اسلئے یہ وہم پیدا ہوا کہ یہ دلیل مطلوب ہے۔

تعریف منع میں لفظ معینہ کا فائدہ...... معینہ کہہ کر نقض اجمالی کو اس تعریف سے خارج کیا۔ کیونکہ نقض اجمالی دلیل مکمل ہونے کے بعد کل دلیل کے فساد پر وارد ہوتی ہے (اس کی تعریف مع بحث عنقریب آئے گی) جب کہ نقض تفصیلی دلیل کے کسی مقدمے پر وارد ہوتی ہے مثلاً: اگر دلیل صغریٰ اور کبریٰ پر مشتمل ہے تو نقض تفصیلی صغریٰ یا کبریٰ پر وارد ہوگی۔ مدعی کہے العالم متغیر (صغریٰ) وکل متغیر حادث (کبریٰ) سائل کہے کہ ہمارے نزدیک صغریٰ مسلم ہے لیکن کبریٰ نہیں مانتے کہ جو متغیر ہوگا وہ حادث ہوگا۔ اس مثال میں منع مقدمہ کہ ایک جزء یعنی کبریٰ پر واقع ہوئی ہے۔

قيل المنع قد يرد على كلتا مقدمتي الدليل على التفصيل كما اذا قال المعلل الزكوة واجبة في حلي النساء لانه متناول النص وهو قول عليه السلام ادوا زكوة اموالكم و كل ماهو متناول النص فهو جائز الارادة وكل ماهو جائز الارادة فهو مراد ينتج ان محل النزاع مراد فيقول السائل لانم ان محل النزاع متناول النص وان سلمناه لكن لانسلم ان كل ماهو متناول النص فهو جائز الارادة فهو مراد و ان سلمنا ذالك لكن لا نسلم ان كل ما هو جائز الارادة ولا يذهب عليك ان ذلك منوع لامنع واحد فالحق ماذكره قدس سره ولكون المقدمة ماخوذة في تعريف المنع لابد من بيان معناها فلذا

ترجمہ...... کہا گیا ہے کہ منع کبھی بالتفصیل دلیل کے دونوں مقدموں پر وارد ہوتی ہے جیسے جب کوئی معلل کہے کہ عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اس لیے کہ یہ نص

کوشامل ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کا فرمانا۔تم سب اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔اور ہر وہ جو متناول النص ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور ہر وہ جو جائز الارادہ ہو پس وہ مراد ہے نتیجہ نکلتا ہے کہ محل نزاع مراد ہے پس سائل کہتا ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ محل نزع متناول النص ہے اور اگر اسے تسلیم بھی کرلیں تب بھی یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو متناول النص ہو وہ جائز الارادہ ہوتا ہے اور اگر ہم یہ تسلیم کرلیں تب بھی یہ تسلیم نہیں کہ جو جائز الارادہ ہوتا ہے وہ مراد ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ یہ کئی منعیں ہیں نہ کہ منع واحد ہے پس ماتن قدس سرہ نے اسکے ذکر کو ملحق کیا اور یہ اس لیے کہ تعریف منع میں مقدمہ ماخوذ ہے تو ضروری ہوا کہ مقدمہ کا معنی بیان کیا جائے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں

(۱) تعریف منع پر اعتراض (۲) مابعد سے مطابقت

۱) تعریف منع پر اعتراض......اعتراض یہ ہے کہ منع کبھی دلیل کے دونوں مقدموں پر وارد ہوتی ہے آپ نے کہا ہے کہ منع کسی ایک مقدمہ پر وارد ہوتی ہے مثلاً: اگر کوئی کہے کہ عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور دلیل یہ دے کہ لانہ متناول النص۔

کل متناول النص فهو جائز الارادة (صغریٰ) — و کل جائز الارادة فهو مراد (کبریٰ)

پیش کردہ دلیل میں سے اولاً ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر متناول النص جائز الارادہ ہوتا ہے اس صورت منع صغریٰ پر وارد ہوئی۔ثانیاً ہم یہ نہیں مانتے ہیں کہ ہر جائز الارادہ مراد ہوتا ہے اس صورت میں منع کبریٰ پر وارد ہوئی لہٰذا ثابت ہوا کہ منع ایک مقدمہ سے زائد پر بھی وارد ہوسکتی ہے۔

جواب......پیش کردہ صورت میں منع واحد نہیں ہے بلکہ کئی منعیں ہیں جو یکے بعد دیگرے وارد ہوئی ہیں اس طرف شارح علیہ الرحمۃ نے اس عبارت سے اشارہ کی ہے ولا یذهب علیك ان ذلك منوع لامنع واحد لہٰذا ثابت ہوا کہ منع دلیل کے ایک مقدمہ پر ہی وارد ہوسکتی ہے۔

۲) **مابعد سے مطابقت**...... چونکہ منع کی تعریف میں لفظ مقدمہ گذرا ہے اس لیے ماتن قدس سرہ نے تعریف منع کے بعد مقدمہ کی تعریف کی تا کہ مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کے لیے تتمہ ہو جائے۔

قال المقدمة مايتوقف عليه صحة الدليل اعم من ان يكون جزء من الدليل اولا فكان تعريف المقدمة من تتمة تعريف المنع ولاشك في ان قيد الحيثيات يعتبر في التعريفات فكان حاصل تعريف المنع طلب الدليل على مقدمة معينة من حيث هي مقدمة فلايرد النقض بطلب الدليل على مدعى هو في نفس الامر جزء دليل

ترجمہ...... کہا کہ مقدمہ وہ ہے جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو عام ازیں کہ وہ دلیل کا جزء ہو یا نہ ہو پس مقدمہ کی تعریف منع کی تعریف کے لیے تتمہ ہوئی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تعریفات میں حیثیات کی قید معتبر ہے پس منع کی تعریف سے معنی حاصل یہ ہوا کہ مقدمہ معینہ پر اس حیثیت سے دلیل طلب کرنا کہ وہ مقدمہ ہے پس نقض وارد نہیں ہوتا دلیل طلب کرنے سے حالانکہ وہ نفس الامر میں دلیل کا جزء ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) مقدمہ کی تعریف (۲) اعتراض۔

۱) **مقدمہ کی تعریف**...... مقدمہ وہ ہے جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔

۲) **اعتراض**...... اعتراض یہ ہے کہ منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں اس اعتبار سے مدعا پر بھی طلب کی جاتی ہے تو چاہئے کہ مدعا پر دلیل طلب کرنا بھی منع کہلائے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یہ دیا کہ تعریفات میں چونکہ حیثیات معتبر ہیں اس لیے مدعا پر دلیل طلب کرنے کو منع نہیں کہہ سکتے کیونکہ مدعا پر بحیثیت مدعا ہونے کے دلیل طلب کی جاتی ہے جبکہ منع میں مقدمہ معینہ کی حیثیت سے دلیل طلب کی جاتی ہے لہٰذا اس حیثیت

کے اعتبار سے دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے اس کی جانب اس عبارت سے اشارہ کیا ہے "ولاشك في ان قيد الحيثيات يعتبر في التعريفات

ثم قيل في هذا المقام ان الاولى ان يفسر المنع بمعنى المبنى للمفعول يكون المقدمة بحيث يطلب عليها الدليل والباعث له على العدول عن كونه مبنيا للفاعل كما هو الظاهر انه لا يظهر معنى قول المانع هذه المقدمة ممنوعة ولايذهب عليک ان معناه انها مطلوب عليها الدليل

ترجمہ...... پھر اس مقام پر کہا گیا ہے کہ بے شک منع کی تفسیر مبنی للمفعول کرنا بہتر ہے مقدمہ کا اس حیثیت سے ہونا کہ اس پر دلیل طلب کی جائے اور ماتن قدس سرہ کے عدول کا سبب اس کا مبنی للفاعل ہونا ہے جیسا کہ ظاہر ہے بے شک وہ ظاہر نہیں ہوتا مانع کا کہنا یہ مقدمہ ممنوعہ ہے آپ پر مخفی نہ رہے کہ بے شک اس کا معنی مقدمہ پر دل طلب کرنا ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں منع کے معنی پر بحث کی گئی ہے چونکہ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے جیسے زید عدل بمعنی زید عادل اور کبھی مبنی للمفعول ہوتا ہے جیسے خلق بمعنی مخلوق۔ منع کو مبنی للفاعل ماننے سے یہ مانع کی صفت بنے گی اور اگر مبنی للمفعول مانا جائے تو یہ دلیل کی صفت ہوگی ماتن قدس سرہ کے کلام سے ظاہر ہے کہ یہ مانع کی صفت ہے جبکہ علامہ صادق حلوائی شارح رسالہ عضدیہ کا کہنا ہے کہ منع کو مبنی للمفعول لینا بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل علم کا یہ قول ہے هذه مقدمة ممنوعة اب یہاں کسی صورت بھی منع کی صفت نہیں بن سکتی ہے ماتن اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ منع اس مقام پر مبنی للفاعل ہے۔

اسم مصدر کی تعریف...... وہ لفظ جو کسی کام کے ہونے پر دلالت کرے یا جو معنی حدثی پر دلالت کرے اور مشتق منہ نہ ہو جیسے: الضرب (مارنا)

☆ مصدر میمی کی تعریف...... وہ مصدر جو مفعل کے وزن پر ہو جیسے معنی

☆ مصدر اسم فاعل کے معنی میں...... جیسے زید عدل (بمعنی عادل)

☆ مصدر اسم مفعول کے معنی میں ...... جیسے زید خلق (بمعنی مخلوق)

☆ مصدر مضارع کے معنی میں ...... جیسے حسبی (بمعنی یحسبنی)

☆ مضارع مصدر کے معنی میں ...... جیسے ان یفسر (بمعنی تفسیر)

وقیل ان تعریف المقدمة علی هذا الوجه یوجب ان یثبت المانع توقف صحة الدلیل علی مایمنعه حتی یکون منعه مسموعا وفی کثیر مماشاع فیه المنع ذلک مشکل کانتاج الدلیل وایجاب الصغریٰ وکلیة الکبریٰ فان توقف الصحة علیها غیر مسلم لجواز ان یکون الصحة موقوفةً علی اندراج الاصغر تحت الاوسط ویکون هذه الامور من لوازمه ذلک الاندراج ولا زم الموقوف علیه لایجب ان یکون موقوفا علیه واثبات التوقف دونه خرط القتاد۔

ترجمہ ...... اور کہا گیا ہے کہ اس طریقے پر مقدمہ کی تعریف سے یہ لازم آتا ہے کہ مانع یہ ثابت کرے کہ دلیل کی صحت اس منع پر موقوف ہے تا کہ منع قابل مسموع ہو اور کثیر منع ہے جس میں ثابت کرنا مشکل ہے جیسے دلیل کا نتیجہ اور ایجاب صغریٰ کلیت کبریٰ۔ پس دلیل کی صحت اس پر موقوف ہونا غیر مسلم ہے اس جواز کے تحت کہ صحت موقوف ہو اصغر کے حد اوسط کے تحت اندراج پر اور یہ امور اس اندراج کے لوازم میں سے اور موقوف علیہ کا لازم ضروری نہیں ہے کہ موقوف علیہ ہو اور توقف کا ثابت کرنا خاردار درخت کا چھیلنا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ ہے کہ مقدمہ کی تعریف سے یہ لازم آتا ہے کہ مانع جب منع وارد کرے تو ضروری ہے کہ جس مقدمہ پر منع وارد ہو دلیل کی صحت اسی پر موقوف ہو حالانکہ ایسا ثابت کرنا مشکل ہے جیسا کہ شکل اول میں نتیجہ کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ مگر یہ ثابت کرنا مشکل ہوگا کہ نتیجہ کی صحت اسی پر موقوف ہے اس کا جواب دیتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اثبات التوقف دونه خرط القتاد

ثم انه قد يذكر مع المنع السند فذكره بقوله السند وهو في اللغة وكذا المستند وما استندت اليه من حائط اوغيره وفي اصطلاح اهل المناظرة مايذكر لتقوية المنع ويسمى مستندا ايضاً سواء كان مفيداً في الواقع اولا ويندرج فيه الصحيح والفاسد والاول انمايكون اخص اومساويالنقيض المقدمة الممنوعة والثاني انما هو الاعم منه مطلقا اومن وجه

ترجمہ...... پھر کبھی منع کے ساتھ سند ذکر کی جاتی ہے پس ماتن قدس سرہ نے اپنے اس قول سے سند کی تعریف کی۔ سند اور استناد لغت میں دیوار کی طرف یا اسی جیسی اور چیز کی طرف ٹیک لگانا ہے اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند اسے کہتے ہیں جو منع کی تقویت کے لیے ذکر کیا جائے اس نام مستند بھی رکھا گیا ہے عام ازیں کہ وہ سند مفید ہو یا نہ ہو اور اس میں سند صحیح اور سند فاسد دونوں شامل ہیں اول مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے خاص ہو یا مساوی ہو اور یہ ثانی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے عام مطلق ہو یا عام من وجہ ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) ماقبل سے مناسبت ۲) سند کی تعریف ۳) سند کی تقسیم

۱) ماقبل سے مناسبت...... منع کی تعریف کے بعد مقدمہ کی تعریف ہے کیونکہ منع کی تعریف میں مقدمہ کا لفظ آیا تھا۔ اب مقدمہ کی تعریف کے بعد سند کی تعریف کر رہے ہیں کیونکہ منع کو کبھی تقویت پہنچانے کے لیے سند ذکر کرتے ہیں (بحث خاص میں تفصیلاً موجود ہے) اس لیے سند کی تعریف پیش کر رہے ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے ثم انه قديذكر مع المنع السند کہہ کر اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

۲) سند کی تعریف...... سند کا لغوی معنی کسی چیز پر ٹیک لگانا اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند وہ ہے جو منع کی تقویت اور مضبوطی کیلئے ذکر کیا جائے اسے استناد بھی کہتے ہیں۔

۳) سند کی تقسیم...... سند کی دو قسمیں ہیں (۱) سند صحیح (۲) سند فاسد

الف:- سند صحیح ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی یا اخص یا اس کے مباین ہو اس کی چار قسمیں ہیں (۱) سند مساوی (۲) سند اخص (۳) سند عین (۴) سند مباین۔

☆ سند مساوی ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ہو جیسے معلل کہے ھذا نسان سائل کہے لانسلم انہ انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں ہے؟ کہ یہ لا ناطق ہو تو لا ناطق لا انسان کے لئے سند مساوی ہے جو مقدمہ ممنوعہ ھذا انسان کی نقیض ہے۔

☆ سند اخص ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے اخص ہو جیسے معلل کہے ھذا انسان سائل کہے لانسلم انہ انسان۔ اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ یہ فرس ہو تو فرس مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے خاص ہے۔

☆ سند عین ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا عین ہو جیسے معلل کہے ھذا انسان سائل کہے لانسلم انہ انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ یہ لا انسان ہو تو اس صورت میں لا انسان مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا عین ہے۔

☆ سند مباین ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کا مباین ہو جیسے معلل کہے ھذا لیس بانسان سائل کہے لانسلم انہ لیس بانسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ یہ فرس ہو تو اس صورت میں فرس مقدمہ ممنوعہ کی نقیض انسان کا مباین ہے۔

۲) سند فاسد ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے مطلقاً اعم ہو یا من وجہ عام ہو اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱) سند اعم مطلقا ۲) سند اعم من وجہ

☆ سند اعم مطلقا ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے مطلقاً اعم ہو جیسے معلل کہے ھذا انسان سائل کہے لانسلم انہ انسان اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ وہ غیر ضاحک ہو تو غیر ضاحک ہونا۔ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض لا انسان سے اعم ہے۔

☆ سند من وجہ ...... جو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض سے من وجہ اعم ہو جیسے معلل کہے ھذا انسان سائل کہے لانسلم انہ انسان۔ اس لیے کہ یہ کیوں جائز نہیں؟ کہ ابیض ہو اور ابیض مقدمہ ممنوعہ کی نقیض لا انسان سے اعم من وجہ ہے۔

وقیل ان الاعم لیس بسند مصطلح وهذا یقولون فیه ان هذا لایصلح للسندیة وفیه ان معنی قولهم ان ماذکرت للتقویة لیس بمفید لها لانه لیس بسند ثم لما فرغ من بیان النقض التفصیلی الذی هو المنع وبیان مایذکر لتقویته اراد ان یبین النقض الاجمالی

ترجمہ......اور کہا گیا ہے کہ بے شک اہل مناظرہ کی اصطلاح میں اعم سند نہیں ہے اور یہ اس میں کہتے ہیں کہ بے شک یہ سندیت کے لئے مصلح نہیں ہے اور اس میں ان کے کہنے کا معنی یہ ہے کہ جس تقویت کے لیے ذکر کرتے ہیں یہ اس کے لیے مفید نہیں ہے نہ یہ کہ بالکل یہ سند نہیں ہے پھر جب ماتن قدس سرہ نقض تفصیلی کے بیان سے فارغ ہوئے جو کہ منع ہے اور اس کے بیان سے جو منع کے لیے تقویت کا باعث ہو ارادہ کیا کہ نقض اجمالی بیان کیا جائے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) سند اعم پر تبصرہ ۲) مناسبت

۱) سند اعم پر تبصرہ......اسے چونکہ اہل مناظرہ کی اصطلاح میں سند کا درجہ نہیں دیا گیا ہے اس لیے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ سند اعم سند ہی نہیں ہے اس کے ازالہ کے لیے شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سند اعم تقویت کے اعتبار سے سند نہیں ہے ورنہ اسکے سند ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ماذکرت للتقویة لیس بمفید لها کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا۔

۲) مناسبت...... مابعد کی قبل سے مناسبت یہ ہے کہ منع کو نقض تفصیلی بھی کہا جاتا ہے اس لیے نقض تفصیلی کے بعد نقض اجمالی بیان کیا۔

فقال النقض وهو فی اللغة الکسر وفی اصطلاح النظار ابطال الدلیل ای دلیل المعلل بعد تمامه متمسکا بشاهد یدل علی عدم استحقاقه للاستدلال به وهو ای عدم اسحقاقه استلزامه فسادا اما اعم من ان یکون

تخلف المدلول عن الدليل بان يوجد الدليل في موضع ولم يوجد المدلول فيه او فسادًا اخر مثل لزوم المحال على تقدير تحقق المدلول ويتضح ذلک من قوله وفصل اى النقض بدعوى التخلف اولزوم محال

ترجمہ...... پس ماتن قدس سرہ نے کہا کہ نقض اور وہ لغت میں کسر کے معنی میں ہے اور اہل مناظرہ کی اصطلاح میں دلیل کا باطل کرنا یعنی معلل کی دلیل کے مکمل ہونے کے بعد کسی شاہد کو پکڑتے ہوئے جو معلل کے استدلال کے لئے عدم استحقاق پر دلالت کرے اور وہ یعنی اس کا عدم استحقاق فساد کو لازم ہونا ہے عام ازیں کہ مدلول کا تخلف دلیل سے ہو کہ کسی جگہ دلیل پائی جائے لیکن مدلول نہ پایا جاتا ہو یا کسی دوسرے فساد سے مثل لزوم محال، مدلول کے محقق ہونے کی تقدیر پر اور اس کی وضاحت ان کے اس قول سے ہوتی ہے اور نقض کو تقسیم کیا گیا ہے تخلف دعویٰ سے یا لزوم محال سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) نقض کی تعریف ۲) نقض کا طریقہ

۱) نقض کی تعریف...... مستدل کی دلیل پوری ہونے پر اس کو ایسی بات پیش کر کے باطل کرنا جس سے مستدل کا دلیل سے استدلال کرنے کا فساد واضح ہو جائے کہ وہ دلیل فساد کو مستلزم ہے یا محال کو لازم ہے۔

۲) نقض کا طریقہ...... نقض کے دو طریقے ہیں (الف) تخلف (ب) لزوم محال۔

(الف)۔تخلف...... دلیل ہو اور مدلول نہ پایا جاتا ہو اس کی صورت یہ ہے کوئی شخص یہ کہے کہ یہ انسان ہے اس لیے کہ حیوان ہے سائل کہے کہ یہاں دلیل پائی جارہی ہے لیکن مدلول نہیں ہے کیونکہ یہ فرس ہے اس لیے کہ یہ حیوان ہے وہی دلیل یہاں پائی جارہی ہے لہٰذا تخلف المدلول عن الدلیل کی صورت ہوئی۔

(ب)۔لزوم محال...... لزوم محال کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کہے۔

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی وولی جن وفرشتے جبرئیل اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے"

ناقض لزوم محال کی صورت میں کہے کہ نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف وکمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جس سے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا۔

قیاس اقترانی حملی کی صورت

☆ کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر موجود ہونا۔ محال بالذات کو مستلزم ہے (موضوع)

☆ اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے (محمول)

☆ کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر موجود ہونا اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے (نتیجہ)

قیاس استثنائی کی صورت

☆ اگر کمالات میں نبی کریم ﷺ کے برابر تکوین کا تعلق صحیح ہوتا (مقدم)

☆ تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا (تالی)

☆ کذب باطل ہے لہٰذا تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا بھی باطل (نتیجہ)

یہ ہے لزوم محال کی صورت اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے برابر کا موجود ہونا کذب الٰہی کو مستلزم ہے کیونکہ آپ کی ایک صفت خاتم النبیین ہے اب اگر کوئی اور آئے گا تو وہ خاتم النبیین ہوگا یا نہیں نفی کی صورت میں تساوی باطل ہے اور اثبات کی صورت میں نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور نص قرآنی کا کذب محال ہے لہٰذا نبی کریم ﷺ کی نظیر کا آنا بھی محال ہے اس لیے مدعی کا یہ قول کہ اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ محال کو مستلزم ہے۔

ویسمی نقضا اجمالیا ایضاً یعنی کما انه یطلق لفظ مطلق النقض علی المذکور یطلق النقض المقید بالاجمالی ایضاً علیه بخلاف المنع فانه

لایطلق علیه الامقیداً بالتفصیلی

ترجمہ...... اور اس کا نام نقض اجمالی بھی ہے یعنی جیسا کہ فقط لفظ کا اطلاق ہوتا ہے ویسے اجمالی کی قید بھی لگائی جاتی ہے بخلاف منع کے اس کا اطلاق تفصیلی کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں نقض اجمالی اور نقض تفصیلی کا فرق بیان کیا گیا ہے:۔

پہلا فرق...... نقض بغیر شاہد کے قابل قبول نہیں ہوتا جبکہ منع بغیر سند کے بھی قابل قبول ہوتی ہے۔

دوسرا فرق...... منع میں طلب پائی جاتی ہے کیونکہ سائل یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ مقدمہ ہمارے نزدیک غیر ثابت ہے لہٰذا تم اپنی طرف سے دلیل دو۔ جبکہ نقض میں ابطال پایا جاتا ہے اور ابطال میں دعویٰ ہے اور دعویٰ بغیر دلیل کے قابل مسموع نہیں ہوتا ہے لہٰذا نقض بھی بغیر دلیل کے قابل قبول نہیں ہوگا۔

تیسرا فرق...... منع دلیل کے مکمل ہونے سے پہلے دلیل کے کسی جزء پر وارد ہوتی ہے جبکہ نقض دلیل کے مکمل ہونے کے بعد دلیل پر وارد ہوتا ہے۔

چوتھا فرق...... نقض کو بغیر قید اجمالی کے بولنا بھی جائز ہے جبکہ منع کے لئے نقض کے ساتھ تفصیلی کی قید ضروری ہے۔

پانچواں فرق...... سائل جب منع وارد کرتا ہے تو معلل کو اس وقت سوچنے کا موقع مل جاتا ہے کیونکہ منع مقدمہ معینہ پر وارد ہوتی ہے جبکہ نقض تمام دلیل پر وارد ہوتا ہے اور مستدل کو دفعتاً یہ معلوم نہیں ہوسکتا ہے کہ نقض دلیل کے کسی حصہ پر وارد ہوا ہے اس لیے نقض کے بعد مستدل حیران و پریشان ہوجاتا ہے۔

فالشاهد مایدل علی فساد الدلیل للتخلف او لاستلزامه محالاثم اعلم ان التعریف المشهور للنقض وهو تخلف الحکم عن الدلیل عدل المصنّف

عنہ لانہ یرد علیہ ان النقض لایختص بالتخلف کما عرفت وان النقض صفۃ الناقض والتخلف صفۃ الحکم ویمکن الجواب عن الاول بان المراد بالحکم المدلول اعم من ان یکوّن مدعی اوغیرہ فیکون المعنی انتفاء المدلول مع وجود الدلیل وذالک یکون بوجھین احدھما ان یوجد الدلیل فی صورۃ ولم یوجد المدلول فیھا کالتخلف المشھور والثانی ان یوجد ولایوجد مدلولہ اصلاً کما اذااستلزم المح غایتہ انہ لیس بظاھر ملائم الارادۃ فی التعریف وعن الثانی بان المعرف ھو النقض الاصطلاحی دون اللغوی الذی ھو صفۃ الناقض مع انہ یجوزان یکون مصدراً مبیاللمفعول

ترجمہ......پس شاہد وہ ہے جو تخلف یا اس کے استلزام کیلئے ازروئے محال دلیل کے فساد پر دلالت کرے پھر آپ جان لیں کہ بے شک نقض کی مشہور تعریف یہ ہے کہ حکم کا تخلف دلیل سے ماتن نے اس تعریف سے عدول کیا اس لیے کہ اس تعریف پر اعتراض ہے کہ نقض تخلف ہی کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ آپ نے اس تعریف سے جان لیا اور بے شک نقض ناقض کی صفت ہے اور تخلف حکم کی صفت ہے اور ممکن ہے کہ اول کا یہ جواب دیا جائے کہ حکم سے مراد مدلول ہے عام ازیں کہ وہ مدعا ہو یا اس کے علاوہ پس اس وقت اس کا معنی یہ ہوگا کہ دلیل پائے جانے کے باوجود مدلول منتفی ہو اور یہ دو صورتوں میں ہے پہلی صورت یہ ہے کہ دلیل پائی جائے اور اس میں مدلول نہ ہو جیسے تخلف مشہور اور ثانی یہ ہے کہ دلیل پائی جائے اور مدلول کسی بھی صورت میں نہ پایا جائے جیسے استلزام محال زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ بے شک تعریف میں ظاہر معنی کا ارادہ مفقود ہے اور ثانی کی طرف سے جواب یہ ہے کہ بے شک نقض کی تعریف اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی جو ناقض کی صفت ہے اس کے ساتھ کہ مصدر کو بنی للمفعول لینا جائز ہے

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) شاہد کی تعریف　　　　　　۲) نقض کی مشہور تعریف سے عدول کی وجہ

شاہد کی تعریف...... جو چیز دلیل کے فساد پر دلالت کرے مثلاً: معلل کی دلیل مکمل ہونے کے بعد جب سائل یہ ثابت کرے کہ یہاں دلیل پائی جارہی ہے لیکن مدلول نہیں پایا جارہا ہے اب سائل جس چیز سے یہ ثابت کرے گا وہ شاہد ہے اور جو ثابت ہو وہ تخلف المدلول ہے اسی طرح لزوم محال میں ہے سائل یہ ثابت کرے گا وہ شاہد ہے اور جو چیز ثابت ہو وہ لزوم محال ہے دونوں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔

نقض کی مشہور تعریف سے عدول کی وجہ...... ماتن نے مشہور تعریف سے عدول کر کے نقض کی جو تعریف کی ہے اس عدول کی وجہ بتاتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ مشہور تعریف پر دو اعتراض قائم ہوتے ہیں اولاً مشہور تعریف تخلف الحکم عن الدلیل ہے اس تعریف سے لازم آتا ہے کہ نقض صرف تخلف میں ہے جبکہ ایسا نہیں ہے ثانیاً اس تعریف میں نقض ناقض کی صفت ہے اور تخلف حکم کی صفت ہے۔

جواب اول...... حکم کو مدلول کے معنی میں لیں گے عام ازیں کہ وہ مدعا ہو یا غیر مدعا اس صورت میں تخلف کا معنی یہ ہوگا کہ دلیل پائی جائے لیکن مدلول منتفی ہو مدلول کی انتفاء کی دو صورتیں ہیں۔

الف: دلیل ہو مدلول نہ ہو یہ صورت تخلف المدلول عن الدلیل کی ہے۔

ب: دلیل ہو مدلول اصلاً نہ ہو یہ صورت لزوم محال کی ہے۔

جواب ثانی...... نقض کی تعریف میں نقض باعتبار اصطلاحی ہے نہ کہ لغوی اور یہ بھی جائز ہے کہ نقض مبنی للمفعول ہو۔

ويرد على التعريفين ان النقض بحسب الاصطلاح قديطلق على معنيين اخرين احدهما نقض المعرفات طرداً وعكساً والثانى المناقضة التى سبق ذكرها ولايخفى عليك ان المعرف هو النقض المقابل للمنع السابق ذكره الوارد على دليل المعلل فلا ضير فى خروج النقوض

الواردة على التعريفات من التعريف

ترجمہ......اور ان دونوں تعریفوں پر کہ بے شک نقض بحسب اصطلاح ہے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کبھی اس کا اطلاق دوسرے دو معانی پر بھی ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ نقض کی تعریف از روئے طرد و عکس ہے اور ثانی مناقضہ جس کا ذکر گزر چکا ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ نقض کی تعریف منع کے مقابلے میں ہے معلل کی دلیل پر اس کو ذکر کرتے ہیں تعریف سے تعریفات پر وارده نقض کو نکالنے میں کوئی تنگی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ نقض کو اگر بحسب اصطلاح لیں تب بھی دونوں تعریفوں پر (تعریف مشہور اور ماتن کی تعریف) اعتراض وارد ہوتا ہے کیونکہ دیگر دو معانی میں بھی مستعمل ہے یعنی طرد و عکس اور مناقضہ شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ نقض کی تعریف منع کے مقابلے میں ہے اور جو چیز کسی کے مقابلے میں ہو ان دونوں کو ایک ماننا خطا ہے لہذا نقض مطلق کو مناقضہ کے معنی میں نہیں لے سکتے اس کی جانب ولا يخفى عليك ان المعرف هو النقض المقابل للمنع السابق کہہ کر اشارہ کیا۔

☆ طرد کی تعریف......طرد تلازم فی الثبوت کو کہتے ہیں یعنی جس پر حد صادق آئے اس پر محدود بھی صادق آئے گا اسے جامعیت بھی کہتے ہیں۔

☆ عکس کی تعریف......عکس تلازم فی الانتفاء کو کہتے ہیں یعنی جس پر حد صادق نہ آئے اس پر محدود بھی صادق نہ آئے گا اسے مانعیت بھی کہتے ہیں۔

ثم الاسولة المسموعة الواردة على دليل المعلل ثلثة المنع والنقض والمعارضة فالا ولان ماعرفت والثالث مافسره بقوله والمعارضة اقامة الدليل على خلاف ما اقام الدليل عليه الخصم والمراد بالخلا ف ماينافى مدعى الخصم سواء كان نقيضه او مساوى نقيضه او اخص منه لا مايغايره مطلقا كمايشعر به لفظ الخصم لانه انما يتحقق المخاصمة

لو کان مدلول دلیل احدھما منافی مدلول دلیل الآخر

ترجمہ...... پھر دلیل پر تین سوالات قابل مسموع ہیں منع، نقض اور معارضہ پس اول کے دو آپ نے پہچان لئے اور تیسرے کی تفسیر اس قول سے کی اور معارضہ خصم کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے جو خصم نے اس پر قائم کی ہو اور خلاف سے مراد جو خصم کے مدعا کے منافی ہو عام ازیں کہ وہ اس کی نقیض ہو یا اس کی نقیض کے مساوی ہو یا اس کی نقیض سے اخص ہو نہ کہ مطلقاً مدعا کے مغایر ہو جیسا کہ لفظ خصم سے سمجھ میں آتا ہے اس لیے مخاصمت وہاں متحقق ہوتی ہے جہاں ایک کی دلیل دوسرے کی دلیل کے مدلول کے منافی ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کیے گئے ہیں:-

۱) مناسبت ۲) معارضہ کی تعریف

۱) مناسبت...... سائل کی طرف سے مدعی کی دلیل پر جو باتیں قابل مسموع ہیں وہ یہ ہیں منع، نقض اور معارضہ ان تینوں میں سے دو یعنی منع اور نقض کی تعریف مع ملحقات بیان کر چکے ہیں اور اب معارضہ کی تعریف اور تقسیم بیان کریں گے جو یکے بعد دیگرے سائل وارد کرتا ہے۔

۲) معارضہ کی تعریف...... فریق مخالف کے دعویٰ کے خلاف دلیل پیش کرنا معارضہ ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں (۱) معارضہ فی المقدمہ (۲) معارضہ فی الحکم۔

الف: معارضہ فی المقدمہ...... فریق مخالف کی دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی نفی پر دلیل قائم کرنا۔

ب: معارضہ فی الحکم...... فریق مخالف کے مطلوب حکم کی نقیض پر دلیل قائم کرنا۔

شارح علیہ الرحمۃ معارضہ کی تعریف میں لفظ خلاف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں خلاف سے مراد مدعا کے منافی ہونا ہے نہ کہ وہ دلیل مدعا کے مغایر ہو پھر فرماتے ہیں اس تنافی

کی چند صورتیں ہیں (۱) عین نقیض (۲) مساوی نقیض (۳) نقیض سے اخص۔

۱) عین نقیض...... عین نقیض کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ھذا نسان لانہ ضاحک سائل اس کے جواب میں کہے ھذا انسان لانہ لا ناطق اس مثال میں ھذا انسان کی نقیض لاانسان ہے جو کہ عین نقیض ہے۔

۲) مساوی نقیض...... اس کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ھذا انسان لانہ ضاحک سائل کہے لانسلم ھذانسان بل ھو لاناطق لانہ غیر ضاحک اس مثال میں ھذاانسان کی نقیض لاناطق مساوی نقیض ہے۔

۳) نقیض سے اخص...... اس کی صورت یہ ہے کہ مدعی کہے ھذا انسان لانہ حیوان سائل کہے لانسلم ھذا انسان بل ھو فرس لانہ حیوان اس کی مثال میں انسان کی نقیض لاانسان ہے اور فرس لاانسا ن سے اخص ہے۔

فان اتحد دلیلا ھما بان اتحد افی المادة والصورة جمیعاً کما فی المغالطات العامة الورودا و صورتھما فقط بان اتحدا فی الصورة فقط بان یکونا علی الضرب الاول من الشکل الاول مثلاً مع اختلافھما فی المادة فمعارضة بالقلب ان اتحد دلیلا ھما معارضة بالمثل ان اتحد صورتھما والاای وان لم یتحد الاصورة ولامادة فمعارضة بالغیر

ترجمہ...... پس اگر دونوں دلیلیں متحد ہوں۔ اس حال میں کہ مادہ اور صورت میں اتحاد ہو جیسے مغالطات عامہ یا دونوں دلیلیں صرف صورت میں متحد ہوں دونوں شکل اول کی ضرب اول سے ہوں یا دونوں میں اختلاف ہو پس معارضہ بالقلب جو صورت اور مادہ میں متحد ہو اور معارضہ بالمثل اگر صرف صورت میں متحد ہو ورنہ یعنی اگر دونوں میں اتحاد نہ ہو پس وہ معارضہ بالغیر ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی تقسیم کا بیان کی گئی ہے۔ (۱) معارضہ بالقلب (۲) معارضہ

بالمثل (۳) معارضہ بالغیر۔

۱) معارضہ بالقلب...... فریقین کی دلیلیں صورت اور مادہ دونوں میں متحد ہوں۔

۲) معارضہ بالمثل...... فریقین کی دلیلیں مادہ میں مختلف اور صورت میں متحد ہوں۔

۳) معارضہ بالغیر...... فریقین کی دلیلیں مادہ اور صورت دونوں میں مختلف ہوں۔

انتباہ:- ان تینوں کی مثالیں اگلی عبارت میں آئیں گی۔

قال المصنف قدس سره فيمانقل عنه المعارضة بالقلب توجد في المغالطات العامة الورود كمايقال المدعى ثابت لانه لو لم يكن المدعى ثابتا لكان نقيضه ثابتاً وعلى تقدير ان يكون نقيضه ثابتا كان شئى من الاشياء ثابتا فلزم من هذه المقدمات هذه الشرطية ان لم يكن المدعى ثابتا لكان شئى من الاشياء ثابتا وينعكس بعكس النقيض الى هذا ان لم يكن شئى من الاشياء ثابتا لكان المدعى ثابتا تم كلامه ففى قوله توجد في المغالطات اشارة الى انهالا توجد في الدلائل العقلية الصرفة وقد يقع في القياسات الفقهية ايضا كما اذا قال الحنفي مسح الرأس ركن من اركان الوضوء فلايكفى اقل مايطلق عليه اسم المسح كغسل الوجه فيقول الشافعي معارضا المسح ركن منها فلايقدر بالربع كغسل الوجه و اما المعارضة بالمثل فكمااذا قال المعلل العالم محتاج الى المؤثر وكل محتاج اليه حادث فهو حادث يقول المعارض العالم مستغن عن المؤثر وكل مستغن عنه قديم فهو قديم فالدليلان متحدان في الصورة لكونهما من ضرب واحد من الشكل الاول واذا قال المعارض لوكان العالم حادثا لماكان مستغنيا لكنه مستغن فليس بحادث كانت معارضة بالغير

ترجمہ...... مصنف قدس سرہ نے (منہیہ) میں کہا ہے کہ معارضہ بالقلب مغالطات عامہ میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ کہا جائے مدعا ثابت ہے اگر مدعا ثابت نہ ہوتو اس کی نقیض ثابت ہوگی اور اس تقدیر پر کہ اس کی نقیض ثابت ہوگی اشیاء میں سے کوئی شئے ثابت

ہوگی۔ پس اس مقدمات سے یہ شرطیت لازم آتی ہے اگر مدعا ثابت نہ ہوتو اشیاء میں سے کوئی شئے ثابت ہوگی اور عکس نقیض کا الٹ کرتے ہیں اس کی طرف کہ شئی من الاشیاء اگر ثابت نہ ہوتو مدعا ثابت ہے مصنف کا کلام مکمل ہوا اس کی طرف توخذ فی المغالطات کہہ کر اشارہ کیا دلائل عقلیہ میں معارضہ بالقلب نہیں پایا جاتا اور کبھی فقہی قیاسیات میں بھی پایا جاتا ہے جیسے جب حنفی حضرات کہیں کہ سر کا مسح ارکان وضو میں سے ایک رکن ہے پس یطلق علیه اسم المسح سے کم کفایت نہیں کرتا جیسے چہرہ دھونا، پس شافعی حضرات کہیں کہ سر کا مسح ارکان وضو میں سے ایک رکن ہے پس اسے ربع کے ساتھ مقید نہیں کر سکتے جیسے چہرہ دھونا اور معارضہ بالمثل جیسے معلل کہے دنیا موثر کی طرف محتاج ہے اور جو محتاج ہو وہ حادث ہوتا ہے پس عالم حادث ہے معارض کہے کہ عالم اثر سے مستغنی ہے اور جو اثر سے مستغنی ہو وہ قدیم ہوتا ہے پس عالم قدیم ہے پس دونوں دلیلیں صورت میں متحد ہیں اس لئے کہ دونوں شکل اول کی ضرب اول سے ہیں اور جب معارض کہے کہ عالم حادث ہے لیکن وہ اثر سے مستغنی ہے اس لئے وہ حادث نہیں ہے یہ معارضہ بالغیر ہے۔

تشریح

سابقہ عبارت میں پیش کردہ معارضہ ثلثہ کی مثالیں بیان کی گئیں ہیں۔

مثال اول...... پہلی مثال مغالطات کی ہے یعنی ہمارا مدعا اگر ثابت نہیں ہے تو شئی من الاشیاء ثابت ہے اور اس کے الٹ میں یعنی اگر شئی من الاشیاء ثابت نہیں ہے تو مدعا ثابت ہے یہ معارضہ بالقلب کی مثال ہے اس کے علاوہ مزید تین مثالیں اور ہیں۔

مثال ثانی...... احناف نے چوتھائی سر کے مسح کے وجوب پر استدلال کیا ہے کہ مسح الراس رکن من ارکان الوضوء (صغریٰ) وکل رکن لایکفی فیه اقل مایطلق علیه اسمه (کبریٰ) نتیجہ نکلا فلایکفی فی المسح اقل مایطلق علیه اسمه

شافعی کے نزدیک چونکہ ایک، یا دو بال کا مسح کرنا بھی جائز ہے اس لئے انہوں نے احناف کا معارضہ بالقلب کیا کہ المسح رکن من ارکان الوضو (صغریٰ) وکل رکن لایقدر

بالربع (کبری) نتیجہ نکلا کہ فلا یقدر مسح الراس بالربع احناف اور شوافع کے ادلہ میں صورتا بھی اتحاد ہے کیونکہ صغری اقترانی ہے اور شکل اول کی ضرب اول پر ہے اور بعض مادہ میں بھی اتحا د ہے کیونکہ صغری دونوں دلیلوں میں بعینہ ایک ہے کبریٰ کے محمول میں اختلاف ہے یہ مثال معارضہ بالقلب کی ہے۔

مثال ثالث...... متکلمین عالم کے حدوث پر دلیل پیش کرتے ہیں کہ العالم محتاج الی المؤثر (صغری) وکل ماھو محتاج الی المؤثر حادث(کبری) نتیجہ نکلا عالم حادث ہے۔ سوفسطائی معارضہ کرتے ہوئے دلیل دیتا ہے کہ العالم مستغن عن المؤثر فھو قدیم (کبری) نتیجہ نکلا عالم قدیم ہے اس مثال میں فریقین کی دلیلیں مادہ میں مختلف ہیں لیکن صورت میں متحد کیونکہ دونوں قیاس اقترانی ہے اور شکل اول کے ضرب اول پر ہے یہ معارضہ بالمثل کی مثال ہے۔

مثال رابع...... مذکورہ دلائل کو پیش کرکے عالم کے حدوث پر دلیل قائم کرے اور فریق مخالف عالم کے قدیم ہونے پر دلیل دے کہ...... لو کان العالم حادثا لما کان مستغنیا لکنہ مستغن فلیس بحادث اس میں فریقین کی دلیلیں مادہ اور صورت دونوں میں مختلف ہیں مادہ کا اختلاف تو واضح ہے صورت میں اختلاف یہ ہے کہ پہلی دلیل قیاس اقترانی اور دوسری دلیل قیاس استثنائی ہے یہ مثال معارضہ بالغیر کی ہے۔

ثم قيل يصدق التعريف على تعليل المعلل الاول بعد ماعارضه السائل والجواب عنه انه معارضة على اختيار المص كماسيجي ولو سلم عدم كونه معارضة كما هو مختار يمكن ان يقال ان المراد بالخصم المعلل الاول المثبت لمدعاه بالدليل الاالمعارض

ترجمہ...... پھر کہا گیا کہ سائل کے معارضہ کے بعد یہ تعریف معلل اول پر صادق آتی ہے اور جواب یہ ہے کہ ماتن کے اختیار کردہ قول پر وہ معارضہ ہی ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اور اگر اس کا عدم تسلیم کیا گیا جیسا کہ غیر کا مختار قول ہے ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ خصم سے مراد معلل اول ہے جو اپنے مدعا کو دلیل سے ثابت کرے نہ کہ معارض۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی تعریف پر ایک اعتراض اور پھر ماتن کا مذہب بیان کیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ معارضہ کی تعریف معلل اول یعنی مستدل پر صادق آتی ہے کیونکہ جب سائل معارضہ کرتا ہے تو اس کے جواب میں مستدل بھی سائل کا معارضہ کرتے ہوئے جواب دیتا ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ماتن کے نزدیک ایسا ہی پسندیدہ ہے جیسا کہ آپ نے اعتراض میں کہا ہے ماتن کے علاوہ کا مختار قول ہے کہ یہاں خصم سے مراد معلل اول ہی ہے جو دلیل سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرتا ہے جبکہ معارض کا مقصد دعویٰ کو ثابت کرنا نہیں بلکہ مستدل کی دلیل کا صرف معارضہ کرنا ہے۔

ثم لابد في المناظرة من التوجيه فلابد من بيانه ولذلك قال والتوجيه ان يوجه المناظر كلامه منعا او نقضا او معارضة الى كلام الخصم والغصب اخذ منصب الغير وهو غير مستحسن كمااذاقال احد ناقلا قال ابو حنيفة ومحمد رضي الله عنهما اذا جامع المظاهر في خلا ل صيام الكفارة استانف ثم استدل بانه قال سبحانه وتعالىٰ قَبْلَ اَنْ يَّتَمَا سَّا فذلك يقتضي تقديم الكفارة على المسيس ومن ضرورة التقديم الاخلاء عن الجماع فلما فات بالمجامعة التقديم يلزم ان يستانف ليو جدالاخلاء عملا بقدر الامكان فانه كان منصب الناقل تصحيح النقل فحسب فلما شرع في الاستدلال اخذ منصب المدعي

ترجمہ...... پھر مناظرہ میں توجیہ ضروری ہے پس توجیہ کا بیان ضروری ہوا اور ماتن نے کہا اور توجیہ مناظر کا کلام کی طرف متوجہ کرنا از روئے منع، نقض یا معارضہ کے خصم کے کلام کی طرف اور غصب غیر کے منصب کو لینا ہے اور یہ غیر مستحسن ہے جیسا کے کوئی از روئے نقل کے کہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے فرمایا کہ جب مظاہر کفارہ کے روزے کے درمیان وطی کرے تو دوبارہ روزہ نئے سرے سے رکھے پھر اس کی دلیل پیش کرے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قبل ان یتماسا" یعنی چھونے سے پہلے اس کا تقاضہ ہے کہ کفارہ کی تقدیم مسیس

پر ہو اور تقدیم کی ضروریات میں سے ہے کہ وطی سے خالی رہا جائے پس جب مجامعت پر تقدیم فوت ہوگئی تو استیناف لازم ہوا تا کہ بقدر امکان خالی ہونا عملاً پایا جائے پس بے شک ناقل کا منصب صرف تصحیح نقل تھا اور اتنا کافی تھا پس جب ناقل نے دلیل شروع کردی تو اس نے مدعی کے منصب کو لے لیا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں (۱) توجیہ کی تعریف (۲) غصب کی تعریف۔

توجیہ کی تعریف...... مناظر کا اپنے کلام کو فریق مخالف کی طرف از روئے منع، نقض اور معارضہ کے متوجہ کرنا۔

اعتراض...... مذکورہ تعریف پر اعتراض ہوتا ہے کہ توجیہ کو منع، نقض اور معارضہ کے ساتھ خاص کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ توجیہ ان ہی تینوں پر منحصر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

جواب...... توجیہ کی تعریف میں ان تینوں کو ہی باعتبار اعم اور اغلب کے بیان کیا ہے تخصیص کے لئے نہیں۔

غصب کی تعریف...... غیر کے منصب کو لینا جیسے کوئی شخص امام صاحب کے قول کو نقل کرے کہ اگر مسئلہ ظہار میں روزے سے کفارہ ادا کرے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ساٹھ روزے مکمل ہونے کے بعد بیوی سے ہمبستری کرے اس کے برعکس اگر کوئی دوران کفارہ بیوی سے وطی کرے تو نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھے ناقل کا کام صرف اتنا ہی نقل کرنا تھا اگر ناقل اسی مسئلہ پر دلیلی پہلو کو اپنائے تو یہ غصب ہے کیونکہ مسئلہ ھذا میں استیناف کا دعویٰ ناقل کا نہیں ہے بلکہ امام صاحب کا ہے اس لئے دلیل پیش کرنا امام صاحب کا منصب ہے ناقل کے ذمہ فقط اس نقل کی تصحیح تھی۔

ظہار کی تعریف...... اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت سے تشبیہ دینا (بہ نیت حرمت) جو ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہو اس کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، پے در پے دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

اعتراض...... غصب ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت ناجائز جبکہ اسولہ تین پر منحصر

ہے یعنی منع نقض اور معارضہ ان میں سے آخر کے دو بھی غصب کی طرح ناجائز ہونا چاہئے کیونکہ سائل کا کام حاجت کے وقت معلل سے طلب ہے اور یہ صرف منع میں ہے نقض اور معارضہ میں دعویٰ ہے اور دعویٰ مدعی کا منصب ہوتا ہے نہ کہ سائل کا اس لئے چاہئے کہ جس طرح غصب بلاضرورت جائز نہیں ہے تو اسی طرح نقض اور معارضہ میں بھی ہو اگر یہ دونوں بلاضرورت جائز ہونگے تو غصب بھی جائز ہونا چاہئے۔

جواب...... ان دونوں کا جواز بھی عند الضرورت ہے کیونکہ سائل کبھی مقدمہ معینہ میں دلیل کے خلل کو نہیں جانتا اور نقض یا معارضہ کی طرف مضطر ہوتا ہے بس اسی طرح عند المحققین غصب بھی عند الضرورت جائز ہے۔

ولما فرغ من المقدمة وكان موضوع هذا الفن ،هو البحث حيث يبحث فيه عن كيفياته اراد ان يشرع في الابحاث فبين اولاً اجزاء البحث فقال ثم البحث ثلثة اجزاء مبادهي تعيين المدعى اذا كان فيه خفاء لانه اذا لم يكن متعينا لم يعلم ان دليل المعلل هل هو مثبت له ام لا واوساط هي الدلائل انما سميت اوساطا لتاخرها عن تعيين المدعى و تقدمها على ماينتهي البحث اليه ومقاطع هي المقدمات التي ينتهي البحث اليها من الضروريات و الظنيات المسلمة عند الخصم مثل الدور والتسلسل واجتماع النقيضين وغيرهافانه اذا ينتهي البحث الى المقدمات الضرورية او الظنية المسلمة عند الخصم انقطع وتم

ترجمہ...... اور جب مقدمہ سے فارغ ہوئے اور بحث جو اس فن کا موضوع ہے اس حیثیت سے کہ اس میں بحث کی جائے اس کی کیفیات سے پس ارادہ کیا کہ بحث کو شروع کرے اور اولاً بحث کے اجزاء کو بیان کیا پس کہا کہ پھر بحث کے لئے تین اجزاء ہیں مبادی یہ مدعا کا تعین ہے جبکہ اس میں خفا ہو اس لئے جب متعین نہیں ہوگا تو کیا معلوم کہ معلل کی دلیل مثبت ہے یا نہیں اور اوساط یہ دلائل ہیں اس کا نام اوساط اس لئے رکھا کہ یہ تعین مدعا کے بعد اور جس کی طرف بحث انتہا کو پہنچتی ہے اس سے پہلے ہے اور مقاطع یہ وہ مقدمات ہیں جن کی طرف بحث منتہی ہوتی ہے خواہ ضروریات میں سے ہو یا ظنیات میں سے۔ جو

عندالخصم مسلمہ ہو مثلاً: دور تسلسل اجتماع نقیضین اوراس کے علاوہ پس بحث جب مقدمات ضروریہ یا ظنیہ کی طرف منتہی ہو جو عندالخصم مسلمہ ہو تو مناظرہ منقطع اور مکمل ہوگا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱)مناسبت ۲)اجزائے بحث

۱) مناسبت...... کتاب کے مقدمہ میں ان دونوں چیزوں کو بیان کیا جنہیں مناظرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اوراب مناظرہ کا موضوع بیان کیا جاتا ہے۔

۲) اجزائے بحث...... بحث کے تین اجزاء ہیں مناظرہ سے پہلے ان کا تعین کرنا ضروری ہے۔

(الف)-مبادی...... دعویٰ کے تعین کو مبادی کہتے ہیں اگر دعویٰ میں کوئی ابہام ہو تو چاہئے کہ اولاً اس کی وضاحت ہوتا کہ دوران مناظرہ کوئی جدل واقع نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اب اس دعویٰ میں یہ ابہام ہے کہ اللہ کے سوا علم غیب کوئی ذاتی نہیں جانتا یا عطائی مدعی کہے عطائی تو اب عطائی پر مناظرہ ہوگا اگر مدعی کہے کہ ذاتی علم غیب کوئی نہیں جانتا تو اس پر مناظرہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ کے سوا کسی اور کے لئے ذاتی علم غیب کی نفی مسلم عندالخصم ہے اور جو مسلم عندالخصم ہو اس پر مناظرہ نہیں ہوتا اب مدعی نے عطائی غیب کی نفی کے لئے قرآن کی جس آیت کو پیش کیا اس میں عطائی علم غیب کی نفی نہیں ہے بلکہ ذاتی علم غیب کی نفی ہے کیونکہ اللہ کا علم ذاتی ہے اگر مذکورہ آیت سے عطائی علم غیب کی نفی ہوگی تو معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ کو معاذ اللہ کسی نے علم غیب عطا کیا ہے اور یہ سراسر شرک ہے لہٰذا مذکورہ آیت مدعی کے دعویٰ پر دلیل نہیں بن سکتی۔ یہ ہے مدعا کے ابہام کا ازالہ، بحث میں آسانی اور کس دلیل سے دعویٰ ثابت ہو رہا ہے اور کس دلیل سے نہیں۔

(ب)-اوساط...... دلائل کو اوساط کہتے ہیں مثلاً اولاً ان کتابوں کا تعین کیا جائے جو دوران مناظرہ فریقین کے نزدیک مسلم ہو ورنہ مناظرہ کے دوران فریق اول کسی ایسی کتاب کا حوالہ پیش

کرے جو فریق ثانی کو منظور نہ ہو تو سوائے مجادلہ کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔
(ج) مقاطع...... وہ مقدمات ضروریہ یا ظنیہ جن پر بحث ختم کی جائے اور وہ مقدمات مسلم عند الخصم ہو۔

ثم قال المص فيمانقل عنه اعلم ان الواجب على السائل ان يطالب اولا ما امكنه من تعريف مفردات المدعى وتعيين البحث وتمييزه عن سائر الأحوال كما اذا ادعى المعلل ان النية ليست بشرط في الوضو فينبغي للسائل ان يقول ماالنية ومالشرط وما الوضو فقال المعلل النية قصد استباحة الصلوة او قصد امتثال الا مر والشرط امر خارج يتوقف عليه الشئي وغير مؤثر فيه والوضؤ غسل الاعضاء الثلثة ومسح الراس ثم يقول للسائل عدم شرط النية باى مذهب واى قول فيقول المعلل بمذهب ابى حنفية رحمه اللّٰه تم كلامه

ترجمہ...... پھر ماتن نے (منہیہ) میں کہا کہ بے شک آپ جان لیں کہ سائل پر دعویٰ کے مفردات کی وضاحت یا تعریف واجب ہے اور بحث کا تعین اور سارے احوال سے اس کی تمیز جیسا کہ جب معلل کہے کہ بے شک وضو میں نیت شرط نہیں ہے پس سائل کو چاہیئے کہ کہے کہ نیت کسے کہتے ہیں وضو کسے کہتے ہیں شرط کسے کہتے ہیں پس معلل کہے نماز کی استباحت کا قصد کرنا نیت ہے یا امتثال امر کا قصد کرنا اور شرط امر خارج ہے جس پر شئے موقوف ہوتی ہے اور وہ اس میں غیر مؤثر ہوتی ہے اور وضو اعضائے ثلثہ اور سر کا مسح کرنا ہے پھر سائل کہے نیت کا شرط نہ ہونا کس مذہب میں ہے اور کس کا قول ہے پس معلل کہے کہ مذہب ابی حنیفہ میں ہے بخلاف امام شافعی کے اس کا کلام مکمل ہوا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ معلل جب اپنے دعویٰ کو پیش کرے تو سائل کو چاہئے کہ دعویٰ کے مفردات کی وضاحت طلب کرے ورنہ ممکن ہے کہ دوران مناظرہ مدعی اپنے

دعویٰ کو کسی اور معنی میں استعمال کرے اور اس معنی کو چھوڑ دے جس معنی پر مناظرہ ہوا تھا کیونکہ ایک لفظ کے کئی معانی ہوتے ہیں عموی طور پر ہر لفظ کے دو معانی تو ضرور ہوتے ہیں ایک لغوی معنی اور دوسرا اصطلاحی پیش کردہ مثال میں لفظ وضو کو لیں اس کے لغوی معنی مطلقا دھونا ہے خواہ صرف ہاتھ دھویا جائے یا چہرہ اور اس کے اصطلاحی معنی اعضائے ثلثہ کا دھونا (ہاتھ کہنیوں سمیت، چہرہ اور دونوں پیر ٹخنوں سمیت) اور سر کا مسح کرنا مدعی کہے آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو لازم آتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے گوشت کھا کر وضو کرنا ثابت ہے سائل وضاحت طلب کرے کہ حدیث مذکور میں وضو کا لفظ کسی معنی میں استعمال ہوا ہے مدعی کہے کہ اصطلاحی معنی میں سائل کہے کہ دیگر احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آگ کی پکی ہوئی چیزوں کو تناول فرما کر وضو نہیں فرمایا لہٰذا پیش کردہ حدیث میں وضو لغوی معنی میں مستعمل ہے اور یہ ہمارے نزدیک مسلم ہے سائل اگر مدعی سے وضاحت طلب کئے بغیر بحث شروع کرتا، عین ممکن تھا کہ دوران مناظرہ مدعی اپنے بیان کو اصطلاحی بیان سے لغوی کی طرف پھیر دیتا اور سائل کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتا اس لئے دعویٰ کے مفردات کی وضاحت اولاً سائل کے ذمہ ہے۔

اعلم ان وجوب الطلب انما هو اذا لم يكن معلوما للسائل لان الطلب مع العلم مكابرة اومجادلة كماسبق وقول امكنه اشارة الى ان بعض الاشياء لايجوز طلبه من الناقل كالدليل على المنقول اوعلى مقدمة من مقدمات الدليل الذى نقله معه واما اذا تصدى لاثبات المنقول فيجوز ذلک عنه لانه ح اخذ منصب المدعى والمستدل فيواخذ بمايوخذ ان به ثم قوله فينبغى ينافى قوله الواجب على السائل ظاهرا لان الواجب مالايجوز تركه وماينبغى يجوز تركه وان تاملت بامعان النظر يظهر لک عدم التنافى لان المحققين كثيرا مايعبرون باللائق عن الواجب مع ان فى التعبير به عنه اشارة الى ما ستعرف من انه ينبغى ان لايكون احد المتخاصمين فى غاية الردائة لان هذه الاشياء ظاهرة لاتكون مجهولة الالمن كان اسؤ الحال

ترجمہ......آپ جان لیں کہ طلب اس وقت سائل کے لئے واجب ہے جب اسے معلوم

نہ ہو اس لئے کہ علم کے ساتھ طلب مکابرہ ہے یا مجادلہ جیسا کہ گزر چکا ہے اور (منہیہ) میں ماتن کا امکنہ کہنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ناقل سے بعض اشیاء کی طلب جائز نہیں جیسے منقول پر دلیل یا جسے دلیل کے ساتھ نقل کیا ہو اس مقدمات میں سے کسی مقدمہ پر دلیل اور جب ناقل نے منقول کے اثبات پر اپنے آپ کو پابند کیا ہو تو دلیل طلب کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس وقت اس نے مدعی اور مستدل دونوں کا منصب لیا ہوا ہے پس دلیل کا مواخذہ ہوگا پھر ماتن کا ینبغی کہنا الواجب علی السائل قول کے ظاہراً منافی ہے اس لئے کہ واجب وہ ہے جس کا ترک جائز نہیں ہے اور ینبغی وہ جس کا ترک جائز ہے اور اگر آپ امعان نظر سے غور وفکر کریں تو آپ پر ظاہر ہوگا ان دونوں کے مابین کوئی تنافی نہیں ہے اس لئے کہ اکثر محققین واجب کو لائق سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح یہاں واجب کو ینبغی سے تعبیر کیا اس سے اس طرف اشارہ ہے جو عنقریب آپ پہچان لیں گے کہ متخاصمین میں سے کوئی ایک بھی غایت ردا میں نہ جائے اس لئے کہ یہ اشیائے ظاہرہ ہیں مجہولہ نہیں مگر اس کے لئے جس کا برا حال ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) واجب پر تبصرہ ۲) ینبغی پر تبصرہ

۱) واجب پر تبصرہ...... شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ سائل پر مدعا کے مفردات کی وضاحت اس وقت لازم ہے جب سائل کو اسکا علم نہ ہو صورت دیگر مجادلہ یا مکابرہ ہو جائیگا اسی طرح یہ بھی عبارت میں وضاحت کی گئی ہے کہ مستدل کی حیثیت کو دیکھنا ہوگا اگر مستدل فقط ناقل ہوگا تو صرف تصحیح نقل طلب کی جائیگی نقل پر دلیل طلب کرنا مستدل کا کام نہیں ہے اگر کوئی اس منصب کو غصب کرے اور مدعی و مستدل دونوں منصب کو اخذ کرے (تو پھر دلیل طلب کی جائیگی)

اعتراض...... کبھی مدعا کے اطراف کی وضاحت سائل مع العلم طلب کرتا ہے کیونکہ سائل چاہتا ہے کہ مدعی کی طرف سے معنی مقصود کی وضاحت ہو جائے جبکہ ماتن کے بیان سے ثابت ہو رہا ہے کہ مع العلم طلب کرنا مکابرہ یا مجادلہ ہے۔

جواب...... ماتن کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ طلب کی دو حیثیتیں ہیں ایک وجوب کی حیثیت اور دوسری جواز کی حیثیت، وجوب کی حیثیت اس وقت ہوگی جب سائل کو اس کا علم نہ ہو اور جواز کی حیثیت اس وقت ہوگی جب علم ہو مگر معنی مقصود کی وضاحت کی خاطر طلب کی جائے صورت مذکورہ جواز کی صورت ہے۔

٢) ینبغی پر تبصرہ...... ینبغی کا مفاد یہ ہے کہ اس کام کو چھوڑ نا بھی جائز ہے اور واجب کا مفاد یہ ہے کہ اس کام کو ترک کرنا جائز نہیں ہے یہ دونوں آپس میں یکجا نہیں ہو سکتے جبکہ ماتن نے اپنی منہیہ میں دونوں کو یکجا کر دیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ظاہر لفظ سے منافات ثابت ہو رہی ہے ورنہ حقیقی اعتبار سے ان کے مابین تنافی نہیں ہے کیونکہ محققین کی عادت ہے کہ کبھی ینبغی کہہ کر واجب مراد لیتے ہیں یہاں بھی ماتن نے ینبغی سے واجب مراد لیا ہے۔

ثم قال المصنف قدس سره فى الحاشية ثم اعلم ان المعلل مادام فى تعريف الاقوال والتحرير لايتوجه عليه المنع كمااذا قال المعلل الزكوة واجبة فى حلي النساء عند ابى حنيفة رحمه الله وليست واجبة عندالشافعى رحمه الله فلا يقال له لم قلت انها واجبة لانه ذكر القول بطريق الحكاية لابطريق الادعاء ولادخل فى الحكايات الا اذا نقل شيئا واخطاء فى النقل فحينئذ يجوز طلب تصحيح النقل اوعرف شيئا ولم يكن تعريفه جامعا اومانعا فيجوز ان يطلب الطرد والعكس فلا يجوز الدخل اذاكان جامعا ومانعا ثم كلامه والمراد بكونه جامعا ومانعا علمٌ المخاطب بهما لانه كثير مايكون الحد جامعا ولايعلم السائل فيطلب ويجوز طلبه بالاتفاق

ترجمہ...... پھر ماتن قدس سرہ نے اپنی منہیہ میں کہا ہے کہ آپ جان لیں کے معلل جب تک تحریر واقوال کی تعریف میں ہو منع وارد نہیں کی جا سکتی جیسا کہ معلل کہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورتوں کے زیورات میں زکوۃ واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب نہیں ہے پس یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تم نے انھاواجبۃ کیوں کہا کیونکہ یہ قول بطور دعوی نہیں ہے بلکہ

بطور حکایت ہے اور حکایت میں کوئی دخل نہیں۔ مگر جب کسی چیز کو نقل کرنے میں خطا کر بیٹھے پس اس وقت تصحیح نقل طلب کی جائے گی یا کسی چیز کی تعریف کرے اور وہ تعریف جامع اور مانع نہ ہو پس اس وقت اس سے طرد اور عکس طلب کی جائے گی جب تعریف جامع اور مانع ہوگی تو اس کا دخل نہیں ہوگا منہیہ کا کلام مکمل ہوگیا اور جامع اور مانع مراد علم مخاطب میں جامع اور مانع ہونا ہے اس لیے کہ بہت سی تعریفیں جامع اور مانع ہوتی ہیں اور سائل اسے غیر جامع اور مانع تصور کرتے ہیں پس اس وقت اس کا طلب کرنا بالاتفاق جائز ہوگا۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب تک مستدل اپنے مدعا کے تعین میں رہے اس وقت اس پر منع وارد نہیں کی جاسکتی ہے۔ مثال عبارت کے ترجمے میں واضح طور پر موجود ہے۔

فلنشرع ای لما فرغنا من بیان المقدمة وبیان اجزاء البحث فلنشرع بعد ذکر التعریفات وبیان اجزاء البحث فی الابحاث وھی تسعة

ترجمہ...... پس ہم شروع کرتے ہیں یعنی جب ہم مقدمہ کے بیان اور بحث کے اجزاء کے بیان سے فارغ ہوئے پس ہم شروع کرتے ہیں تعریفات کے ذکر اور اجزائے بحث کے بعد ابحاث اور وہ تعداد میں نو ہیں۔

تشریح

مقدمہ کی بحث اور اجزائے بحث سے فارغ ہونے کے بعد مناظرہ کا موضوع یعنی بحث شروع کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے کہ ان ابحاث کو کل نو میں تقسیم کی گئی ہیں۔

البحث الاول في بيان طريق البحث وترتيبه الطبعي في التقديم والتاخير والترتيب في اللغة جعل كل شئي في مرتبته وفي الاصطلاح جعل الاشياء المتعددة بحيث يطلق عليها الاسم الواحد ويكون لبعضها نسبة الى البعض بالتقديم والتاخير واراد بالترتيب الطبعي الترتيب الذي يقتضي طبيعة البحث ان يكون عليه وهو مافصله بقوله يلتزم الخصم البيان بعد الاستفسار اى بعد مايطلب بيانه من تعيين المدعى لانه لو اشتغل بالبيان قبل الطلب يعد عبثا

ترجمہ...... پہلی بحث:- بحث کے طریق کے بیان میں اوراس کی ترتیب طبعی تقدیم وتاخیر میں اورترتیب لغت میں ہر شئے کو اپنے مرتبہ میں رکھنا اوراصطلاح میں اشیائے متعدد کواس حیثیت سے ترتیب دینا کہ ان پر اسم واحد کااطلاق ہواوران میں بعض کی نسبت بعض کی طرف تقدیم وتاخیر کے ساتھ اورترتیب طبعی سے ارادہ کیا اس ترتیب کاجو بحث کی طبیعت تقاضا کرے کہ وہ اس پر ہواوراس کی تفصیل اس قول سے کی۔ خصم پر استفسار کے بعد بیان لازم ہے یعنی بعداس کے جوطلب کرے اس کابیان تعین مدعا ہے اس لیے کہ اگر طلب سے پہلے بیان میں مشغول ہوگا تو اسے عبث شمار کرتے ہیں۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دومسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) بحث کا طریقہ...... بحث اول سے چونکہ علم مناظرہ کے موضوع کی ابتدا ہورہی ہے اس لیے اولاً تنبیہ کے طور پر بتایا جارہا ہے کہ مناظرہ میں کس کام کومقدم رکھا جائے اورکس کو مؤخر۔ مقدمہ کے ذریعے یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ اولاً دعویٰ کے مفردات کی وضاحت ضروری ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اس کی وضاحت کے بغیر بیان شروع کردے تو یہ کام لغو ہوگا کیونکہ وضاحت سے پہلے بیان یا تو مجادلہ کی طرف لے جائے گا یا مکابرہ کی طرف۔ اس لیے طریق بحث میں بیان سے پہلے طلب ضروری ہے۔

۲) ترتیب طبعی...... چند اشیاء کو اس حیثیت سے جمع کرنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے اور ان میں تقدیم وتاخیر کی نسبت ہو۔

ترتیب اور تالیف میں فرق...... اشیائے متعددہ کو جوان کے درمیان مناسبت ہو جمع کرنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے اس تعریف سے واضح ہو گیا کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے اور تالیف سے اخص ہے۔

ویواخذ ای الخصم اذاکان علی صیغة المجهول او السائل اذاکان مبنیاً للفاعل بتصحیح النقل ای بیان صحة نسبة ما نسب الیه من کتاب اوثقة ان نقل شیئا مثاله اذاقال ناقل قال ابو حنیفة رحمه الله النیة لیست بشرط فی الوضوٗ یقول السائل ماالنیة ومالشرط ومالوضوٗ فبعد مابین تعاریفها کما مر یواخذ بتصحیح النقل بان یقال له من این تنقل انه قال ابو حنیفة رحمه الله ذلک فیقول الناقل قد صرح به فی الهدایة لکن فی زماننا لمانشأ الکذب والمجادلة والمکابرة لایکفی هذاالقول بل لابدمن ان یری مانقله

ترجمہ......اور مواخذہ کیا جائے گا یعنی مدعی جب صیغہ مجہول پڑھا جائے یا سائل (مواخذہ کرے گا جب مبنی للفاعل پڑھا جائے تصحیح نقل سے یعنی نسبت کی صحت کا بیان جو کسی کتاب یا ثقہ کی طرف کی گئی ہو اگر کوئی چیز نقل کرے اس کی مثال جب ناقل کہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے سائل کہے نیت کیا ہے شرط کیا ہے اور وضو کیا ہے؟ پس ان تمام کی تعریف کے بیان کے بعد جیسا کہ گزر چکا ناقل سے تصحیح نقل کا مواخذہ کیا جائے گا اس سے کہا جائے گا تم نے یہ کہاں سے نقل کیا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے پس ناقل کہے گا اس کی صراحت ہدایہ میں موجود ہے لیکن ہمارے زمانے میں جب کذب، مجادلہ، اور مکابرہ پیدا ہوا اتنا کہنا کافی نہیں ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ نقل دکھائی جائے۔

تشریح

مذکورہ عبارت کی تفہیم کے لئے اجزائے بحث کی تقریر ملاحظہ کریں یہاں صرف ترتیب کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی اولاً دعویٰ میں سے مفردات کی وضاحت اور تعریف طلب کریں ثانیاً تصحیح نقل طلب کی جائے گی تصحیح نقل میں اس بات کا خاص خیال رہے کہ آج کل کذب اتنا زیادہ پایا جاتا ہے کہ ممکن ہے فقط تصحیح سماعت کی جائے تو دھوکا ہوسکتا ہے اس لیے فی زمانہ نقل کا دکھانا ضروری ہے اس لیے شارح علیہ الرحمۃ لکن فی زماننا لمانشاء کذب کہہ کر یہ تنبیہ کرر ہے ہیں۔

ثم عطف علی قوله بتصحیح النقل الخ قوله وبالتنبیه او الدلیل ان ادعی بدیهیا خفیا او نظریا مجهولاً ای یواخذه بالتنبیه ان ادعی بدیهیا خفیا کما اذاقال اهل الحق حقیقة من حقائق الاشیاء ثابتة فیقول السوفسطائی بای تنبیه تقول فیقول لانانشاهدالمشاهدات فلولم تکن ثابتة لما نشاهد ها اولا نک حقیقة من الحقائق فلو لم تکن ثابتا لما تطلب منا التنبیه ویواخذ بالدلیل ان ادعی نظریا مجهولا کمااذاقال المتکلم العالم حادث یقول الحکیم بای دلیل تقول ذلک فیقول لانه متغیر وکل متغیر حادث فهو حادث ووجه تقیید البدیهی بکونه خفیاً والنظری بکونه مجهولا لایخفی

ترجمہ...... پھر عطف کیا ماتن کے قول تصحیح نقل پر الخ ماتن کے اس قول پر اور تنبیہ سے یا دلیل سے اگر دعویٰ بدیہی خفی ہو یا نظری مجہول ہو یعنی مواخذہ کریں گے تنبیہ سے اگر دعویٰ بدیہی خفی ہو جیسا کہ جب اہل حق کہے حقائق الاشیاء سے حقیقت ثابت ہے پس سوفسطائی کہے کس تنبیہ سے کہتے ہو تو مدعی کہے اس لیے کہ ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اگر وہ ثابت نہ ہوتی تو ہم مشاہدہ نہ کرسکتے یا اس لیے اشیاء کی حقیقت ثابت ہے کہ اگر ثابت نہ ہوتی تو تم ہم سے تنبیہ طلب نہ کرتے اور سائل مواخذہ کریگا دلیل کا۔ اگر دعویٰ نظری مجہول ہو جیسا کہ جب متکلم کہے عالم حادث ہے حکما کہے یہ تم کس دلیل سے کہتے ہو تو مدعی کہے اس لیے کہ عالم متغیر ہے اور جو متغیر ہوتا ہے وہ حادث ہوگا پس عالم

حادث ہے اور بدیہی کو خفی سے اور نظری کو مجہول سے مقید کی وجہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں مواخذہ کی مزید دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱) تنبیہ ۲) دلیل

۱) تنبیہ...... اہل سنت کا عقیدہ اشیاء کے بارے میں یہ ہے کہ اس کی حقیقت ثابت ہے اور شئے کی تعریف اہل سنت ھو الموجود سے کرتے ہیں اس کے برعکس سوفسطائی اس کے منکر ہیں اور ان میں تین گروہ ہیں

اول عنادیہ...... ان کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں یہ وہم ہے اس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے جس طرح سراب کو دیکھنے والا یہ تصور کرتا ہے کہ تالاب ہے لیکن اس کی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ سے اندر کی طرف آرہی ہوں اسے دیکھنے والا مجسم سمجھتا ہے لیکن اس کی بھی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔

دوسرا فرقہ عندیہ...... ان کا کہنا ہے کہ اگر ہم جوہر اعتقاد کریں تو جوہر ہے اگر عرض کا اعتقاد کریں تو وہ عرض ہے یعنی ہمارے اعتقاد پر شئے موقوف ہے اسی وجہ سے اس فرقے کا نام عندی یعنی میرے نزدیک سے ماخوذ کر کے عندیہ رکھ دیا گیا۔

تیسرا فرقہ لاادریہ...... ان کا بھی عقیدہ ہے کہ اشیاء کی کچھ حقیقت نہیں اور یہ ثبوت شئے سے علم کا انکار کرتے ہیں اسی نسبت سے لاادری یعنی میں نہیں جانتا سے ماخوذ کر کے لاادریہ نام رکھ دیا گیا یہ تینوں فرقے سوفسطائی سے ماخوذ ہیں اب مسئلے کی طرف عود کرتے ہیں اہل حق یعنی اہل سنت کا دعویٰ بدیہی خفی ہے لہٰذا اس میں تنبیہ چاہئے سوفسطائی نے وضاحت طلب کرتے ہوئے کہا کہ بای تنبیہ یعنی کس تنبیہ سے آپ نے یہ کہا اہل حق تنبیہ کی وضاحت اس طرح سے کرتے ہیں اولاً جب ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ظاہر ہے اشیاء کی حقیقت ہے ورنہ ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے ثانیاً اگر اشیاء کی حقیقت نہ ہوتی تو آپ ہم سے اس کا مطالبہ کیسے کرتے آپ کا مطالبہ کرنا بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حقیقت ثابت ہے۔

۲) دلیل...... اب طلب دلیل کی طرف آئے تو اس کی مثال دی گئی ہے کہ متکلمین کا نظریہ ہے کہ عالم حادث ہے جبکہ فلاسفہ کا نظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے متکلمین کے نظریئے پر فلاسفہ نے دلیل طلب کی کہ آپ نے کس دلیل سے یہ کہا کہ عالم حادث ہے متکلمین دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں **العالم حادث لانہ متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔**

انتباہ: بدیہی کو خفی کے ساتھ مقید کیا کیونکہ بدیہی اگر خفی نہ ہو تو مناظرہ نہیں ہوسکتا جیسے سورج نکلا ہو تو دن ہونے پر مناظرہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بدیہی اولی ہے نہ کہ خفی۔ اسی طرح نظری کے ساتھ مجہول کی قید ہے کیونکہ جو نظری مجہول نہ ہو اس پر مناظرہ نہیں ہوسکتا۔

فاذا اقام المدعی الدلیل ویسمی حینئذ معللا تمنع مقدمۃ معینۃ منہ مع السند کما اذا منع الحکیم کبریٰ دلیل المتکلم بان یقول لانسلم ان کل متغیر حادث مستند ا بانہ لم لایجوز ان یکون بعض المتغیر قدیما ومجردا عنہ ای عاریا عن السند فیجاب بابطال السند اذامنع مع السند بعد اثبات التساوی ای بعد بیان کون السند مساویا لعدم المقدمۃ الممنوعۃ بان یکون کلما صدق السند صدق عدم المقدمۃ الممنوعۃ وبا لعکس لیفید ابطالہ. بطلان المنع کان یثبت المتکلم کون قولہ یجوزان یکون بعض المتغیر قدیماً مساویا لعدم کون کل متغیر حادثا یبطل ثم بالدلیل ذلک الجواز

ترجمہ...... پس جب مدعی دلیل قائم کردے اور اس وقت اس کا نام معلل بھی رکھا جاتا ہے مقدمہ معینہ پر منع مع السند وارد کی جائے گی جیسا کہ فلاسفی نے متکلم کی دلیل کے کبریٰ پر منع وارد کی یہ کہہ کر ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے سند لاتے ہوئے کیوں یہ جائز نہیں کہ بعض متغیر قدیم ہوتا ہے یا منع سند سے خالی ہو پس ابطال سند سے جواب دیا جائے گا جب منع سند کے ساتھ ہو اثبات تساوی کے بعد یعنی اس بیان کے بعد کہ سند مقدمہ ممنوعہ کے نقیض کے مساوی ہے یہ کہ جب سند صادق آئے گی تو مقدمہ ممنوعہ کی نقیض صادق آئے گی اور اس کا عکس تا کہ اس کا ابطال منع کے بطلان کا فائدہ دے جیسا کہ متکلم کے دعویٰ کے لیے تساوی ثابت کرنا ان کا کہنا کہ بعض متغیر قدیم

ہوتے ہیں مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ہے ہر متغیر حادث ہے پھر باطل کریں گے دلیل سے اس جواز کو۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں منع وارد کرنے کی دو صورتیں اور اقامت دلیل کا بیان ہے۔

۱)اقامت دلیل ۲)منع مع السند ۳)فقط منع

اقامتِ دلیل کا بیان

اگر مدعی کلام خبری سے دلیل قائم کرے گا تو یہ دو صورت سے خالی نہ ہوگی۔ ناقل ہوگا یا مدعی اگر ناعاقل ہوگا تو دعویٰ کے مفردات کی وضاحت کے بعد تصحیح نقل طلب کی جائے گی اور اگر مدعی ہوگا مثلاً یوں کہے کہ الغیبۃ حرام ۔سائل کہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ حرام کسے کہتے ہیں مدعی غیبت کی تعریف یوں کرے کہ غیبت اسے کہتے ہیں کہ تم اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے کوئی ایسی بات از روئے سب وغضب بیان کرو کہ اگر اس کے سامنے کہا جاتا تو وہ برا مانتا۔ اسی طرح حرام کی تعریف یوں کرے کہ حرام اسے کہتے ہیں کہ اس کا مرتکب جہنم کا مستحق ہوتا ہے سائل اب تصحیح نقل طلب نہیں کرے گا بلکہ اس سے دلیل طلب کرتے ہوئے سوال کرے گا کہ آپ یہ کس دلیل سے کہہ رہے ہیں! مدعی جواب دے گا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا سے۔

انتباہ: مدعی جب اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے گا تو اس وقت اسے معلل کے لقب سے موسوم کیا جائیگا۔

منع مع السند

منع مع السند کی صورت یہ ہے کہ مانع مدعی کی پیش کردہ دلیل کے کسی مقدمہ پر منع پیش کرے اور ساتھ ہی سند بھی وارد کرے مثلاً مدعی نے عالم کے حدوث پر یوں دلیل دی العالم متغیر (صغریٰ) و کل متغیر حادث (کبریٰ) سائل نے کبریٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور ساتھ ہی دلیل دیتے ہوئے کہا۔ یہ کیوں نہیں جائز ہے کہ بعض متغیر قدیم ہوں۔

فقط منع

اس کی صورت یہ ہے کہ مانع مدعی کی پیش کردہ دلیل کے کسی مقدمہ پر منع پیش کرے اور ساتھ سند نہ وارد کرے مثلاً مدعی نے عالم کے حدوث پر یوں دلیل دی العالم متغیر (صغریٰ) و کل متغیر حادث (کبریٰ) سائل نے کبریٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کیسے کہتے ہو ہر متغیر حادث ہوتا ہے اور ساتھ دلیل نہ ذکر کرے۔

جواب کی صورت...... منع جب مع السند ہو تو اس وقت مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اور سند کے درمیان تساوی کی نسبت ثابت کرتے ہیں اس کے بعد سند کا بطلان ثابت کرتے ہیں جب سند باطل ہوگی تو نقیض خود بخود باطل ہو جائے گی کیونکہ دونوں کے درمیان جب نسبت تساوی کی ہے تو ایک باطل سے دوسرے کا بطلان خود بخود ثابت ہو جائے گا مثلاً مدعی نے حدوث عالم پر دلیل قائم کرتے ہوئے العالم متغیر و کل متغیر حادث کہا۔ مانع نے کبریٰ یعنی کل متغیر حادث مقدمہ پر منع وارد کی اور سند ابعض المتغیر قدیما کا قول پیش کیا۔ اب مدعی منع کے ازالہ کے لیے یہ کرے گا کہ اولاً کل متغیر حادث کی نقیض نکالے گا اور قاعدہ یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتی ہے یعنی بعض المتغیر لیس بحادث ۔ لہٰذا سند اور نقیض میں نسبت تساوی کی ہوئی جب یہ ثابت ہوا کہ سند مقدمہ مساوی نہیں ہے بلکہ اس کی نقیض کے مساوی ہے تو یہ مقدمہ ممنوعہ کے منع کے لئے سند نہیں بن سکتی۔

نقیض کی تعریف...... کسی شئے کا رفع کرنا جیسے انسان کی نقیض لا انسان۔

اویجاب باثبات المقدمة الممنوعة اعم من ان لم یکن المانع مستندًا بشیء اویکون مستندًا بالسند المساوی اوغیره مع التعرض بماتمسک به ان کان متمسکا بشی والتعرض مستحسن ولیس بواجب اذ یتم المناقشة باثبات المقدمة بدون التعرض ایضا وهو المقصود وقال المص فیمانقل عنه ابطال السند المساوی معتبر سواء کان مساواته بحسب نفس الامر وبزعم المانع لافادته اثبات المقدمة الممنوعة تحقیقا وتقدیرا تم کلامه فعلی هذا امان یقید قوله بعد اثبات التساوی بما

اذالم یعتقد المانع ذلک لو یراد به کونه مثبتافی ذهن السامع المانع اما باثبات المدعی اوباعتبار ظنه

ترجمہ...... یا جواب دیا جائے گا مقدمہ ممنوعہ کے اثبات سے۔ عام ازیں کہ مانع نے کسی شئے سے استناد نہ کیا ہو یا استناد سند مساوی سے کیا ہو یا اس کے علاوہ تعرض کے ساتھ جس سے خصم نے دلیل پکڑی ہو اگر وہ کسی چیز سے دلیل پکڑنے والا ہو۔ مستحسن ہے واجب نہیں ہے جبکہ مناقشہ مقدمہ ممنوعہ سے بغیر تعرض کے بھی مکمل ہو سکتا ہے اور وہ مقصود ہے ماتن نے (منہیہ) میں نقل کیا ہے کہ ابطال سند مساوی معتبر ہے برابر ہے کہ وہ مساوات نفس الامر میں ہو یا مانع کے زعم میں مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کے افادہ کے لئے از روئے تحقیق یا تقدیر کے ان کا کلام مکمل ہوا پس اس پر جو اس نے مقید کیا اپنے اس قول سے اثبات تساوی کے بعد جو مانع کے اعتقاد میں نہ ہو اگر اس سے ارادہ یہ ہو کہ ذہن سامع میں مثبت ہو۔ مدعا کے اثبات کا باعتبار ظن کے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں رفع منع کی دوسری صورت اور اثبات پر بحث کی گئی ہے منع اگر سند کے بغیر ہو تو اس کے جواب کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کیا جائے تو منع خود بخود درفع ہو جائے گی۔ عبارت مذکورہ میں تعرض سے مراد تمسک پر اعتراض قائم کرنا ہے اور اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دلیل پر ضروری طور پر اعتراض قائم کیا جائے۔ کیونکہ منع کے بعد مدعی اگر منع پر اعتراض کئے بغیر اثبات مقدمہ ممنوعہ کرے گا تب بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔ ماتن کے نزدیک ان دونوں طریقوں میں سے اثبات تساوی کے بعد سند کا باطل کرنا پسندیدہ ہے اثبات مقدمہ کی دو صورتیں ہیں اول تحقیق جب تساوی نفس الامر میں ثابت ہو تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات تحقیقاً ہوگا اور اگر تساوی زعم مانع میں ہو نفس الامر میں نہ ہو تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات تقدیراً ہوگا۔

ثم اعلم ان دفع السندیکون علی وجهین احدهما المنع بان یکون نظر یافیطلب المعلل الدلیل من المانع علیه وهذا عبث لان اللازم علیه

اثبات المقدمة الممنوعة واثبات السند لاینفعه بل یضره فلذا خص قدس سره الابطال بالذکر والثانی الابطال وهو انما ینفع اذا کان مساویاً للمنع لان انتفاء احدالمتساوینَ فی الخارج یدل علی انتفاء الاخر فیه بخلاف ما اذا کان اخص فانه لاینفع فان انتفاء الاخص لایستلزم انتفاء الاعم واما السند الاعم فهو بالحقیقة لیس بسند ولذلک قید المص الابطال بقوله بعد اثبات التساوی

ترجمہ...... پھر آپ جان لیں کہ دفع سند دو وجہوں پر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ منع نظری ہو پس معلل مانع سے اس پر دلیل طلب کرے گا اور یہ عبث ہے اس لیے کہ اس پر لازم ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے اور اثبات سند اس کے لیے نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے اس لیے ماتن قدس سرہ نے الابطال بالذکر کہا اور ثانی باطل کرنا اور یہ نفع بخش ہے جب منع کے لیے مساوی ہو اس لیے کہ دو مساوی میں سے ایک کا انتفاء خارج میں دوسرے کے انتفاء پر دلالت کرتا ہے بخلاف جبکہ وہ اخص ہو پس وہ نفع نہیں دیتا اس لیے کہ اخص کا انتفاء عام کے انتفاء پر دلالت نہیں کرتا اور سند اعم حقیقت میں سند نہیں ہے اس لیے ماتن نے اثبات التساوی کے بعد الابطال کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ابطال سند کی مزید دو صورتیں بیان کی جارہی ہیں ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ جب منع نظری ہو تو معلل کو چاہیئے کہ مانع سے اس پر دلیل طلب کرے یہ صورت مدعی کے حق میں مضر ہے کیونکہ مانع اگر دلیل قائم کردے تو منع ثابت ہو جائے گی اور مقدمہ ممنوعہ باطل ہو جائے گا مثلاً مدعی نے دعویٰ کیا کہ "ہر مخلوق خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اللہ کی شان کے نزدیک چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔"

مانع اس پر منع وارد کرتے ہوئے کہے کہ آپ اپنے دعویٰ کے دونوں مقدمے پر دلیل قائم کریں اس لیے کہ ہم اس نظریے کو تسلیم نہیں کرتے مدعی اس کے جواب میں کہے کہ آپ اپنے منع پر دلیل پیش کریں سائل دلیل دیتے ہوئے کہ و تعز من تشاء و تذل من تشاء ترجمہ "اللہ جسے چاہے

عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوق ذلیل نہیں ہے اب یہ دلیل مدعی کے حق میں مضر ہے اس لیے مدعی کو پہلے چاہئے تھا کہ وہ منع پر دلیل کا مطالبہ کرنے کے بجائے مقدمہ ممنوعہ کے اثبات پر دلیل قائم کرتا تو اس کے حق میں مفید ہوتی دوسری صورت ابطال کی یہ بیان کی گئی ہے اور یہ اسوقت ہوگا جب وہ سند منع کے مساوی ہو۔کیونکہ تساوی کی صورت میں یہ قاعدہ جاری رہتا ہے کہ جب شئے اول باطل ہوگی تو شئے ثانی بھی باطل ہوگی لیکن یہ صورت مشروط ہے کہ اخص نہ ہو کیونکہ اخص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی مثلاً: کوئی شخص کہے هذا حيوان لانه فرس سائل کہے لانسلم انه فرس بل هو ناهق اس مثال میں فرس حیوان سے اخص ہے اب فرس کی نفی سے حیوان کی نفی نہیں ہوگی۔

انتباہ: سند اعم حقیقت میں سند نہیں ہوتی ہے سند کی مکمل بحث مقدمہ کتاب میں سند کی تعریف اور اس کی تقسیم میں گزر چکی ہے۔

اعتراض...... دلیل طلب کرنا سائل کا کام ہے اسی طرح دلیل قائم کرنا مدعی کا منصب ہے مدعی سائل سے دلیل کیونکر طلب کرے گا۔

جواب...... سائل جب منع وارد کرتا ہے تو اب یہ بمنزلہ مدعی کے ہوجاتا ہے اور معلل اول بمنزلہ سائل کے اس لیے دلیل کا طلب کرنا جائز ہوگا۔

وينقض الدليل اذا كان قابلا للنقض باحد الوجهين المذكورين من التخلف ولزوم المحال بان يقول السائل هذا الدليل غير صحيح لتخلفه عن المدلول فى تلك الصورة او لانه لو كان المدلول ثابتا لزم اجتماع النقيضين مثلاً ويعارض ان كان قابلا للمعارضة باحد الوجوه الثلثة المذكورة من المعارضة بالقلب او المعارضة بالمثل او المعارضة بالغير كما مر فيجاب فى صورة النقض والمعارضة بالمنع اذا كان قابلا له او النقض ان كان صالحا له او المعارضة ان كان قابلا لها

ترجمہ...... اور دلیل جب نقض قبول کرے تو اس پر نقض وارد کرتے ہیں۔دو وجہوں میں سے ایک وجہ یہ جو پہلے مذکور ہوئیں۔تخلف ولزوم محال۔سائل کہے کہ یہ دلیل غیر صحیح ہے

اس صورت میں کہ دلیل پائی جارہی ہے لیکن مدلول نہیں۔ یا مدلول کا تحقق تسلیم کرنے سے اجتماع نقیضین لازم آتا ہے اگر معارضہ قبول کرے تو معارضہ کریں گے تین معارضہ میں سے کوئی ایک جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے معارضہ بالقلب، معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر۔ پس نقض اور معارضہ کی صورت میں منع سے جواب دیا جائے گا جب وہ منع کو قبول کرے یا نقض سے اگر وہ نقض کو قبول کرے یا معارضہ سے اگر وہ معارضہ کو قبول کرے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سائل کی ذمہ داریوں میں سے دو ذمہ داریاں بیان کی جارہی ہیں دلیل پر بھی کبھی نقض پیش کر کے باطل کرتے ہیں اس کی دونوں مثالیں (تخلف ولزوم محال) گزر چکی ہیں کبھی سائل مدعی کی دلیل کا معارضہ کرتا ہے اس کی تینوں مثالیں (معارضہ بالقلب، معارضہ بالمثل اور معارضہ بالغیر) گزر چکی ہیں۔ سائل کو چاہئے کہ مدعی کی پیش کردہ دلیل پہ انتہائی گہرائی کے ساتھ غور کرے اور دیکھے کہ دلیل پر منع وارد کر سکتے ہیں یا نقض یا معارضہ ان میں سے جو بھی دلیل کے لائق ہو سائل ان پر وارد کرے۔

لان المعلل الاول بعد النقض والمعارضة يصير سائلا فيكون له ثلثة مناصب كما كانت للسائل الاول و قد يورد الاسولة الثلثة على كل واحد منهما فكلمة او لمنع الخلو دون الجمع ويجوز الجواب بالتغيير اى بتغيير. الاصل او التحرير بحيث لا يرد عليه شئى فى الكل مطلقا سواء كان السائل مانعا او نا قضا او معارضا وسواء كان الجواب بتغيير الدعوى او الدليل او المقدمة الممنوعة

ترجمہ......اس لیے کہ معلل اول نقض اور معارضہ کے بعد سائل ہو جاتا ہے پس اسکے لیے بھی تینوں مناصب جائز ہیں جیسا کہ سائل اول کے لئے اور کبھی تینوں سوالات ان دونوں میں سے ایک پر وارد ہوتے ہیں پس کلمہ او منع خلو کے لئے ہے نہ کہ جمع کے لئے اور جائز ہے کہ جواب یعنی اصل کی تغییر اور تحریر سے اس حیثیت سے کہ کل پر مطلقاً کچھ

وارد نہ ہو برابر ہے کہ سائل مانع ہو ناقض ہو یا معارض اور برابر ہے کہ جواب تغییر دعویٰ سے دے دلیل سے یا مقدمہ ممنوعہ سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں (۱) معلل اول بمنزلہ سائل (۲) تغییر دعویٰ

معلل اول بمنزلہ سائل

نقض اور معارضہ وارد ہونے کے بعد معلل اول جو حقیقت میں مدعی ہے اب وہ عارضی طور پر سائل بن جاتا ہے اور سائل اول جو حقیقت میں سائل ہے عارضی طور پر مدعی بن جاتا ہے اس لیے معلل اول جو کہ سائل ثانی ہے اسکے لیے بھی وہ تینوں سوالات جائز ہونگے جو سائل کے لئے تھے۔

تغییر دعویٰ

ماتن کے قول کے مطابق اصل اور تحریر کو بدل کر جواب دیا جائیگا اصل اور تحریر سے کیا مراد ہے؟ اس کے تعین میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اصل سے مراد دعویٰ ہے اور تحریر سے مراد دلیل ہے اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ دعویٰ کو تبدیل کرنا تو شکست کی علامت ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے بعض نے کہا کہ اصل سے مراد دلیل اور تحریر سے مراد مقدمہ ممنوعہ اور یہی قول صحیح ہے۔

واما التنبيه فيتوجه عليه ذلک ای ماذکره من الاسولة الثلثة ولايكثر نفعه ای نفع ذلک التوجه اذلم يقصد به ای بذکر ذلک التنبيه اثبات الدعوى لكونها بديهية غير محتاجة الى الاثبات فلايقدح ذلک التوجه فی ثبوته ای الدعوى بتاويل المطلوب او المدعى المستغنی صفة لثبوته عن الاثبات بخلاف الاستدلال فان التوجه هناک يقدح فی ثبوت الدعوى لكونه محتاجا اليه وكان الاولی ان يذکر الدليل بدل الاستدلال وقدينا قش ههنابانه كمايفوت بالاسولة المذكورة ماهو مقصود بالاستدلال اعنی اثبات المدعى كذالک يفوت بها ما هو مقصود من التنبيه ايضاً اعنی ازالة الخفاء وفلافرق الاان يقال ان المقصود الاصلی هو ثبوت المدعی واما

زوال الخفاء فقد يحصل بادنى تامل للسائل الطالب للحق ايضًا فلااعتداد بفواته ولايخفى مافيه فتامل

ترجمہ......اور اگر چہ تنبیہ اس پر بھی وہ تینوں سوالات متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ سے زیادہ نفع نہیں حاصل ہوتا ہے جب اس تنبیہ سے اثبات دعویٰ کا قصد نہیں کیا جاتا اس لیے کہ وہ بدیہی ہے اور اثبات کی طرف غیر محتاج ہے پس اس پر توجہ دعویٰ کے ثبوت میں کوئی خلل نہیں ڈالتی بتاویل مطلوب یا مدعیٰ جو مستغنی ہے ثبوت کیلئے اثبات سے بخلاف استدلال کے یہاں پر تنبیہ ثبوت دعویٰ میں خلل ڈالتی ہے اس لیے کہ وہ اس کی طرف محتاج ہے اور بہتر تھا کہ ایسی دلیل ذکر کرتے جو استدلال پر دلالت کرتی اور یہاں مناقشہ وارد ہوتا ہے جیسا کہ اسولہ مذکورہ سے فوت ہو گیا جو کہ مقصود ہے یعنی تنبیہ سے اثبات مدعا ایسے ہی فوت ہو جاتا ہے جو کہ مقصود ہے ان کے درمیان کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ وہ دلیل بھی مقصود اصلی ہے وہ ثبوت دعویٰ ہے اور خفا کا زائل ہونا حق کے طالب کیلئے ادنیٰ تامل سے حاصل ہوتا ہے یعنی ازالہ خفاء پس اسی طرح فوت ہونا تنبیہ سے بھی اسے فوات میں شمار نہیں کرتے اور اس میں جو کچھ ہے اور وہ آپ پر مخفی نہیں ہے پس غور کریں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تنبیہ پر بھی اسولہ ثلثہ وارد ہونے کی صورت پر بحث کی گئی ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ اسولہ ثلثہ تنبیہ پر وارد کرنے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ تنبیہ بھی غیر اولی کے لئے پیش کرتے ہیں اور بدیہی غیر اولی تامل سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔

اعتراض......شارح علیہ الرحمۃ نے ثبوتہ میں ضمیر کا مرجع دعویٰ بتایا ہے حالانکہ دعویٰ مؤنث ہے اور ضمیر مذکر ہے یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

جواب......شارح علیہ الرحمۃ نے وضاحت کردی ہے کہ ضمیر کا مرجع لفظ دعویٰ نہیں ہے بلکہ معنی دعویٰ ہے اور وہ مذکر ہے یعنی مطلوب یا مدعا۔

بحث اول کا خلاصہ

۱) بحث کے شروع میں دعویٰ کے مفردات کی وضاحت طلب کرنا۔

۲) اگر ناقل ہو تو تصحیح نقل طلب کرنا۔

۳) دعویٰ اگر بدیہی غیر اولی ہو تو اس پر تنبیہ طلب کرنا۔

۴) دعویٰ اگر نظری ہو تو اس پر دلیل طلب کرنا۔

۵) مانع منع مع السند وارد کرے تو اثبات تساوی کے بعد اسے باطل کرنا۔

۶) مانع منع بغیر سند وارد کرے تو اثبات مقدمہ ممنوعہ کرنا۔

۷) دلیل پر تعرض یعنی اعتراض قائم کرنا مستحسن ہے۔

۸) دفع سند کی دو صورتیں ہیں اول مانع کی پیش کردہ سند اگر نظری مجہول ہو تو اس پر دلیل طلب کرنا۔ لیکن یہ صورت مدعی کے حق میں نقصان دہ ہے ثانی مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کی تساوی کے ساتھ باطل کرنا یہ صورت مدعی کے حق میں مفید ہے۔

۹) مدعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل پر اگر نقض وارد ہو سکتا ہو تو وارد کرے۔

۱۰) مدعی اپنے دعویٰ پر دلیل اول کو چھوڑ کر دلیل ثانی سے تمسک کر سکتا ہے۔

۱۱) مدعی کی طرف سے پیش کردہ دلیل پر اگر معارضہ ہو سکتا ہو تو معارضہ کرے۔

۱۲) سائل جب اسولہ ثلثہ میں سے کوئی سوال کرے تو اس وقت مدعی بمنزلہ سائل کے ہو جاتا ہے اور سائل بمنزلہ مدعی کے۔

۱۳) تنبیہ پر اسولہ ثلثہ وارد کرنے سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

البحث الثانی ماسیتلی علیک وھو قولہ التعریف الحقیقی لاشتمالہ علی دعاوی ضمنیۃ وھی ان ھذا المذکور والجزء الاول جنس لہ والثانی فصل لہ یمنع بان یقال لانم انہ حدلہ والاول جنس والثانی فصل و ینقض ببیان الاختلال فی طردہ یقال ماذکرت لیس بمانع لدخول فرد من افراد غیر المحدود فیہ وعکسہ بان یقال ذلک لیس بجامع لخروج فرد من افراد المحدود عنہ و یعارض بغیرہ ای بحد غیر ماذکرہ لکن لابدان یکون ذلک الغیر مما یعترف بہ الحاد اذلا تعارض بین التصورات فان احدًا منھا لایمنع الاخر قیل کما ان لنادعاوی ضمنیۃ کذلک لنا الدلائل علیھا فالمنع والنقض والمعارضۃ ترجع الی تلک الدلائل

ترجمہ...... دوسری بحث:— جوعنقریب آپ پر پڑھی جائے گی اور وہ ان کا کہنا تعریف حقیقی جو دعاوی ضمنیہ پر مشتمل ہو۔ اور وہ بے شک یہ مذکور اس کے لئے حد ہے۔ جزاول اس کے لیے جنس ہے اور ثانی اس کے لیے فصل ہے منع وارد کرتا ہوا کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اول جنس اور ثانی فصل ہے اور بیان اختلال کے ساتھ اس مانعیت پر نقض وارد کریں گے یوں کہا جائے کہ آپ نے جو ذکر کیا ہے مانع نہیں ہے محدود کا غیر فرد تعریف میں داخل ہو رہا ہے اور اسکا عکس یوں کہا جائے کہ آپ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ محدود کے افراد میں سے فرد نکل رہا ہے اور دوسری تعریف سے اس کا معارضہ کیا جائیگا۔ لیکن وہ تعریف دونوں کے نزدیک مسلم ہو جب تصورات کے مابین تعارض نہ ہو۔ پس ان کا ایک دوسرے کیلئے مانع نہ ہوگا۔ کہا گیا کہ جس طرح ہمارے لیے دعاوی ضمنیہ ہیں اسی طرح ہمارے لیے دلائل ضمنیہ بھی ہیں پس منع، نقض اور معارضہ ان دلائل کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) عبارت پر شبہ اور اس کا ازالہ ۲) دعاوی ضمنیہ ۳) دلائل ضمنیہ

عبارت پر شبہ اور اس کا ازالہ

ماتن کے قول میں البحث الثانی کے بعد التعریف الحقیقی کا لفظ آرہا ہے جس سے یہ وہم پیدا ہورہا تھا کہ البحث الثانی مبتدا التعریف الحقیقی اس کی خبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا ازالہ کرتے ہوئے البحث الثانی کے بعد ماسیتلی علیك بیان کرکے واضح کردی کہ البحث الثانی کی خبر یہ عبارت ہے نہ کہ تعریف حقیقی۔

دعاوی ضمنیہ

دعاوی دعویٰ کی جمع ہے جب کسی چیز کی تعریف کی جاتی ہے تو جس دعویٰ پر بحث شروع ہوئی تھی اس کے علاوہ بھی مزید دعوے پائے جاتے ہیں مثلاً: کوئی شخص مناظرہ میں انسان کی تعریف حیوان ناطق سے کرتا ہے اور اولاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ تعریف جامع اور مانع ہے یہ پہلا دعویٰ ہے ثانیاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تعریف کا پہلا جز جنس قریب ہے یہ دوسرا دعویٰ ہے ثالثاً یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تعریف کا دوسرا جزء فصل قریب ہے یہ تیسرا دعویٰ ہے باقی کو دعاوی ضمنیہ کہتے ہیں۔

دلائل ضمنیہ

جب دعاوی ضمنیہ پائے جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس کے دلائل ضمنیہ بھی پائے جاتے ہونگے مثال مذکور کو لیں۔ کہ مدعی تعریف کے جامع اور مانع ہونے پر یقیناً دلیل قائم کرے گا اسی طرح جزء اول کی جنسیت اور جزء ثانی کی فصلیت پر دلیل قائم کرے گا اور یہ دلیل اصل دعویٰ پر نہیں بلکہ دعاوی ضمنیہ پر ہے اس لیے اسے دلائل ضمنیہ کہتے ہیں اب جس طرح مدعی اپنی پیش کردہ تعریف پر دلیل قائم کرسکتا ہے اسی طرح سائل بھی پیش کردہ تعریف پر دلیل قائم کرسکتا ہے اور سائل پیش کردہ تعریف پر اسولہ ثلثہ وارد کرسکتا ہے لیکن معارضہ میں چونکہ تعریف پر دوسری تعریف پیش کی جاتی ہے اسی لیے ایسی تعریف معارضہ کے لئے پیش کرنا ضروری ہے جو عندالخصم مسلم ہو۔

وتحقيق المقام ان التحديد تصوير وتنقيش لصورة المحدود في الذهن ولاحكم فيه اصلا فالحاد انما ذكر المحدود ليتوجه الذهن الى ماهو معلوم بوجه مالم يرتسم فيه صورة اخرى اتم من الاولى لاليحكم عليه

بالحد ان ليس هو بصدد التصديق بثبوته له فمامثله الا كمثل النقاش الا ان الحاد ينقش في الذهن صورةمعقولة وهذا ينقش في اللوح صورة محسوسة فكما انه اذا اخذ النقاش يرسم فيه نقشاً لم يتوجه عليه منع بل لم يكن له معنى كذلك الحاد في صورة التحديد

ترجمہ......اور مقام تحقیق یہ ہے کہ بے شک تحدید سے محدود کی صورت کے لیے ذہن میں تصویر اور نقش ہوتا ہے اور اصلاً اس میں حکم نہیں پایا جاتا ہے صرف تعریف کرنے والا محدود کو اس لیے ذکر کرتا ہے تاکہ ذہن میں جو پہلے سے معلوم ہو اس کی طرف متوجہ ہو پھر دوسری صورت جو پہلے سے زیادہ کامل ہو مرتسم ہو جائے نہ اس لیے کہ اس پر حد کا حکم لگے جبکہ اس کے ثبوت سے تصدیق کے درپے نہ ہو اس کی مثال بس ایک نقاش کی طرح ہے صرف اتنا فرق ہے کہ تعریف کرنے والا صورت معقولہ کو منقش کرتا ہے اور نقاش صورت محسوسہ کو تختی پر منقش کرتا ہے پس اسی طرح جب نقاش تختی پر تصویر بنائے تو اس پر منع وارد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس کے لیے اس کا معنی بھی صحیح نہیں۔ پس اس طرح تعریف کرنے والے پر منع وارد کرنا درست نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ پر مواخذہ کیا جارہا ہے اور وہ یہ کہ تعریف سے مقصود حکم نہیں ہے بلکہ کسی صورت کو ذہن میں بٹھانا ہے اس لیے اسولہ ثلثہ اس کے لیے کیسے روا ہو سکتے ہیں مثلاً بورڈ وغیرہ پر نقش بنانے والا جب بورڈ پر نقش بنا رہا ہے تو منع اس پر بھی روا نہیں ہے۔

غايته انه يفهم من الحد ضمنا الحكم بان هذا حد وذلك محدود فورود الممنوع المذكورة انما هو باعتبار هذاالحكم الضمني فمايجري على السنة القوم من انا لانم انه حدله منع ذلك الحكم الضمني فلما اورد السائل المنوع فيجاب بما علم طريقه من بيان صحة النقل والاثبات وتغيير الاصل وكان الاولى ان يقول بطريق علم لان الجواب انما يكون بالطريق المعلوم

ترجمہ...... زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ حد سے ضمناً حکم سمجھا جائے گا کہ یہ حد ہے اور یہ محدود ہے پس منع مذکور کا وارد ہونا باعتبار حکم ضمنی کے ہوگا اور جو لوگوں کی زبان پر ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہ اس کے لیے حد ہے منع اس حکم ضمنی پر ہے پس جب سائل منع وارد کرے تو اس کا جواب معروف طریقے سے دیا جائیگا صحۃ النقل کے بیان سے اثبات مقدمہ ممنوعہ سے اور تغیر اصل سے اور بہتر یہ تھا کہ یوں کہا جاتا بطریق علم اس لیے کہ جواب بطریق معلوم ہی دیا جاتا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) سابقہ عبارت کا جواب ۲) جواب کا طریقہ

سابقہ عبارت کا جواب

چونکہ سابقہ عبارت میں اس بات کی نفی تھی کہ حدود میں کوئی حکم پایا جاتا ہے یہاں اس ازالہ کا جواب دیا جارہا ہے کہ حدود میں اگر حکم پایا بھی جاتا ہے تو باعتبار ضمنی نہ کہ صراحتاً اس لیے باعتبار ضمنی اگر اس پر اسولہ ثلثہ وارد کریں تب تو جائز ہے۔

جواب کا طریقہ

ضمنی حکم پر جب اعتراض قائم کیا جائیگا تو اس کا جواب بھی ان دو طریقوں سے دیا جائے گا جو پہلے معلوم ہو چکا ہے یعنی اگر ناقل ہے تو صحۃ نقل اگر مدعی ہے تو بدیہی خفی پر تنبیہ اور اگر نظری ہو تو دلیل۔

واستصعب الی الجواب عن بعض الایرادات اعنی المنع فی الحدود الحقیقة لان الجواب عن المنع باثبات المقدمة الممنوعة وذلک فی الحقیقة متوقف علی الاطلاع علی الذاتیات وذالک فی غایة الصعوبة کماصرح به ابن سینا فی کتابه دون الاعتباریة کاللفظیة فانها ای الحدود الاعتباریة لاستلزامها الحکم بان هذا حد له فی الاصطلاح تمنع ایضاً کما تمنع اللفظیة لاستلزامها الحکم بان هذا معناه فی اللغة

ولایخفی انہ کان الاولی علی تقدیر رجوع ضمیر استصعب الی الجواب علی مانقل عنہ قدس سرہ ان یقول فانہ یسھل فیھا بمجرد نقل الخ ولورجع ضمیر استصعب الی المنع اتضح الامر بلا تکلف غایتہ انہ یرد علیہ انہ لاصعوبۃ فی المنع وانما ھی فی جوابہ وبالجملۃ ھذا الکلام لایخلو عن نوع خدشۃ ویدفع المنع الوارد علیھا بمجرد نقل من اھل الاصطلاح کما یدفع المنع الوارد علی اللفظیۃ بالنقل من اھل اللغۃ او وجہ استعمال من العلاقۃ بین المرادو بین المعنی المصطلح اوبیان ارادۃ بان یقال لانرید مایفھم من ظاھر اللفظ بل نرید معنی آخر

ترجمہ......اور دشوار ہے بعض ایرادات سے جواب دینا۔ یعنی محدود حقیقیہ میں اس لیے کہ منع کا جواب مقدمہ ممنوعہ کے اثبات سے ہے اور یہ حقیقت میں ذاتیات کے اطلاع پر موقوف ہے اور یہ کافی دشوار کام ہے جیسا کہ شیخ بوعلی سینا نے اپنی کتاب میں صراحت کی اعتبار یہ میں نہیں جیسے لفظیہ۔ بے شک حدود اعتباریہ مستلزم ہے حکم کو یہ اس کے لیے اصطلاح میں حد ہے۔ اس پر بھی منع وارد ہوتی ہے جیسا کہ لفظیہ پر استلزام حکم کے لیے۔ بے شک اس کا معنی لغت میں ہے اور آپ پر مخفی نہیں ہے کہ استصعب کی ضمیر کو جواب کی طرف لوٹانا بہتر ہے جو ماتن قدس سرہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آسان ہے صرف نقل صحت سے اور اگر ضمیر کو منع کی طرف لوٹادیں تو بھی معاملہ بلا تکلف ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہے بے شک اس پر وارد ہوتا ہے کہ منع میں کوئی صعوبت نہیں ہے اور صعوبت صرف اس کے جواب میں ہے بالجملہ یہ کلام نوع خدشہ سے خالی نہیں ہے اور جو منع وارد ہوا سے مجرد نقل سے رفع کیا جاسکتا ہے جیسا کہ وہ منع جو لفظیہ پر وارد ہو اہل لغت کی نقل سے رفع کیا جاسکتا ہے یا وجہ استعمال سے۔ اصطلاحی معنی کے درمیان علاقہ سے یا بیان ارادہ سے۔ یوں کہے کہ بظاہر لفظ سے جو سمجھا جارہا ہے ہم وہ ارادہ نہیں رکھتے بلکہ ہم دوسرا ارادہ رکھتے ہیں۔

تشریح

۱) تعریف حقیقیہ پر منع ۲) استصعب کی ضمیر ۳) منع کے جواب کی صورت

تعریف حقیقیہ پر منع

تعریف کی قسم کتاب کے مقدمہ میں گزر چکی ہے اس تقسیم کو وہاں ملاحظہ کرلیں تعریف حقیقی میں چونکہ ذاتیات پائی جاتی ہیں اس لیے اس پر اعتراض درحقیقت ذاتیات پر اعتراض ہے اور جب ذاتیات پر اعتراض ہو تو اطلاع علی الذاتیات کے پیش نظر اس کا جواب دیا جاسکتا ہے اور اطلاع علی الذاتیات مشکل کام ہے اس لیے اس منع کا جواب دینا بھی مشکل کام ہے بخلاف تعریف لفظیہ اور تعریف اعتباریہ کے ان میں منع وارد کی جائے گی تو لفظیہ کا اہل لغت کے حوالے سے جواب دیا جاسکتا ہے مثلاً: غضنفر کی تعریف اسد سے اسی طرح اعتباریہ پر جب منع وارد ہو تو اہل فن کے حوالے سے اس کا جواب دینا آسان ہوگا مثلاً: مقدمہ کی تعریف ما یتوقف علیه صحة الدلیل سے۔

تعریف لفظی...... یہ وہ تعریف ہے، جس میں کسی لفظ کی تعریف دوسرے آسان لفظ سے کرنا مقصود ہو۔

تعریف اعتباریہ...... اہل فن اپنے اصطلاح میں لفظ کا جو مفہوم بیان کردیں مثلاً: مقدمہ کی تعریف اہل مناظرہ ما یتوقف علیه صحة الدلیل سے کرتے ہیں نحوی ما یتوقف علیه شروع فی العلم سے کرتے ہیں۔

استصعب کی ضمیر

استصعب میں ھُوَ کی ضمیر مستتر ہے اسکا مرجع ایک قول کیمطابق جواب ہے اس وقت اس کا معنی ہوگا تعریف حقیقی پر جب منع وارد ہو تو اس کا جواب دینا مشکل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع منع ہے اس وقت اس کا معنی ہوگا کہ تعریف حقیقی پر منع وارد کرنا مشکل کام ہے۔

(منع کے جواب کی صورت)...... جواب منع کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں اولاً مجرد نقل سے یہ اس وقت ہوگا جب مدعی ناقل ہو تو مدعی اپنی تعریف کو اہل لغت یا اہل فن کے حوالے سے ثابت کرکے منع کو رفع کرے گا ثانیاً وجہ استعمال کی وجہ بیان کرے اور معنی مرادی اور معنی اصطلاحی کے مابین علاقہ کی وضاحت کرکے منع کو رفع کرے گا ثالثاً بیان ارادہ یعنی واضح کرے کہ یہاں ظاہر لفظ سے جو معنی نکل رہا ہے وہ مراد نہیں لے رہے ہیں بلکہ کوئی اور معنی مراد لیا جارہا ہے اس طرح مدعی اپنا

ارادہ بیان کرتا ہے۔

فائدہ: بیان ارادہ کے علاوہ مزید چار بیان اور بھی ہیں جس کا اس مقام پر معلوم کرلینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

الف) بیان تقریر ب) بیان تفسیر ج) بیان تبدیل د) بیان ضرورت

بیان تقریر

کلام کو ایسے الفاظ سے مؤکد کرنا جس سے مجاز یا تخصیص کا احتمال ختم ہوجائے جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اس نص میں صرف ملائکہ بھی کہتے تو تمام فرشتوں کو شامل تھا لیکن تخصیص وغیرہ کا احتمال ہوسکتا تھا کہ شاید بعض ملائکہ نے سجدہ کیا ہو اور بعض نے نہ کیا ہو اور یہ بھی احتمال ہوسکتا تھا کہ بعض نے پہلے سجدہ کیا ہو اور بعض نے بعد میں ان دونوں احتمالوں کو ختم کرنے کیلئے بیان تقریر کے طور پر كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ فرمادیا۔ جس سے تخصیص و تاویل کے دونوں احتمال ختم ہوگئے۔

بیان تفسیر

کلام کو کسی شرط یا استثناء سے معلق کرنا یعنی کلام کو پہلے معنی سے ہٹا کر دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا جیسے انتِ طالقا ان دخلت الدار آخری جملہ ان دخلت الدار نے پہلے کلام کے معنی کو متغیر کردیا کیونکہ پہلے جملہ کا معنی تو صرف اتنا تھا کہ تجھے طلاق ہے لیکن دوسرے جملے نے طلاق کو دخول دار سے معلق کردیا۔

بیان تبدیل

سابقہ حکم کو زائل اور تبدیل کرنا اس کو نسخ بھی کہتے ہیں فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ کفار سے عفو و درگزر کا معاملہ کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا نیا حکم نازل کرے یہ آیت قتال کی آیت سے منسوخ ہوگئی۔

بیان ضرورت

جو حکم ایسی شئے سے ثابت ہو جو دراصل بیان کے حکم کے لئے موضوع نہ ہو جیسے آنحضرت ﷺ کا کسی واقعہ کو دیکھ کر سکوت اختیار فرمانا۔ یہ اس واقعہ کے جائز ہونے کی دلیل ہے حالانکہ سکوت بیان

حکم کے لئے موضوع نہیں ہے بلکہ بیان حکم کے لئے کلام موضوع ہے لیکن جو چیز بیان کے لئے موضوع نہ تھی ضرورت کی بنا پراس کو بیان کا درجہ دے دیا اس لیے اس کو بیان ضرورت کہتے ہیں۔

واعلم ان اطلاق الممنوع يعني المنع والنقض والمعارضة وجاء في كلامهم اطلاق لفظ المنع على كل واحد منها هناك يعني على الاسولة الموارده على الحدود بطريق الاستعارة المصرحة باعتبار تشبيهها بالمصطلحات ويحتمل الحقيقة بناء على ان الالفاظ المذكورة كماانها موضوعة للمعاني المشهورة يحتمل ان تكون موضوعة لتلك المعاني ايضاً كذانقل عنه قدس سره

ترجمہ......اورآپ جان لیں کہ بے شک ممنوع کا اطلاق یعنی منع ،نقض اور معارضہ اوران کے کلام میں آیا ہے کہ لفظ منع کا اطلاق ان میں سے ہرایک پر یعنی اسولہ ثلثہ پر حدود حقیقیہ پر بطریق استعارہ مصرحہ کے لئے اصطلاحات کے اعتبار سے اس کی تشبیہ ہے اوراس حقیقت کا بھی احتمال ہے کہ ان معانی کے لئے بھی وضع کیا گیا ہو جیسا کہ ماتن قدس سرہ سے منقول ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱)ممنوع کا استعمال مجازی ۲)ممنوع کا استعمال حقیقی

ممنوع کا استعمال مجازی

نقض اور معارضہ کو بھی کبھی منع کہہ دیتے ہیں اس وقت منع استعارۃً مستعمل ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان علاقہ پایا جاتا ہے۔

استعارہ کی تعریف......وہ مجاز جس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی میں تشبیہ کا علاقہ ہو۔

استعارہ مصرحہ......مشبہ بہ کا ذکر کرنا اور مراد مشبہ لینا جیسے رأیت اسداً یرمی۔

منوع کا استعمال حقیقی

شارح علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ منع کا اطلاق ان پر حقیقی طور پر ہوتا ہو کیونکہ ایک لفظ کو کئی معانی میں استعمال کرنا اہل لغت سے ثابت ہے ماتن قدس سرہ نے اپنی حاشیہ منہیہ میں اس کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔

بحث ثانی کا خلاصہ

دوسری بحث میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مدعی جب اپنے دعویٰ کی وضاحت کرتا ہے تو اس دوران بعض اشیاء کی تعریف بھی کرتا ہے اور تعریف میں دعویٰ پایا جاتا ہے مگر اس دعویٰ کو دعویٰ اصلیہ نہیں کہتے بلکہ ضمنیہ کہتے ہیں مناظرہ کی اصطلاح میں اسے دعاوی ضمنیہ کہتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ضمنی طور پر دعویٰ پایا جائے گا تو دلائل بھی پائے جائیں گے سائل کو یہ حق حاصل ہوگا کہ جب مدعی کسی چیز کی تعریف کرے تو اس تعریف میں پائے جانے والے دعویٰ پر منع، نقض یا معارضہ میں سے جو لائق ہو وارد کرے مدعی پیش کردہ تعریف پر وارد شدہ سوال کو رفع کرنے کیلئے اہل فن کا حوالہ، وجہ استعمال بتائے یا معنی مرادی کی وضاحت کرے۔

البحث الثالث مایستبان من قوله یستبان ای یظهر مما ذکرنا من ان المنع طلب الدلیل علی مقدمة معینة عدم توجه المنع حقیقیة علی النقل والدعوی مبنیین للفاعل ویجوز ان یکونامبنیین للمفعول بمعنی المدعی والمنقول حیث لم یقصد ارجاعه ای ارجاع المنع الی المقدمة ای المقدمة المذکورة فی دلیل المستدل

ترجمہ...... تیسری بحث:— ان چیزوں کے بیان میں جوان کے قول سے ظاہر ہو۔ جوہم نے ذکر کیا بے شک منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے منع نقل اور دعویٰ پر حقیقتاً متوجہ نہیں ہوتی دونوں مبنی للفاعل ہوں یا مبنی للمفعول۔ بمعنی مدعا اور منقول۔ اس حیثیت سے کہ ان کا اس مقدمہ کی طرف لوٹانا مقصود نہ ہو جو مستدل کی دلیل میں ہو۔

تشریح

سطور مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے اعتراض یہ تھا کہ دعویٰ اور نقل مصادر ہیں اور مصادر اعتباری ہوتے ہیں ان میں اثبات نہیں ہوتا اس لیے منع کیونکر روا ہو سکتی ہے۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ دعویٰ اور نقل اسم فاعل کے معنی میں ہے یا اسم مفعول کے معنی میں اور ان میں اثباتی معنی پایا جاتا ہے واضح رہے کہ یہ اعتراض اس وقت قائم ہوتا ہے جب منع نقل یا دعویٰ پر ہو اگر نقل یا دعویٰ کے کسی مقدمہ پر ہو تو یہ اعتراض قائم نہیں ہوتا مثلاً کوئی ناقل کہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ...... ''دنیا اس کے لیے گھر ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی گھر نہیں۔'' اب اس میں تین چیزیں پائی جارہی ہیں اول منقول عنہ: اور وہ نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ ہیں۔ ثانی نقل...... ناقل نے اس کی وضاحت نہیں کی کہ کس کتاب سے نقل کیا ہے اب سائل جب اس پر منع وارد کرے گا تو یہ منع مجازی ہوگی اور نقل جو کہ مصدر ہے منقول کے معنی میں ہوگا۔ ثالث منقول کے کسی مقدمہ پر منع وارد کرنا اسی صورت میں منع اپنے معنی حقیقی پر ہوگی۔

امـا الـنقل فلانه اذا قال احد قال ابو حنيفة رحمه الله النية ليست بشرط

فی الوضوٗ فاما ان یقول المانع لانسلم انها لیست بشرط فیه واما ان یقول لانم ان ابا حنفیة قال کذافالاول لایسمع اصلاً لانه قرر الکلام بطریق الحکایة فلا یتعلق به المواخذة اصلا واما الثانی فهو وان کان یسمع لکن لامن حیث انه منع حقیقة بل لانه عبارة عن طلب تصحیح النقل یطلق علیه اللفظ المنع مجازا اللمشارکة فی کون کل منهما طلبا من قبیل استعمال اللفظ المقید فی مقید اخرا المطلقة فاستعمل لفظ المنع و اما الدعوی فلانه اذا قال المتکلم الجسم مرکب من اجزاء لا تتجزیٰ و یقول الحکیم لانم ذلک فاما ان یرید به طلب الدلیل علی المقدمة المعینة وهذا ممالا معنی له لانه لم یوجد دلیل مع المدعیٰ بعد حتی یطلب الدلیل علی مقدمة معینة منه واما ان یرید به طلب الدلیل علی تلک الدعوی وهو مسموع لکنه لیس بمنع حقیقة بل انما یطلق علیه لفظ المنع مجازاً علی ماعرفت کالنقض والمعارضة ای کمالانه لایتوجه النقض والمعارضة لعدم الدلیل المذکور للاثبات

ترجمہ...... اگر چہ نقل: -جب کوئی کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے مانع کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے یا یوں کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام صاحب نے ایسا فرمایا ہے پس اول اصلاً قابل مسموع نہیں ہے اس لیے کہ اس نے کلام کو بطریق حکایت مقرر کیا ہے پس اس سے مواخذہ اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا اور اگر چہ ثانی پس وہ قابل مسموع ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ منع حقیقی ہے بلکہ یہ طلب تصحیح سے عبارت ہے اس پر منع کا اطلاق مشارکت کی وجہ سے مجازی طور پر کہا گیا ہے کیونکہ دونوں میں طلب کا لفظ پایا جارہا ہے یہ اس قبیل سے ہے کہ ایک مقید لفظ کو دوسرے مقید لفظ میں مطلقاً استعمال کرنا۔ پس اس کے لیے منع کا لفظ استعمال کیا گیا اور اگر چہ دعویٰ کیلئے کہ جب متکلم کہے کہ جسم جزء لایتجزی سے مرکب ہوتا ہے حکیم کہے کہ ہم نہیں مانتے اس لیے کہ مدعا دلیل کے ساتھ نہیں پایا جارہا ہے دلیل کے بعد مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کی جاتی ہے یا پھر اس سے ارادہ کرے دعویٰ

پر دلیل طلب کرنے کا تو یہ قابل مسموع ہے لیکن اس اعتبار سے نہیں کہ یہ منع حقیقی ہے بلکہ اس پر منع کا اطلاق مجازی ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے کہ نقض اور معارضہ عدم دلیل کے لیے متوجہ نہیں ہوتے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) مثالیں　　۲) منع مجازی　　۳) نقض اور معارضہ کب وارد ہوتے ہیں؟

مثالیں

سابقہ عبارت میں گزر چکا ہے کہ نقل اور دعویٰ پر منع وارد ہوتے ہیں۔ اب یہاں اس کی مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ مثال اول نقل کی ہے ناقل کہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں سائل اس پر دو طریقے سے منع وارد کر سکتا ہے طریقۂ اول میں یہ کہے کہ ہم یہ نظریہ نہیں مانتے یہ منع لغو ہے کیونکہ ناقل کا یہ دعویٰ نہیں ہے بلکہ وہ امام صاحب کا قول نقل کر رہا ہے اور نقل پر مواخذہ نہیں ہوا کرتا۔ طریقۂ دوم میں یہ کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ امام صاحب نے ایسا کہا ہے اب ناقل کے ذمہ تصحیح نقل ہے کہ وہ ثابت کرے کہ کس کتاب سے نقل کر رہا ہے مثال ثانی دعویٰ کی ہے متکلم کا یہ دعویٰ ہے کہ جسم جزء لا یتجزیٰ سے مرکب ہوتا ہے اب اس پر اعتراض دو طریقے سے ہو سکتا ہے طریقہ اول یہ ہے کہ مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کے ارادہ سے منع وارد کرے اور یہ لغو ہے کیونکہ مدعی نے صرف اپنا دعویٰ بیان کیا ہے اپنے دعویٰ پر دلیل قائم نہیں کی لہٰذا طلب الدلیل علی مقدمة معينة وہاں صادق آئے گی جہاں دلیل پائی جارہی ہو اور یہاں دلیل نہیں پائی جارہی ہے اس لیے یہ صورت قابل مسموع نہیں ہے طریقہ دوم یہ ہے کہ دعویٰ پر دلیل طلب کرنے کے ارادے سے منع وارد کرے یہ صورت قابل مسموع ہے کیونکہ دعویٰ پر دلیل طلب کرنا سائل کے منصب میں شامل ہے مدعی نے اب تک اپنے دعویٰ پر دلیل قائم نہیں کی اس لیے مطالبہ درست ہوگا۔

منع مجازی

نقل اور دعویٰ پر جو منع وارد ہوتی ہے وہ حقیقی اعتبار سے نہیں بلکہ مجازی اعتبار سے ہے کیونکہ طلب تصحیح میں طلب پائی جارہی ہے اور منع میں بھی۔ لہٰذا اس مشارکت کی وجہ سے مجازاً اسے منع کہہ دیتے ہیں۔

جزء لایتجزی کی تعریف

وہ جوہر جو اشارہ حسیہ کے قابل ہو اور کسی قسم کی تقسیم یعنی قطعی، کسری، فرضی اور وہمی قبول نہ کرے اس کو جوہر فرد بھی کہتے ہیں۔

الف: تقسیم قطعی کی تعریف...... خارج میں اجزاء کا افتراق آلۂ نافذہ سے ہو جیسے چاقو سے گوشت کاٹنا۔

ب: تقسیم کسری کی تعریف...... خارج میں اجزاء کا افتراق آلہ نافذہ سے نہ ہو جیسے ناریل کو کسی پتھر سے توڑنا۔

ج: تقسیم فرضی کی تعریف...... خارج میں اجزاء کا افتراق نہ ہو اور وجود ذہنی میں ممتاز ہو جیسے ریاضیات۔

د: تقسیم وہمی کی تعریف...... خارج میں اجزاء کا افتراق نہ ہو اور وجود ذہنی میں بھی ممتاز نہ ہو جیسے ایک چیز کو کسی دو چیز پر منطبق کیا جائے۔

نقض اور معارضہ کب وارد کر سکتے ہیں

نقض دعویٰ پر مطلقاً نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ دلیل کے مکمل ہونے کے بعد وارد ہوتا ہے اور یہاں فقط دعویٰ ہے اس لیے نقض کا محل نہیں ہے اسی طرح دعویٰ پر معارضہ بھی نہیں ہوسکتا ہے جبکہ دعویٰ دلیل کے بغیر ہو کیونکہ معارضہ میں بھی دلیل کا معارضہ کیا جاتا ہے نہ کہ دعویٰ کا اسی طرح منع بھی دعویٰ پر وارد نہیں ہوتی ہے کیونکہ منع دلیل کے کسی مقدمہ معینہ پر وارد ہوتی ہے اور دعویٰ جب دلیل کے بغیر ہو تو منع مجازاً وارد ہوگی۔

وقیل انما الممنوع منع المنقول من حیث ھو منقول لعدم التزام صحتہ و

اما اذا التزم صحته فمن حيث الالتزام ليس بناقل وكلامه ليس بنقل بهذا الاعتبار فيتوجه عليه المنع قال قدس سره فيمانقل عنه وانت خبير بان هذا القول منه يدل على ان تفسير المقدمة بما يتوقف عليه صحة الدليل غير مسلم عنده تم كلامه وجه الدلالة ان المنقول بعد كونه ملتزم الصحة ليس ممايتوقف عليه صحة الدليل مع انه يجوز و رود المنع عليه ولا يخفى عليك انه انما يدل على ذلك اذا فسر المنع بطلب الدليل على المقدمة واما اذا فسر بطلب الدليل على ملتزم الصحة فلانعم يرد عليه ح ان يمنع المدعى ايضاً حقيقة ولا بعد في التزامه

ترجمہ......اور کہا گیا ہے کہ منقول پر منع اس حیثیت سے کہ وہ منقول ہو اس کی صحت کا التزام کی حیثیت سے وہ ناقل نہیں ہے اور اس کا کلام اس اعتبار سے نقل نہیں ہے پس اس پر منع متوجہ ہوگی ماتن قدس سرہ سے (منہیہ) میں منقول ہے اور آپ باخبر ہیں کہ قائل کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مقدمہ کی تفسیر مایتوقف علیہ صحۃ الدلیل غیر مسلم ہے ماتن کا کلام مکمل ہوا دلالت کی وجہ سے بے شک منقول ملتزم صحت ہونے کے بعد ان میں سے نہیں رہا جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو ساتھ اس کے جائز رکھا گیا ہے کہ اس پر منع وارد کی جائے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ یہ اس وقت دلالت کرتا ہے جب منع کی تفسیر طلب الدلیل علی المقدمۃ کی جائے اور جب اس کی تفسیر طلب الدلیل علی ملتزم الصحۃ کی جائے تو نہیں ہے جی ہاں! یہاں اسوقت اعتراض وارد ہوتا ہے کہ مدعا پر منع حقیقی طور پر وارد ہوتی ہے اور اس کے التزام میں بعد نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس صورت کا بیان ہے جس میں منع منقول پر وارد ہو اور حقیقی بھی ہو ناقل نقل کو بیان کر کے جب اس کی صحت کا التزام کرتا ہو مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وضو میں نیت شرط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لَاوُضُوءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِاسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اب اس نقل پر جب منع وارد کی جائے گی تو یہ منع حقیقی کہلائے گی کیونکہ ناقل نے اپنے نقل کی صحت کا التزام

کیا ہے جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے ان کے نزدیک مقدمہ کی تعریف مایتوقف علیه صحة الدلیل نہیں ہوگی اسی طرح منع کی تعریف طلب الدلیل علی مقدمة کی بجائے طلب الدلیل علی ملتزم الصحة ہوگی۔

اعتراض......مذکورہ صورت کے بعد یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ دعوی میں بھی یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو چاہئے کہ دعوی پر بھی وارد ہونے والی منع حقیقی کہلائے۔

جواب......شارح علیہ الرحمۃ نے ولا بعد فی التزامه کہہ کر جواب دیا ہے کہ اگر دعوی میں صحت دعوی کا التزام کیا گیا ہو تو مذکورہ صورت اس پر بھی صادق آسکتی ہے۔

وقد جرت کلمتهم ای النظار علی انه ای الشان لایجوز طلب التصحیح عند النقل والتنبیه عند دعوی الامر البدیهی الغیر الاولی والدلیل عند دعوی الامر النظری علی المعلوم مطلقا من غیر تقیید بما اذالم یکن المقصود معلومیته بوجه آخر والحال ان ذلک ای عدم جواز الطلب اذالم یکن المقصود ای مقصود السائل معلومیته ای المنقول اولامر البدیهی اوالنظری بطریق اخر قیل هذا مبنی علی تعدد العلة الغائیة للمناظرة وهو غیر جائز ولایخفی ان زیادة الایقان والعلم لایخرج عن اظهار الصواب غایة مافی الباب ان لاظهار الصواب مراتب منها زیادة العلم کمایشاهد فی البراهین الاقلیدسیة کذافیما نقل عنه وانت ان تاملت عرفت ان حقیقة الاظهار انما توجد اذالم یکن المظهر قبل الاظهار معلوماً والایلزم اظهار الظاهر و اما زیادة الایقان فان کان اثباتها بعد العلم فزیادة الظهور ولیس باظهار اذالتنبیه موجب للزیادة فحسب وان کان بعد مالم یکن معلوما کما فی البراهین الاقلیدسیة فاظهار ثم عطف علی قوله یستبان قوله لا یلزم من بطلان الدلیل بطلان المدلول لجواز ان یکون لمدلول واحد دلائل شتی فبطلان واحد منها لم یبطله فاذا بطل الدلیل فلا منصب للمعلل سوی التغییر والتبدیل

ترجمہ......اور تحقیق اہل مناظرہ کی اصطلاح میں یہ کلمہ جاری ہے کہ معلوم کی صورت میں

دعویٰ نقل کے وقت تصحیح طلب کرنا اور جب بدیہی غیر اولی ہو۔تو تنبیہ طلب کرنا اور دعویٰ جب نظری ہوتو مطلقاً دلیل طلب کرنا جائز نہیں ہے بغیر قید کے جب اس معلومیت کا مقصود نہ ہو اور حال یہ ہے کہ بیشک یہ بھی طلب کا جائز نہ ہونا اس وقت ہے جبکہ نہ ہو مقصود یعنی سائل کا مقصود اس کی معلومیت بھی منقول یا امر بدیہی یا نظری کی کسی دوسرے سبب سے کہا گیا ہے کہ یہ مناظرہ میں تعدد علت غائیہ پر مبنی ہے اور وہ ناجائز ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ زیادت ایقان وعلم اظہار صواب سے نہیں نکلتا ہے زیادہ سے زیادہ اس باب میں یہ کہا جائے گا کہ اظہار صواب کے مراتب ہیں ان میں سے زیادۃ العلم جیسا کہ ہم اقلیدسیہ کے براہین میں مشاہدہ کرتے ہیں ماتن قدس سرہ سے اسی طرح منقول ہے اگر آپ غور کریں تو آپ پر ظاہر ہوگا کہ بے شک اظہار کی حقیقت اس وقت پائی جاتی ہے جب اظہار سے پہلے از روئے علم ظاہر نہ ہو ورنہ اظہار الظاہر لازم آئے گا اور اگرچہ زیادت ایقان پس اس کا اثبات اس علم کے بعد ہوتا ہے پس زیادت ظہور اظہار نہیں ہے جب تنبیہ موجب ہو زیادت کے لیے تو کافی ہے اور اگر معلوم کے بعد نہ ہو جیسا کہ اقلیدسیہ کے براہین میں تو یہ فقط اظہار ہے پھر اس کے قول یستبان پر عطف کیا ماتن کا کہنا ہے کہ دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا جواز کے لئے ایک مدلول کے کئی مختلف دلائل ہوں پس ان میں سے ایک کے بطلان سے تمام دلائل باطل نہیں ہوتے پس جب ایک دلیل باطل ہو جائے تو معلل کے لئے تغیر اور تبدیل کے سوا کوئی منصب نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) طلب تصحیح کب درست ہے؟ ۲) اعتراض ۳) دلیل واحد کا بطلان

طلب تصحیح کب درست ہے؟

اہل مناظرہ کا کہنا ہے کہ سائل کو جب معلوم ہو تو نقل پر طلب تصحیح درست نہیں ہے اور اس قول

کو کسی بھی صورت جائز نہیں رکھتے خواہ کسی اور مقصد کے لئے ایسا ہو یا نہ ہو ماتن اس نظریہ کے خلاف میں اپنا نظریہ بیان کرتے ہیں کہ والحال ان ذالك اذالم یکن المقصود یعنی معلومیت کی صورت میں ناجائز اس وقت ہے جب کوئی مقصود نہ ہو اگر کوئی مقصود ہو تو جائز ہے مثلاً معلل کہے کہ وضو میں نیت شرط نہیں ہے یہ امام صاحب کا قول ہے سائل کو معلوم ہے کہ واقعی امام صاحب کا قول ہدایہ میں ایسا ہی ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ کسی اور کتاب کا حوالہ بھی سامنے آجائے تاکہ علم میں اضافہ ہو تو سائل تصحیح طلب کرتا ہوا کہتا ہے کہ آپ نے یہ کس کتاب سے نقل کیا ہے معلل کہے شرح وقایہ سے ظاہر ہے کہ معلومیت کے باوجود طلب کسی مقصود کے تحت پائی جارہی ہے ماتن کے نزدیک یہ صورت جائز ہے کیونکہ اس میں زیادت ایقان وعلم ہے جب کہ اہل مناظرہ اسے مطلقاً ناجائز کہتے ہیں۔

اعتراض...... ماتن کے نظریہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ مناظرہ کی غرض میں تعدد لازم ہے کیونکہ ایک غرض اظہار صواب ہے اور دوسری غرض زیادت ایقان وعلم ہے اور ایک فن کے کئی اغراض درست نہیں۔

جواب......شارح علیہ الرحمۃ ماتن کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں ولا یخفی ان زیادۃ الایقان والعلم لایخرج عن اظہار الصواب یعنی زیادت ایقان وعلم اظہار صواب سے نہیں نکلتا لہٰذا زیادت ایقان وعلم اظہار صواب ہی کے قبیل سے ہے اس لیے تعدد لازم نہیں آتا یہ ضرور ہے کہ اظہار صواب کے مراتب ہونگے ان مراتب میں سے ایک مرتبہ زیادت علم ہے جیسا کہ اقلیدسیہ یعنی ہندسہ کے براہین میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

اعتراض...... شارح علیہ الرحمۃ ماتن کے نظریہ پر یہ اعتراض قائم کرتے ہیں کہ اظہار کی حقیقت تو وہاں پائی جاتی ہے جہاں پہلے سے ظاہر نہ ہو ورنہ اظہار ظاہر لازم آئے گا اور یہ عبث ہے لہٰذا اس سے زیادت ایقان وعلم کیونکر حاصل ہوگا وان تاملت عرفت ان حقیقۃ الاظہار الخ کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

جواب...... معلوم کے بعد زیادت ایقان وعلم نص قطعی سے ثابت ہے اور جو نص قطعی سے ثابت ہو وہ عبث نہیں ہوگا۔ مثلاً...... حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ بعد انتقال اللہ تعالیٰ

مردہ زندہ کرنے پر قادر ہے اس کے باوجود آپ نے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِیْ الْمَوْتٰی اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے طلب معلوم ہونے کے باوجود طلب پائی جارہی ہے اور یہ عبث نہیں ہے بلکہ اگلے جملے میں اس کی صراحت موجود ہے کہ زیادت ایقان علم کے لیے ایسا کیا فرمایا وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔

چند اصلاحات کی تعریفات

ظہور: زیادت علم وایقان اگر دلیل یا تنبیہ سے علم کے بعد ہو۔ تو اسے ظہور کہتے ہیں۔

اظہار: زیادت علم وایقان اگر دلیل یا تنبیہ سے حصول علم سے پہلے ہو تو اسے اظہار کہتے ہیں۔

علم کامل: وہ علم جس میں کوئی خفاء نہ ہو اور اس سے ثبوت شئے کا یقینی فائدہ حاصل ہو۔ یا اثبات میں ہو یا نفی میں شارح علیہ الرحمۃ نے اس کی جانب فان کان اثباتها بعد العلم کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

علم ناقص: وہ علم جس میں کسی قدر خفاء ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو اس نے جانا ہے اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو جائے شارح علیہ الرحمۃ نے فان کان بعد مالم یکن معلوماً کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

زیادتِ علم: اطمینان قلب کے حصول کو کہتے ہیں۔

دلیل واحد کا بطلان

معلل اگر اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے اور سائل کسی جہت سے اس کا باطل ہونا ثابت کردے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ دلیل کے باطل ہو جانے سے مدلول بھی باطل ہو جائے گا بلکہ اس دعویٰ پر معلل دوسری دلیل قائم کرے گا مثلاً: معلل نماز جنازہ پر دلیل قائم کرتے ہوئے کہے کہ قرآن کریم میں ہے کہ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ سائل کہے کہ پیش کردہ آیت میں صلوٰۃ کا معنیٰ عام ہے نماز جنازہ مراد نہیں ہے سائل جب اس دلیل کو باطل کر چکا تو اب لازم نہیں آتا کہ مدلول یعنی نماز جنازہ کی مشروعیت باطل ہو گئی بلکہ معلل اس کی مشروعیت کے لیے دوسری دلیل دے گا اور کہے گا

کہ وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اس آیت سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ مشروع ہے اگر دلیل ثانی بھی باطل ہو جائے تو چاہئے کہ دلیل ثالث کی طرف لوٹ جائے حتیٰ کہ معلل کے پاس اس دعویٰ پر دلیل ختم نہ ہو جائے اس وقت تک معلل کے لیے تغییر اور تبدیل جائز ہے اس کی جانب ولا یلزم من بطلان الدلیل بطلان المدلول کہہ کر اشارہ کیا۔

بحث ثالث کا خلاصہ

۱) نقل اور دعویٰ مبنی للفاعل یا مبنی للمفعول ہیں۔

۲) مصادر اعتباری ہوتے ہیں۔

۳) نقل اور دعویٰ پر منع مجازی وارد ہوتی ہے۔

۴) تصحیح نقل اور منع دونوں میں لفظ طلب ہے اس مشارکت کی وجہ سے اسے منع مجازی کہتے ہیں۔

۵) نقل اگر من حیث المنقول نہ ہو بلکہ اس کے التزام کا اہتمام کیا گیا ہو تو منع حقیقی وارد ہوگی

۶) اہل مناظرہ کے نزدیک علم ہوتے ہوئے طلب مطلقاً درست نہیں ہے۔

۷) ماتن قدس سرہ کے نزدیک علم ہوتے ہوئے کسی دوسرے مقصود کی خاطر طلب درست ہے۔

۸) زیادت ایقان وعلم اظہار صواب کی قسم میں سے ہے۔

۹) دلیل کے بطلان سے مدلول کا بطلان لازم نہیں آتا۔

۱۰) دلیل باطل ہونے کے بعد معلل کو چاہئے کہ تغییر یا تبدیل کو اپنائے۔

البحث الرابع منع مقدمة معينة من الدليل او اكثر وح يكون اكثر من منع واحد صريحة صفة مقدمة أوخبر كان المحذوف او ضمنية يكون بناء الكلام عليه صفة مقدمة او اكثر و تذكير الضمير اماباعتبار لفظ الاكثر اوبتاويل كل واحد منها او بالنظر الى ان المقدمة عبارة عما يتوقف عليه صحة الدليل جائز خبر قوله منع وايراد هذا الكلام لدفع توهم انه لايجوز لان تلك المقدمة ليست بجزء الدليل والمشهور ان المقدمة جزء الدليل وانما يجوز لان المقدمة على مامر تفسيره اعم من جزء الدليل —

ترجمہ...... چوتھی بحث:— دلیل کے مقدمہ معینہ پرایک یااس سے زائد منع وارد کرنا جائز ہے خواہ صریحاً ہو یہ مقدمہ کی صفت ہے یا کان محذوف کی خبر ہے یا ضمناً ہو کلام کی بناء اس پر ہو۔ یہ مقدمہ کی صفت یا اکثر کی۔ ضمیر مذکر لانا باعتبار لفظ اکثر کے ہے یابتاویل کل واحد منہما کے یااس اعتبار سے کہ مقدمہ عبارت ہے عما یتوقف علیه صحة الدلیل سے جائز ماتن کا قول منع کی خبر ہے اوراس علام کووارد کرنے کا مقصد تو ہم کودور کرنا ہے کہ بیشک نہیں جائز (منع) اس لیے کہ وہ مقدمہ دلیل کا جز نہیں ہے اور مشہور ہے کہ مقدمہ دلیل کا جزء ہوتا ہے اور یہ جائز ہے اس لیے کہ مقدمہ کی تفسیر گزر چکی ہے جزء دلیل سے مقدمہ عام ہے۔

تشریح

متذکرہ عبارت میں نحوی قاعدے پر بحث کی گئی ہے اس کے علاوہ وہ مقدمہ جس پر کلام کا دارو مدار ہو اس پر ایک یا ایک سے زائد منع وارد کرنا جائز نہیں ہے یہ وہم پیدا ہو رہا ہے کہ مقدمہ دلیل کا جزء نہیں ہوتا اس لیے اس پر منع وارد کرنا جائز نہیں ہے اس وہم کو دور کرنے کے لیے مذکورہ عبارت لے کر آئے سابقہ اوراق میں مقدمہ کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقدمہ جزء دلیل سے عام ہے اس کی مکمل بحث کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔

ومنع المعلوم مطلقاً ای من کل وجه مکابرة لاتسمع دون منع الخفی ای البدیهی الذی فیه خفاء ودون منع مقدمة التنبیه فانه ای کل واحد من منع البدیهی بمعنی طلب التنبیه علیه ومنع مقدمة التنبیه بمعنی طلب الدلیل او التنبیه علیها یجوز نجوز لماعرفت من ان المنع حقیقة طلب الدلیل علی مقدمة معینة من الدلیل والعلاقة کون کل جزئیا المطلق الطلب ومنع المقدمة مرتبا فی الذکر علی منع مقدمة اخری علی تقدیر تسلیم ای تسلیم المقدمة الاخری سواء کان یمنع المقدمة المتقدمة اولاً والمؤخرة ثانیاً اوبالعکس سواء کان المنع المذکور فی التردیدات

ترجمہ...... علم ہونے کے باوجود منع مطلقا مکابرہ ہے ہر اعتبار سے قابل مسموع نہیں ہے سوائے ایسی بدیہی میں جس میں خفا ہو اور سوائے تنبیہ کے مقدمہ کے۔ پس بے شک یعنی ہر ایک منع بدیہی پر بمعنی طلب تنبیہ ہے اور تنبیہ کے مقدمہ پر منع طلب الدلیل یا تنبیہ ہے جائز ہے ہم اسے جائز رکھتے ہیں اس وجہ کو جو آپ نے جان لیا ہے کہ منع حقیقی مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے اور اس میں علاقہ کلی جزی مطلق طلب کیلئے ہے اور مقدمہ پر منع مرتب فی الذکر دوسرے مقدمہ کو علی تقدیر تسلیم ہوتی ہے یعنی دوسرے مقدمے کو تسلیم کرنے سے عام ازیں کہ وہ مقدمہ مقدمہ اول ہو۔ اور مقدمہ مؤخرہ ثانی ہو یا عکس ہو عام ازیں کہ وہ منع جو مذکور ہے تردیدات میں ہو۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں چار مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) بدیہی غیر اولی پر منع وارد کرنا ۲) تنبیہ پر منع وارد کرنا ۳) دلیل کے مقدمہ پر منع وارد کرنا ۴) تسلیم مقدمہ

بدیہی غیر اولی پر منع وارد کرنا

اہل مناظرہ کا یہ قاعدہ ہے جسے آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ معلوم کی صورت میں منع وارد کرنا جائز نہیں ہے اور اسے مکابرہ میں شامل کرتے ہیں اب یہاں استثنائی صورت بیان کی جارہی ہے کہ بدیہی میں اگر خفاء ہو تو اس پر منع وارد کر سکتے ہیں تا کہ خفا دور ہو جائے جیسے کہ حقائق

الاشیاء ثابتۃ ۔ سوفسطائی اس بدیہی کے خفا کو دور کرنے کے لیے منع وارد کرتا ہے یہ صورت جائز ہے اور اس کا مطلب بدیہی پر تنبیہ طلب کرنا ہے۔

تنبیہ پر منع وارد کرنا

دعویٰ اگر بدیہی غیر اولی ہو تو اس کے خفا کو دور کرنے کے لئے تنبیہ پیش کی جاتی ہے مثلاً: حقائق الاشیاء ثابتۃ ۔ بدیہی غیر اولی ہے سوفسطائی نے جب اس پر تنبیہ طلب کی تو متکلمین نے کہا کہ ہم اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں جب حقیقت نہیں ہے تو مشاہدہ کیوں کرتے ہیں سوفسطائی اب اس تنبیہ پر منع وارد کرے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ جو چیز مشاہدہ میں آئے اس کی حقیقت بھی ہوتی ہے ہم سراب کا مشاہدہ کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت نہیں ہے یہ منع بھی جائز ہے اور اس کا مطلب دلیل طلب کرنا ہے یا تنبیہ طلب کرنا۔

دلیل کے مقدمہ پر منع وارد کرنا

دعویٰ اگر نظری مجہول ہو تو اس کی جہالت دور کرنے کے لیے دلیل دی جاتی ہے مثلاً عالم حادث ہے اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث حکیم منع وارد کرے اور کہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہر متغیر حادث ہے یہ منع دلیل پر ہے اور یہ بھی اہل مناظرہ کے نزدیک جائز ہے۔

تسلیم مقدمہ

مانع جب معلل کے کسی مقدمہ پر منع وارد کرتا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ منع یا تو صغریٰ پر وارد ہوگی یا کبریٰ پر۔ اول صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مانع نے کبریٰ تسلیم کرلیا ہے اور ثانی صورت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مانع نے صغریٰ کو تسلیم کرلیا ہے اس کی مثال آنے والی عبارت میں ہے۔

کما اذا قال المعلل لایخلوا اما ان یکون هذا او ذلک فان کان هذا فکذا وان کان ذلک فکذلک فیقول السائل لانسلم انه ان کان هذا فکذا وان سلمناه فلانسلم انه ان کان ذلک فکذلک اویقول بالعکس بان یقول لانسلم انه ان کان ذلک فکذلک وان سلم فلانم

انه ان كان هذا فكذا او لا يكون فيها كماقيل العالم متغير و كل متغير حادث فيقول لانسلم ان العالم متغير و ان سلمنا ذلک لکن لانسلم ان كل متغير حادث او يقول بالعكس ولكن كون ذلک المنع على تقدير التسليم قد يكون بطريق الوجوب كمااذا كان المنع الثاني مبنا على تقدير التسليم كما اذا قال التغير في العالم موجود فلا بد من حدوثه فيقول لانسلم ان التغير في العالم موجود وان سلمنا ذلک لكن لانسلم كونه ضروری الحدوث على ذلک التقدير فالمنع الثاني مبنی على تقدير تسليم الاولى والالم يتوجه كمالا يخفىٰ وقد يكون بطريق الاستحسان وهواذالم يكن المنع مبنيا كما سلف مثاله وهذا معنى قوله قدس سره على تفاوت اى كائن عليه وبما ذكرنامن معنى الكلام ظهر ان قوله منع المقدمة مبتدأ وقوله على منع ظرف مستقر حال منه وقوله على التقدير التسليم حال متداخلة وقوله على تفاوت خبره فافهم هذا الكلام فانه من مذال الاقدام

ترجمہ...... جیسے کہ معلل کہے کہ دو حال سے خالی نہیں ہے یہ ہوگا یا وہ۔ پس اگر یہ ہوتو ایسا ہے اگر وہ ہوتو ایسا ہے پس سائل کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اگر یہ ہوگا تو ایسا ہوگا اگر اسے تسلیم بھی کرلیں تو یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اگر وہ ہوگا تو ایسا ہے کہ یا اس کے عکس کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ ایسا ہوگا تو وہ ہوگا اگر اسے تسلیم بھی کرلیں تو یہ نہیں مانتے کہ ایسا ہوگا تو یہ ہوگا یا اس میں نہ ہو جیسا کہ کہا گیا ہے کہ عالم متغیر ہے اور متغیر حادث ہوتا ہے پس سائل کہے ہم تسلیم نہیں کرتے کہ عالم متغیر ہے اگر ہم اسے تسلیم کر بھی لیں تو یہ نہیں مانتے کہ ہر متغیر حادث ہوتا ہے یا اس کے عکس میں کہے اور لیکن یہ منع علی تقدیر تسلیم ہے کبھی بطریق وجوب ہوتا ہے جیسا کہ ثانی پر منع وارد کرنا مبنی علی تقدیر تسلیم ہو جیسا کہ کہا التغیر فی العالم موجود فلا بد من حدوثہ تو کہے گا ہم تسلیم نہیں کرتے کہ التغیر فی العالم موجود اور اگر اس کو تسلیم کر بھی لیں لیکن ہم تسلیم نہیں کرتے کونہ ضروری الحدوث اس تقدیر پر منع ثانی مبنی ہے پہلے کو تسلیم کرنے پر ورنہ متوجہ نہ ہوتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے اور کبھی

بطریق استحسان ہوتا ہے جبکہ منع ثانی پرمبنی نہ ہوجیسا کہ مثال گزرچکی ہےاور یہ معنی تفاوت کا ماتن قدس سرہ کے نزدیک ہے یعنی اس پر ہواور جو ہم نے کلام کا معنی ذکر کیا ظاہر ہوا کہ ان کا منع المقدمة کہنا مبتدا ہےاوران کا کہنا علی منع ظرف مستقراس سے حال ہے اوران کا کہنا علی تقدیر التسلیم حال متداخلہ ہےاوران کا کہنا علی تفاوت اس کی خبر ہے پس اس کلام کو سمجھیں بے شک یہ پیر پھسلنے کی جگہوں میں سے ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ پر مثال پیش کی گئی ہےاوراس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ تقدیر تسلیم کی دوصورتیں ہیں:-

(الف) وجوبی صورت　　　　(ب) استحسانی صورت

وجوبی صورت

معلل عالم کے حدوث پر دلیل دیتے ہوئے کہے کہ العالم متغیر و کل متغیر حادث سائل کہے کہ ہم تمہارے کبریٰ یعنی کل متغیر حادث کونہیں مانتے اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ سائل نے العالم متغیر (صغریٰ) کوتسلیم کرلیا ہےاس لیے وہ اس پر منع وارد نہیں کررہا ہے یا سائل کہے کہ ہم تمہارے صغریٰ یعنی العالم متغیر کونہیں مانتے اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ سائل نے کل متغیر حادث (کبریٰ) کوتسلیم کرلیا ہے یہ صورت وجوبی ہےاس لیے کہ تغیر فی العالم سبب ہے حدوث عالم کے لیے۔

استحسانی

مذکورہ مثال ہی کو سمجھ لیں صرف اتنا فرق ہے کہ مقدمہ اولیٰ ثانیہ کے لئے سبب نہ ہو یا مقدمۂ ثانیہ مقدمہ اولیٰ کے لئے سبب نہ ہوایسی صورت میں تسلیم استحسانی ہوگی۔

وقد لایضر المنع بان یکون انتفاء تلک المقدمة مستلزمًا المطلوبه الذی یستدل علیه بالدلیل الذی هو یتوقف علیها فللمعلل فی جواب ذلک المنع ان یرود و یقول ان کانت المقدمة الممنوعة ثابتة فی نفس

الامر فيتم الدليل والا اى وان لم تكن ثابتة فالدعوىٰ ثابتة على ذلك التقدير اى على تقدير عدم ثبوتها ايضاً كما اذا قال المعلل فى اثبات حدوث الاعيان الثابتة انها متغيرة وكل متغير لا يخلو ا عن الحوادث وكل ما هو كذلك فهو حادث اما كونها متغيرة فظن واما كون كل متغير محلاً للحوادث فلان التغير انما هو انتقال الشئ من حالة الى حالة اخرى وتلك الاخرى حادثة لانها وجدت فى بعد مالم تكن موجودة ثم تلك الاخرى قائمة بذلك الشئ المتغير لامتناع قيام الصفة بدون موصوفها فيكون ذلك الشئ المتغير محلاً للحوادث فان الشئ عند كل تغير وانتقال يكون محلاً لحادث لم يكن هو محله واما ان كل مالا يخلو عن الحوادث فهو حادث فلان الاعيان الثابتة لا تخلوا عن الحركة والسكون وهما حادثان

ترجمہ..... اور کبھی منع ضرر نہیں دیتی بایں طور کہ اس مقدمہ کا انتفاء ایسے مطلوب کو مستلزم ہے جس پر دلیل قائم کر رہے تھے وہ جس پر موقوف ہے پس معلل کے لئے اس منع کے جواب میں یہ ہے کہ لوٹائے اور کہے کہ اگر نفس الامر میں مقدمہ ممنوعہ ثابت ہے تو دلیل مکمل ہوگئی ورنہ اگر مقدمہ ممنوعہ ثابت نہیں ہے تو اس تقدیر پر دعویٰ ثابت ہے یعنی اس کے عدم ثبوت میں بھی جیسا کہ معلل اعیان ثابتہ کے حدوث کے اثبات میں کہے کہ بے شک وہ متغیر ہے اور کوئی بھی متغیر حوادث سے خالی نہیں ہوتا اور ہر ایک جس کی یہ شان ہو پس وہ حادث ہے اگر چہ اعیان ثابتہ کا حادث ہونا ظاہر ہے اور ہر متغیر حوادث کے لیے محل ہے اس لیے کہ تغیر ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کو کہتے ہیں یہ دوسری (حالت) حادث ہے اس لیے کہ آپ نے اسے موجود نہ ہونے کے بعد پایا ہے پھر وہ دوسری چیز متغیر پس شئے حوادث کے لئے محل ہوگی پس شئے ہر تغیر و انتقال کے وقت حادث کے لیے محل ہے جو پہلے اس کے لیے محل نہ تھی اور ہر وہ جو حوادث سے خالی نہ ہو پس وہ حادث ہے پس اس لیے کہ اعیان ثابتہ حرکت و سکون سے خالی نہیں ہیں اور یہ دونوں حادث ہیں

تشریح

متذکرہ عبارت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ سائل جب منع وارد کرتا ہے تو اس وقت معلل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ اب معلل کے ذمے دو کام ہوئے اول مقدمہ ممنوعہ کا اثبات، دوم دعوی کا اثبات۔ اب یہ صورت بیان کر رہے ہیں کہ منع کبھی معلل کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہے مثلاً اعیان ثابتہ کے حدوث پر دلیل قائم کرے اور کہے کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں کیونکہ یہ متغیرہ ہیں اور جو چیز متغیر ہوگی وہ حادث ہے اب سائل کیلئے دو راستے ہیں ایک یہ کہ صغریٰ پر منع وارد کرے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ اعیان ثابتہ متغیرہ ہیں اس صورت میں کبریٰ محفوظ ہے معلل کبریٰ کے ذریعہ اپنی دلیل مکمل کرے گا اور یوں کہے گا کہ اعیان ثابتہ جب حادث ہیں تو اس کا تغیر ثابت ہے کیونکہ تغیر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کو کہتے ہیں مثلاً: کسی زمین پر پہلے سے کوئی عمارت نہ ہو اور اب اس پر عمارت بنا دی جائے تو عمارت زمین کے لئے ایک حادثہ ہے اور اس حادثہ سے اس کا تغیر ہونا ثابت ہوگا دوسری صورت سائل کے لیے یہ ہے کہ کبریٰ پر اعتراض قائم کرے اور کہے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں معلل اپنی دلیل مکمل کرے گا اور کہے گا جب اعیان ثابتہ کا تغیر ثابت ہے تو اس کا حادث ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ تغیر انتقال الشئی من حالۃ الی حالۃ الاخری کا نام ہے اور شئے جب ایک حالت کے بعد دوسری حالت کو قبول کرے گی تو یہ حوادث ہی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ اعیان ثابتہ حادث ہیں۔

الف: سکون کی تعریف...... جو چیز حرکت کی صلاحیت رکھنے کے باوجود حرکت نہ کرے۔

ب: حرکت کی تعریف...... قوت سے فعلیت کی طرف علی سبیل التدریج نکلنا۔

فائدہ: حرکت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱) حرکت فی الکم...... جسم کا کسی چیز کے ملنے سے بڑھنا اور کسی چیز کے جدا ہونے سے گھٹنا جیسے انسان کا غذا کھانے سے بڑھنا اور بیماری سے کمزور ہونا یا غبارہ میں ہوا بھرنے سے اس کا بڑھنا اور نکالنے سے کم ہونا۔

۲) حرکت فی الکیف...... صورت نوعیہ کے باقی رہتے ہوئے ایک کیفیت سے دوسری کیفیت

کی طرف منتقل ہونا اسے استحالہ بھی کہتے ہیں جیسے پانی کا گرم سے سرد ہونا اور سرد سے گرم ہونا۔

۳) حرکت فی الاین...... جسم کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف علی سبیل التدریج منتقل ہونا اسے نقلہ بھی کہتے ہیں جیسے چلنا۔

۴) حرکت فی الوضع...... جسم کا اپنے حیز میں باقی رہتے ہوئے اپنے ایک جزء کو دوسرے جزء کی طرف یا امور خارجیہ کی طرف نسبت کرنے سے جو حرکت حاصل ہو۔ جیسے چکی کے ایک پاٹ کی حرکت۔

فائدہ: باعتبار فاعل حرکت کی دو قسمیں ہیں۔

۱) حرکت ذاتی...... وصف حرکت حقیقیہ وبالذات متحرک کے ساتھ قائم ہو جیسے ہاتھ کی حرکت کتابت کے وقت۔ حرکت ذاتی کی تین قسمیں ہیں۔

☆ حرکت طبعیہ...... جو حرکت طبیعت کے اقتضاء کی وجہ سے ہو جیسے پتھر کا نیچے کی طرف حرکت کرنا۔

☆ حرکت قسریہ...... جو حرکت امر خارج کی وجہ سے ہو جیسے پتھر کا اوپر کی طرف حرکت کرنا

☆ حرکت ارادیہ...... جو حرکت ارادہ اور اختیار کی وجہ سے ہو جیسے انسان کا ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہونا۔

۲) حرکت عرضی...... وصف حرکت حقیقیہ وبالذات متحرک کے ساتھ قائم نہ ہو بلکہ حرکت کسی دوسرے جسم کے ساتھ قائم ہو اور یہ جسم محض اتصال مجاورت کی وجہ سے متحرک ہو جیسے گاڑی کا سوار وغیرہ۔

وبيان عدم الخلو ان الاعيان لاتخلو عن الكون في حيز فان كانت من حيث كونها ذلك الحيز الان مسبوقةً بكون اخرفيه فهي ساكنة وان لم تكن مسبوقةً بكون اخر بل بكون في حيز آخر فمتحركة ويقول المانع لاتم ذلك الانحصار لم لايجوزان لاتكون مسبوقة بكون اخر اصلا كما في ان الحدوث فح تكون خالية عن الحركة والسكون كليهما فللمعلل ح ان يردده يقول اما ان يكون الانحصار ثابتا اولافان كان ثابتا

فقدتم الدليل والا يلزم ثبوت المصنف وهو حدوث والاعيان لانه اذالم يكن الشئ مسبوقاً بكون اخر فلاشك في حدوثه

ترجمہ......اور عدم خلو کا بیان بے شک اعیان حیز میں کون سے خالی نہ ہونگے پس اگر اس حیثیت سے ہو کہ اس چیز میں اب مسبوقہ ہو اس کے دوسرے حیز کے ساتھ تو یہ ساکنہ ہے اور اگر مسبوقہ دوسرے حیز میں نہ ہو بلکہ کون ہو دوسرے حیز میں تو یہ حرکت ہے پس مانع کہے کہ ہم یہ انحصار نہیں مانتے یہ کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ اصلاً دوسرے حیز میں مسبوقہ نہ ہو جیسا کہ حدوث میں۔ پس اس وقت یہ حرکت وسکون سے خالی ہوگی پس معلل اس کے منع کو لوٹائے اور کہے کہ انحصار ثابت ہوگا یا نہیں اگر ثابت ہے تو دلیل مکمل ہوئی ورنہ ثبوت مقصود لازم ہے اور وہ حدوثِ اعیان ہے کیونکہ شئے جب دوسرے کے ساتھ مسبوق نہ ہو تو اس کے حدوث میں شک نہیں ہے۔

تشریح

مذکورہ عبارت میں عدم خلو کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اعیان دو حال سے خالی نہ ہو نگے یعنی حرکت وسکون اور یہ دونوں حادث ہیں لہٰذا اعیان بھی حادث ہیں مانع منع وارد کرتا ہوا کہے کہ ہم اس انحصار کو نہیں مانتے یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شئے میں دونوں ہی نہ پائے جائیں جیسے: حدوث اس وقت اس پر زمانہ نہیں گزرا لہٰذا حرکت وسکون دونوں نہ پائے گئے معلل کہے کہ اگر انحصار ثابت ہے تو میری دلیل مکمل ہوگئی اور انحصار ثابت نہ ہو تو مطلوب ثابت ہے اور مطلوب حدوث اعیان ہے اس لیے کہ جب شئے دوسرے کی طرف مسبوق ہوگی تو لامحالہ حدوث ثابت ہوگا۔

وقيل بخلافه ايضاً يعني ان بعضهم قالوا ليس للمعلل ان يقول ذلك بل لابدله من اثبات المقدمة الممنوعة او التغير الى دليل اخر فانه ادعى اثبات الحكم بالدليل ولايتحقق ذلك الا بذينك الطريقين وما اختار المصنف هو الاظهر لان المقصد الاصلى من اثبات المقدمة ثبوت المطلوب فمتى ثبت بدونه لاحاجة اليه واليه اشار بقوله قيل ويستحسن توقف المانع الى اتمام المعلل الدليل لان المعلل ربما يثبت المقدمة

بعد اتمام الدليل فيستغني السائل عن المنع

ترجمہ......اور اس کے خلاف بھی کہا گیا ہے کہ معلل کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ ایسا کرے بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے یا دوسری دلیل کی طرف تغییر کرے پس اس نے حکم کو دلیل سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ محقق نہیں ہوتا مگر ان ہی دو طریقوں سے اور جسے ماتن نے اختیار کیا وہ اظہر ہے اس لیے کہ مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا مقصد اصلی ثبوت مطلوب ہے پس جب دلیل کے بغیر ثابت ہو جائے تو اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اپنے اس قول کی طرف اشارہ کیا ہے کہا گیا ہے اور مانع کا توقف کرنا مستحسن ہے معلل کی دلیل مکمل ہونے تک اس لیے کہ معلل کبھی دلیل مکمل ہونے کے بعد مقدمہ کو ثابت کرتا ہے پس اس وقت سائل منع سے مستغنی ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سابقہ نظریہ کے خلاف بعض اہل مناظرہ کا قول پیش کیا گیا ہے اور قول اظہر کی وضاحت کی گئی ہے ماتن قدس سرہ نے اپنا نظریہ بتایا کہ مانع جب منع وارد کرے تو منع کو لوٹایا جاسکتا ہے اس کی مکمل تقریر سابقہ اوراق میں گزر چکی ہے اب یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ معلل نے چونکہ حکم کو دلیل سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اس لیے معلل کے لیے منع کو لوٹانا جائز نہیں ہے بلکہ معلل کے لیے ضروری ہے کہ دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے اثبات مقدمہ ممنوعہ کرے یا دلیل بدل کر دوسری دلیل کی طرف رجوع کرے اس کے علاوہ کسی اور صورت سے حکم محقق نہیں ہوسکتا اس کے برعکس ماتن کا کہنا ہے کہ اثبات مقدمہ ممنوعہ یا تغییر دلیل ان دونوں کا مقصد ثبوت مطلوب ہے جب یہ بغیر دلیل کے ممکن ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے ماتن نے اپنے نظریہ کو اظہر ثابت کرنے کے لیے بعض کا قول قیل کے ذریعہ شروع کیا جو کہ ضعف کی علامت ہے۔

وقيل بخلافه لان المعلل كثير اما لا يتمكن من اثبات تلك المقدمة فيترك الدليل ويشتغل بدليل اخر فيا من طول المناظرة والاول اولى لان الظاهر من حال المعلل الاثبات دون النقض والمعارضة بجوزان

يتعلق بقوله يستحسن وهو الظاهر ويحتمل ان يكون متعلقا بالاختلاف المفهوم من السابق فان التوقف فيهما واجب بالاتفاق اما في النقض فلانه كلام على الدليل فمالم يتم يتجه واما في المعارضة فلانها مقابلة الدليل بالدليل فقيل تمامه لم يتحقق .

ترجمہ......اوراس کے خلاف کہا گیا ہے اس لیے کہ بہت سے معلل ایسے ہیں جو مقدمہ ممنوعہ کے اثبات پر قدرت نہیں رکھتے۔ پس اس دلیل کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری دلیل میں مشغول ہو جاتے ہیں پس مناظرہ اس طرح طول ہو جاتا ہے اور بہتر ہے اس لیے کہ معلل کے حال میں سے اثبات ہے نقض اور معارضہ کے علاوہ جائز ہے کہ متعلق ہو ماتن کے قول یستحسن سے اور وہ ظاہر ہے اور جائز ہے کہ اختلاف جو مفہوم ہو سابق سے اس سے متعلق ہو۔ پس ان دونوں میں توقف بالاتفاق واجب ہے نقض میں اس لیے کہ یہ دلیل پر کلام ہے پس جب تک مکمل نہ ہو نقض متوجہ نہ ہوگا اور معارضہ اسلیے کہ یہ دلیل کے مقابلے میں دلیل ہے پس کہا گیا ہے کہ اس کے مکمل ہوئے بغیر متحقق نہ ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) نظریہ سابق کے خلاف قول ۲) نقض اور معارضہ میں توقف

نظریہ سابق کے خلاف قول

سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے کہ مانع کے لئے توقف مستحسن ہے اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ توقف مستحسن نہیں ہے کیونکہ بہت سارے معلل ایسے ہوتے ہیں جو اثبات مقدمہ کی طاقت نہیں رکھتے اور اس دلیل کو چھوڑ دیتے ہیں جس پر منع وارد ہوئی تھی اور دوسری دلیل کی طرف لوٹ جاتے ہیں ایسی صورت میں مناظرہ طویل ہو جاتا ہے اس لیے بعض کے نزدیک عدم توقف مستحسن ہے شارح علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اول قول یعنی توقف کا مستحسن ہونا اولیٰ ہے معلل نے جب اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کی ہے تو مقدمہ ممنوعہ کا اثبات بھی کر سکتا ہے۔

نقض اور معارضہ میں توقف

دون النقض و المعارضة کو اگر ماتن کے سابق قول ویستحسن کا متعلق بنائیں گے تو اس وقت معنی یہ ہوگا کہ ان دونوں میں بھی توقف مستحسن ہے ماتن قدس سرہ نے آگے وضاحت کردی ہے کہ نقض اور معارضہ میں بالاتفاق توقف واجب ہے نقض میں توقف واجب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نقض دلیل کے فساد پر دلالت کرتا ہے اور یہ دلیل کے مکمل ہونے سے پہلے ممکن نہیں ہے اور معارضہ دلیل کے مقابلہ میں دلیل قائم کرنا ہے اور یہ بھی دلیل کے متحقق ہونے سے پہلے ممکن نہیں ہے۔

وقالوا يجوز نقض حكم ادعى فيه البداهة لرجوعة اى ذلك النقض الى منع البداهة مع السند وهو ماذكر لاثبات النقض وفيه نظر لامكان ارجاعه الى النقض بل الى المعارضة ايضاً كذا فى الحاشية والحاصل ان ماذكره الناقض يمكن ان يجعل من افراد النقض الحقيقى بان يقال دعوىٰ بداهة دليل على دعواه والنقض فى الحقيقة راجع الى ذالك الدليل وكذا يمكن ان يكون من افراد المعارضة بان يكون الدليل المثبت للنقض معارضا لدعوى البداهة التى هى بمنزلة نصب الدليل فلاوجه لارجاعه الى منع البداهة مع صحة كونه من افراد النقض ولالاختياره على المعارضة ويمكن ان يوجه النظر بوجه اخر وهو انه وان سلم كون دعوىٰ البداهة بمنزلة الدليل لكن لايجوز ارجاعه الى المنع اذهو طلب الدليل على مقدمة معينة ولايطلب على مقدمة الدعوى شئى كمالا يخفى

ترجمہ......اور اہل مناظرہ نے کہا ہے کہ جس دعویٰ میں بداہت کا قول پیش کیا گیا ہو نقض وارد کرنا جائز ہے یعنی وہ نقض منع بداہت مع السند کی طرف ہے اور وہ یہ ہے جس کو نقض کے اثبات کے لیے ذکر کیا ہے اور اس میں غور وفکر ہے کہ نقض کی طرف ارجاع ممکن ہے بلکہ معارضہ کی طرف بھی۔ ایسا ہی حاشیہ میں منقول ہے اور حاصل یہ ہے کہ جسے ناقض ذکر کرتا ہے وہ نقض حقیقی کے افراد میں سے ہوگا یوں کہا جائے کہ بداہت کا دعویٰ اس کے دعویٰ

پر دلیل ہے اور نقض حقیقت میں اس دلیل کی طرف راجع ہے اور اسی طرح معارضہ کے افرا دمیں سے ممکن ہے اس حیثیت سے کہ جو دلیل نقض کے لیے مثبت ہو دعویٰ کے بداہت کے لئے معارض ہو وہ جو بمنزلہ دلیل قائم کرنے کے ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ اسے منع بداہت کی طرف لوٹائیں ساتھ اس کے کہ وہ نقض کے افراد میں سے صحیح ہو اور معارضہ پر اس کے لیے کوئی اختیار نہیں اور دوسری وجہ سے بھی اس کی توجیہ ممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم بداہت کے دعویٰ کو بمنزلہ دلیل تسلیم کر لیں لیکن منع کی طرف لوٹانا جائز نہیں ہے جبکہ وہ مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنا ہے اور مقدمۂ دعویٰ پر کچھ طلب نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) بداہت کے دعویٰ پر نقض ۲) اعتراض

بداہت کے دعویٰ پر نقض

اگر کوئی شخص بداہت کا دعویٰ کرے تو اس وقت اس پر نقض وارد کرنا جائز ہوگا کیونکہ بداہت کا دعویٰ بمنزلہ کالدلیل ہے۔

اعتراض

اس پر اعتراض یہ ہے کہ پھر صرف نقض کیوں وارد ہوگا بلکہ بداہت مع السند ہو تو منع بھی وارد ہوگی اسی طرح معارضہ بھی۔

جواب...... معلل جب بداہت کا دعویٰ کرتا ہے تو یہ دعویٰ پر کالدلیل اور نقض حقیقت میں اس کالدلیل پر وارد ہوا ہے اور یہ کالدلیل حقیقی اعتبار سے دلیل نہیں ہے بلکہ اسے بمنزلہ دلیل کے مان لیا گیا ہے اس لیے اس پر منع وارد کرنا درست نہیں ہے کیونکہ منع میں طلب پائی جاتی ہے جبکہ نقض میں فساد۔ اسی طرح معارضہ کے لیے بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ معارضہ دلیل پر دلیل قائم کرنا ہے یہاں دلیل حقیقی نہیں ہے بلکہ کالدلیل ہے دوسری صورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ کالدلیل کی بجائے بمنزلہ دلیل تسلیم کر لیا جائے تو نقض وارد کرنا جائز ہوگا لیکن منع نہیں اس لیے کہ منع مقدمہ معینہ

پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں مقدمہ معینہ نہیں ہے بلکہ مقدمہ دعویٰ ہے۔

ثم لما كان ههنا سوال وهو انه قديسأل السائل بالحل اعني تعيين موضع من الغلط فلايصح حصر الاسولة في الثلثة المذكورة فاجاب بقوله ويندرج الحل في المنع لنوع مناسبة يعني من حيث هو تعرض للقمدمة المعينة كماكان المنع كذلك وان خالفه بوجه اذيقصد به اى بالحل تعيين موضع الغلط لسوء الفهم لاطلب الدليل وقوله لسوء متعلق بالغلط وقد يذكر العل في مقابلة المنع لهذه المخالفة

ترجمہ...... پھر اس جگہ سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی سائل حل کا سوال کرتا ہے یعنی غلط کی تعیین کا۔ پس ثلثہ مذکورہ میں حصر صحیح نہیں ہے پس ماتن نے اپنے اس قول سے اس کا جواب دیا ہے اور حل منع میں مندرج ہوگا نوع مناسبت کی وجہ سے یعنی وہ مقدمہ معینہ کے لیے من حيث التعرض ہے جیسا کہ منع ہے اگر چہ دوسری جہت سے مخالف ہے جبکہ اس سے حل کا قصد کیا جائے سوئے فہم کی وجہ سے غلط جگہ کی تعیین۔ دلیل کا طلب کرنا نہیں ہے اور ماتن کا کہنا لسوء غلط سے متعلق ہے اور کبھی حل منع کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں اس مخالفت کی وجہ سے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ سائل کی طرف سے اعتراض کو تین ہی (منع، نقض اور معارضہ) پر کیونکر منحصر کیا۔ جب کہ حل بھی سائل کی طرف سے بطور اعتراض وارد ہوتا ہے۔

جواب...... حل کو منع میں شامل کیا گیا ہے کیونکہ حل مقدمہ معینہ پر اعتراض کرنے کو کہتے ہیں اور منع مقدمہ معینہ پر دلیل طلب کرنے کو کہتے ہیں ان دونوں میں مناسبت یہ پائی جارہی ہے کہ دونوں مقدمہ معینہ پر وارد ہورہے ہیں چونکہ حل میں طلب کی بجائے تعرض پایا جاتا ہے اس لیے اسے منع مجازی کہتے ہیں اسی قسم کا اگر اور کوئی اعتراض سائل کی طرف سے وارد ہو تو اسے نوع ثلثہ

میں سے کسی نہ کسی میں شامل مانا جائے گا۔

بحث رابع کا خلاصہ

۱) جس مقدمہ پر کلام کی بناء ہو اس پر ایک یا ایک سے زائد منع وارد کرنا جائز ہے۔
۲) معلوم کی صورت میں منع مطلقاً مکابرہ ہے اور قابل مسموع نہیں ہے۔
۳) بدیہی غیر اولی پر منع وارد کر سکتے ہیں۔
۴) نظری مجہول کے کسی مقدمے پر منع علی تقدیر تسلیم وارد کرتے ہیں۔
۵) منع کبھی معلل کے حق میں مفید ہوتی ہے۔
۶) معلل چاہے تو منع سائل کی طرف لوٹا سکتا ہے یا اثبات مقدمہ کے ذریعے جواب دے سکتا ہے۔
۷) معلل حصر قائم کر سکتا ہے کہ یہ ہوگا تو یوں ہوگا اور وہ ہوگا تو یوں ہوگا۔
۸) ماتن کے علاوہ اہل مناظرہ کے نزدیک معلل کے لیے منع کا لوٹانا جائز نہیں ہے۔
۹) منع کے بعد معلل کے لیے دو راستے ہیں اول اثبات مقدمہ کا، دوم تغییر دلیل کا۔
۱۰) منع وارد کرنے کے لیے دلیل مکمل ہونے تک توقف مستحسن ہے۔
۱۱) نقض اور معارضہ کے لیے توقف واجب ہے۔
۱۲) جس دعویٰ پر بدیہی ہونے کا قول پیش کیا گیا ہو اس پر نقض وارد کر سکتے ہیں۔
۱۳) اسولۂ ثلثہ کے علاوہ اگر اعتراض کی کوئی اور صورت پید ہو تو اسے انہی اسولہ میں سے کسی کے ساتھ شامل کر لیتے ہیں۔

البحث الخامس من جملة المعلوم ان السند الصحيح ملزوم لخفاء المقدمة و مقو للمنع ولو كان ملزو ميته وتقويته بزعم المانع فلا يجوزان يكون السند الصحيح اعم من المقدمة الممنوعة مطلقا يجوزان يكون مطلقا متعلقا بقوله فلا يكون فيكون المعنى لايكون اعم لا مطلقا لامن وجه و يجوز ان يكون متعلقاً بقوله اعم فيكون المعنى لا يكون اعم مطلقًا و لا من وجه والظاهر الموافق بالسباق هوالاول لان الاعم من وجه لا يكون ملزوما ومقويا من كل وجه ومن ههنا اى من اجل ان السند ملزوم مقو قالوا اى اهل النظر مامن مقدمة موجودة في حال من الاحوال الا والحال انه يمكن منعه مستندًا بما ذهب اليه السوفسطائية النافون لثبوت حقائق الاشياء لكن الحكيم المثبت لها يعده اى ذلك السند مكابرة غير مسموعة

ترجمہ...... پانچویں بحث:— معلوم باتوں میں سے ہے کہ بے شک سند صحیح مقدمہ کے خفا کے لئے ملزوم اور منع کے لئے تقویت کا باعث ہے اگر چہ اس کی ملزومیت اور تقویت مانع کے زعم میں ہو پس جائز نہیں ہے کہ سند صحیح مقدمہ ممنوعہ سے عام ہو مطلقاً پس جائز ہے کہ مطلقاً کو فلا یکون کا متعلق بنایا جائے پس اس وقت معنی یہ ہوگا کہ سند صحیح مطلق عام ہو اور نہ من وجہ اور یہ بھی جائز ہے کہ اسے اعم کا متعلق بنایا جائے پس اس وقت معنی یہ ہوگا کہ وہ عام مطلق نہ ہو، من وجہ نہیں اور سیاق وسباق سے ظاہر یہ ہے کہ اول معنی موافق ہے اس لیے کہ عام من وجہ من کل الوجوہ ملزوم اور مقوی نہیں ہوتا ۔اور یہاں سے یعنی اس سبب سے کہ سند ملزوم اور مقوی ہوتی ہے اہل مناظرہ نے کہا ہے کہ کوئی مقدمہ کسی حال میں بھی موجود نہیں ہوتا ہے مگر اس حال میں کہ اس پر منع وارد کرنا از روئے سند کے جائز ہے جیسا کہ انکار کرنے والے سوفسطائی حقائق الاشیاء کے ثبوت کے لئے گئے ہیں لیکن متکلم جو اسے ثابت کرتے ہیں انھوں نے اس سند کو مکابرہ اور غیر مسموع شمار کیا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ سند صحیح جو کہ اہل مناظرہ کے یہاں قابل مسموع ہے اس کے وارد کرنے کے لیے دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے ورنہ سند قابل مسموع نہ ہوگی اول مقدمہ میں خفا ہو۔ اگر کسی مقدمہ میں خفا نہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر سند وارد کرنا عبث ہوگا گویا سند صحیح ملزوم اور خفا لازم ہے دوم منع کی تقویت کیلئے مانع منع وارد کرنے کے بعد اس منع کو تقویت دینے کی خاطر سند صحیح وارد کرسکتا ہے ولو کان ملزومیته وتقویته بزعم المانع کہہ کر اس مسئلے کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ سند صحیح کا ملزوم اور مقوی ہونا اگر چہ مانع کے زعم کے مطابق ہو حقیقی اعتبار سے نہ ہو مزید یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ سند صحیح کا ملزوم اور مقوی ہونا حقیقی اعتبار سے ہے اگر چہ کسی جگہ بزعم مانع بھی ہوتا ہے حقائق اشیاء کے ثبوت سے متعلق تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔

ویذکر فی الاکثر ای فی اکثر اوقات المنع مستنداً بعده ای بعد المنع لم لایجوز کمایقال ماذکرت مم لم لایجوز ان یکون کذا ولم لایکون کمایقال هذا مم لم لا یکون ان یکون کذا او کیف لاوواوالحال مقروناً لفظ کیف لا مع واوالحال کمایقال ذلک غیر مسلم کیف لا والامر کذا وقد یذکر کلمة انما ایضاً کمایقال لانسلم تلک المقدمة انمایکون کذا ان لوکان کذا وهو قلیل ولذاقال فی الاکثر

ترجمہ......اور اکثر میں ذکر کیا جاتا ہے یعنی اکثر اوقات منع میں سند پیش کرتے ہوئے اس کے بعد یعنی منع کے بعد لم لایجوز جیسے کہ کہا جائے جو تم نے مقدمہ ممنوعہ پر ذکر کیا کیوں نہیں جائز ہے کہ ایسا ہو اور لم یکون جیسے کہا جائے جو تم نے مقدمہ ممنوعہ ذکر کیا۔ کیوں نہیں ہے کہ ایسا ہو یا کیف لا ۔اور واؤ حالیہ کے ساتھ جیسا کہ کہا جائے کہ وہ غیر مسلم ہے کیسے نہیں حالانکہ معاملہ ایسا ہے اور کبھی انما کا کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ کہا جائے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ مقدمہ صرف ایسا ہے اگر چہ ایسا ہو اور یہ قلیل ہے اور اسی وجہ سے فی الاکثر کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں منع کے بعد سند صحیح ذکر کرنے کے لئے جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ان کا بیان ہے۔

۱)لم لایجوز ۲)لم لایکون ۳)کیف لا واؤ حالیہ کیساتھ ۴)انما

لم لایجوز

معلل کہ هذا انسان لانه حیوان سائل کہے لانسلم انه انسان لم لایجوز انه فرس لانه حیوان معلل کا کہنا هذا انسان دعویٰ ہے لانه حیوان دعویٰ پر دلیل ہے سائل کا کہنا لانسلم انه انسان منع ہے لم لایجوز علامت سند ہے انه فرس لانه حیوان سند ہے باقی علامات کو پیش کردہ مثال پر قیاس کرلیں کیف لا کے لئے ضروری ہے کہ واؤ حالیہ اس کے ساتھ لایا جائے کلمہ انما کو بیان کیا تو وقد یذکر کہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ انما علامت سند کے طور پر بہت کم آتا ہے ویذکر فی الاکثر کے بعد اکثر اوقات کہہ کر اس جانب اشارہ کیا کہ اکثر اوقات علامت سند ذکر کی جاتی ہے اکثر مقامات پر نہیں۔

وقد یذکر شئی لتقویة السند وتوضیحه بصورة الدلیل بان یقال لم لایجوز ان یکون کذلک لانه کذا وکذا ولایحسن البحث فیه ای فی المذکور لتقویة السند لانه لایفید شیئاً لان ابطال مایؤید السند لایوجب اثبات المقدمة الممنوعة الذی هو مقصود المعلل ولافی السند سوی مااستثنی وهوالا بطال لابعد اثبات کونه مساویا لنقیض المقدمة الممنوعة ولایلزم اثباته ای المذکور من مقوی السند والسند ان اوردعلیه البحث لکفایة مجرد الاحتمال ولا یجوز للسائل اثبات منافی المقدمة المعینة قبل اقامة المعلل الدلیل علیها واما بعدها فیجوز ویکون مناقضة علی سبیل المعارضة اما کونه مناقضة فلانه کلام علی المقدمة المعینة واما کونه علی سبیل المعارضة فظاهر ولا یلزم الغصب من غیر ضرورة لانه لایجوز منع المقدمة بعد اقامة الدلیل علیها فمست

الضرورة الی ذلک وانمالایجوز منع المقدمة بعداقامة الدلیل علیها فمست الضرورة الی ذلک وانما لایجوز للزوم الغصب من غیر ضرورة لوجود مایقوم مقامه اعنی المنع بخلاف النقض والمعارضة فانه لابدفیها من الاثبات امافی النقض فمن اثبات التخلف اولزوم المح واما فی المعارضة فمن اثبات خلاف ماادعی المدعی

ترجمہ......اور کبھی بصورت دلیل سند کی تقویت اور وضاحت کے لئے کوئی شے ذکر کی جاتی ہے یوں کہا جائے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ ایسا ہو اس لیے کہ یہ ایسا ہے اور اس میں مستحسن نہیں ہے یعنی مذکور میں سند کی تقویت کے لئے اس لیے کہ اس سے کسی شئے کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیے سند کی تقویت کے ابطال سے مقدمہ ممنوعہ کا اثبات واجب نہیں ہوتا وہ جو کہ معلل کا مقصود ہے اور نہ سند میں سوائے اس کے جنہیں مستثنیٰ رکھا گیا ہے اور وہ مقدمہ ممنوعہ کی نقیض کے مساوی ثابت کر کے باطل کرنا اور اس کا اثبات لازم نہیں آتا یعنی مذکور مقویٰ سند سے اور سند اگر اس پر بحث وارد ہو صرف احتمال کفایت کے لئے تو سائل کے لئے جائز نہیں ہے کہ مقدمہ معینہ کے منافی کا اثبات معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے کرے اور اگر چہ دلیل قائم کرنے بعد جائز ہے اور مناقضہ علی سبیل المعارضہ ہوگا اور اس کا مناقضہ ہوتا تو اس لیے ہے کہ یہ مقدمہ معینہ پر کلام ہے اور اس کا علی سبیل المعارضہ ہونا۔ پس یہ ظاہر ہے اور غصب بلاضرورت جائز نہیں ہے اس کے قائم مقام پائے جانے کی وجہ سے یعنی منع بخلاف نقض اور معارضہ کے پس ان دونوں میں اثبات ضرورت ہے اور بہر حال نقض میں تخلف اور لزوم محال کا اثبات اور معارضہ میں مدعی نے جو عویٰ کیا ہے اس کے خلاف کا اثبات۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں۔

۱) موضح سند و مقوسند ۲) سند ۳) اثبات مقدمہ معینہ

موضح سند ومقوسند

سند ذکر کرنے کے بعد لا نسـ ـه کہہ کر جو دلیل پیش کی جاتی ہے وہ موضح سند یا مقوسند ہوگی مثلاً ایک شخص یہ کہے کہ وضو میں کلی فرض ہے سائل کہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وضو میں کلی فرض ہے کیوں نہیں ہے کہ سنت ہے یا مستحب ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کی ہے یا کہے کہ آیت وضو میں کلی کا ذکر نہیں ہے اس کے بارے میں شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ معلل کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ موضح سند یا مقوسند کے ابطال کو ثابت کرے کیونکہ اس سے معلل کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا معلل کو چاہئے کہ مقدمہ ممنوعہ کا اثبات کرے جو اس کے منصب کے مطابق ہو تو اولاً تساوی ثابت کرے اس کے بعد ابطال پر دلیل دے کیونکہ تساوی میں قاعدہ یہ ہے کہ ایک کے ابطال سے دوسرے کا باطل ہونا پایا جاتا ہے لہٰذا صورت ھذا سے مقدمہ ممنوعہ کا اثبات ہوگا اس لیے اسے جائز رکھا گیا ہے ولا فی السند سوی ما استثنی کہہ کر اس کی جانب اشارہ کیا ہے۔

سند کی بحث

تفصیل سے گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اثبات مقدمہ ممنوعہ

قاعدہ یہ بتایا گیا ہے کہ جب تک معلل اپنے دعویٰ پر دلیل مکمل نہ کرے اسوقت تک اس کے منافات کو ثابت کرنا درست نہ ہوگا جب معلل اپنی دلیل مکمل کرے تو مناقضۃ علی سبیل المعارضہ وارد کر سکتے ہیں شارح علیہ الرحمۃ اس کے بعد مناقضہ علی سبیل المعارضہ کہنے کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسے مناقضہ تو اس لیے کہا جائے گا کہ مقدمہ معینہ پر کلام ہے اور علی سبیل المعارضہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے چونکہ معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد منع کا حق ختم ہو چکا تھا لہٰذا اب اس کے لئے مناقضہ یا معارضہ باقی رہ گیا۔

اعتراض...... نقض اور معارضہ میں اثبات کا دعویٰ پایا جاتا ہے حالانکہ اثبات کا دعویٰ مدعی کا منصب ہے نہ کہ سائل کا۔ اس صورت سے یہ لازم آتا ہے کہ سائل نے مدعی کے منصب کو غصب کیا ہے اور یہ اہل مناظرہ کے یہاں درست نہیں ہے۔

جواب..... غصب بلاضرورت ناجائز ہے ضرورت کے وقت جائز ہے یہاں بھی سائل نے یہ منصب ضرورت کے وقت لیا ہے کیونکہ دلیل قائم ہونے کے بعد جب منع کا حق ختم ہوگیا تو اس کے سوا کوئی اور راستہ نہ تھا کہ نقض یا معارضہ وارد کیا جائے اس لئے غصب بالضرورت کے قبیل میں سے ہے اور یہ اہل مناظرہ کے نزدیک جائز ہے۔

تبصرة اى هذا مبصر عبر عن اسم الفاعل بالمصدر اعنى التبصرة مبالغة كما يقال للمذكر تذكرة السند الاخص هو ان يتحقق المنع اى انتفاء المقدمة الممنوعة وخلافها مع انتفائه ايضاً كمايتحقق مع وجوده مثل ان يقول مدع ذليله هذا انسان فيقول السائل لانم ذلك لم لايجوز ان يكون فرسافالسند وهو كونه فرسا اخص من عدم كونه انسانا لتحقق عدم كونه انسانا مع عدم كونه فرسا ايضاً مثل ان يكون حمارًا مثلاً من غير عكس وهوان يتحقق السند مع انتفاء المنع بالمعنى المذكور ومع العكس اعم مطلقا اومن وجه واما الاول فمثل ان يقول المعلل فى دليله هذا انسان فقيل لانم ذلك لم يجوز ان يكون غير ضاحك بالفعل فالسند وهو عدم الضحك بالفعل اعم من عدم كونه انسانا لانه كلما يوجد عدم الانسانية يوجد عدم الضحك بالفعل من غير عكس كلى واما الثانى فكما اذاقال المعلل دليلة هذا انسان ويقول السائل لانم ذلك لم لايجوز ان يكون ابيض فالسند و هو كونه ابيض اعم من وجه من عدم كونه انسانا لانه يوجد كونه ابيض ومع كونه انسانا ايضاً كمايوجد مع عدمه وكذالك عدم كونه انسانا يوجد مع كونه ابيض ومع عدمه

ترجمہ..... تبصرہ یعنی یہ مبصر ہے اسم فاعل کو مصدر سے تعبیر کیا یعنی تبصرہ مبالغہ کے لئے جیسے مذکر کو تذکرہ کہا جاتا ہے سند اخص وہ ہے جس سے منع محقق ہو یعنی مقدمہ ممنوعہ کا انتفاء اور اس کو خلاف مقدمہ ممنوعہ کے انتفاء کے ساتھ ہو جیسے وہ وجود میں محقق ہو مثلاً مدعی اپنی دلیل میں کہے کہ ھذا انسان۔ پس سائل کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ کیوں نہیں جائز

ہے کہ یہ گھوڑا ہو پس سند فرس ہونا ہے یہ عدم انسان سے خاص ہے عدم انسان کے تحقق کے عدم فرس کے تحقق کے باوجود بھی جیسے اس کا گدھا ہونا اس کے برعکس سے اور وہ یہ ہے کہ سند منع کے انتفاء کے وقت محقق ہو معنی مذکور کے ساتھ اور عکس کے ساتھ خواہ عام ہو یا من وجہ اول کی مثال معلل اپنی دلیل میں کہے ھذا انسان پس سائل کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کیوں نہیں جائز ہے کہ وہ ابیض ہو پس سند ابیض ہونا ہے عام من وجہ ہے اس کے عدم انسان ہونے سے اس لیے کہ اس کا ابیض ہونا انسان ہونے میں بھی پایا جاتا ہے جیسا اس کے عدم میں پایا جاتا ہے اسی طرح اس کا عدم ہونا از روئے انسان کے اسوقت بھی پایا جائے گا اور اس کے عدم کیساتھ بھی۔

تشریح

سند پر مکمل بحث مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ عبارت پر تھوڑی سی تقریر یہ ہے کہ ھذا مبتدا اس پر یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ تبصرہ مصدر ہے اور مصدر کا حمل مبتدا پر درست نہیں ہے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تبصرہ اسم فاعل یعنی مبصر کے معنی میں ہے اور اس معنی کا لحاظ کرتے ہوئے ھذا مبتدا ئے محذوف نکالا۔

ولایخفی علیک ان ابطال السند الاعم مطلقا یفید اثبات المقدمة الممنوعة فانه اذابطل عدم کونه ضاحکا بالفعل ثبت کونه انسان ولیس ای السند الاعم بسند فی الحقیقة لانه لایقوی المنع فی الحقیقة وان کان یقوی تحقیقاً لمعنی العموم ولعدم کونه سنداً فی الحقیقة لاید فع والافر بمایکون الاعم لازما للخاص فابطاله یفید لان بطلان اللازم یستلزم بطلان الملزوم کماعرفته فی بیان حد السند والسند المساوی ان لاینفک احدهما عن الاخر فی صورتی التحقق والانتفاء یعنی کلما یوجد وینعدم السند یوجد وینعدم انتفاء المقدمة الممنوعة وکلما یوجد وینعدم الانتفاء یوجد وینعدم السند مثلاً ان یجعل المعلل قوله هذاانسان مقدمة لدلیله فیقول المانع لانم ذلک لم لایجوز ان یکون لا انسانا فکلما تحقق عدم کونه انسانا تحقق کونه لا انسانا وکلما انعدم انعدم

وکلما تحقق کونہ لا انسانا تحقق علم کونہ انسانا ومتی انعلم انعلم

ترجمہ......اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ بے شک سند اعم مطلق کا بطلان مقدمہ ممنوعہ کے اثبات کا فائدہ دے گا پس جب اس کا ضاحک نہ ہونا باطل ہوگا بالفعل کو ثابت ہوگا اس کا انسان ہونا اور وہ نہیں ہے یعنی سند اعم سند حقیقت میں اس لیے کہ منع کو در حقیقت تقویت نہیں دیتی اگر چہ معنی عموم کا فائدہ دیتی ہے اور اس کا حقیقت میں سند نہ ہونے کی وجہ سے اعتراض رفع نہ ہوتا ورنہ کبھی عام خاص کیلئے لازم ہوتا ہے پس اس کا باطل کرنا مفید ہے اس لیے کہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے جیسا کہ آپ کو سند کی تعریف میں معلوم ہو چکا ہے اور سند مساوی وہ ہے جو تحقق اور انتفاء دونوں صورتوں میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو یعنی جب پائی جائے اور معدوم ہو سند پایا جائے اور معدوم ہو مقدمہ ممنوعہ کا انتفاء اور جب پایا جائے یا معدوم ہو انتفاء پائی جائے اور معدوم ہو سند مثلاً معلل اپنی دلیل میں کہے ھذا انسان اس دلیل کے لئے مقدمہ ہے پس مانع کہے ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔ یہ کیوں جائز ہے کہ لاانسان ہو۔ پس جب اس کا عدم انسان ہونا متحقق ہو تو لاانسان بھی متحقق ہوگا اور جب کبھی یہ معدوم ہوگا تو وہ بھی معدوم ہوگا اور جب اس کا لاانسان ہونا متحقق ہوگا تو عدم انسان ہونا بھی متحقق ہوگا اور جب یہ معدوم ہوگا تو وہ بھی معدوم ہوگا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سند اعم مطلق اور سند مساوی پر بحث کی گئی ہے ہم نے اس پر تفصیلی گفتگو مقدمۂ کتاب میں کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

وفی بیان المصنف قدس سرہ الاقسام الثلثة حسن حیث ذکر الاول والثالث بصورة الحمل صریحا والثانی ضمناً لانهما سندان فی الحقیقة ومقویان للمنع علی التحقیق بخلاف الثانی حیث تقویته لتحقق معنی العموم فحسب

ترجمہ......اور مصنف قدس سرہ کے اقسام ثلثہ کے بیان میں حسن ہے اول اور ثالث

کو صریحاً بیان کیا۔ اور ثانی کو ضمناً اس لیے کہ یہ دونوں حقیقت کے اعتبار سے سند ہے اور منع کے لئے علی التحقیق مقوی ہے بخلاف ثانی کے یہ معنی عموم کے تحقیق کا فائدہ دیتی ہے پس اس کیلئے اتنا کافی ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

اعتراض...... سند کے بیان میں مصنف علیہ الرحمۃ نے اول و ثالث یعنی سند اخص اور سند مساوی کو صراحت کے ساتھ بیان کیا اور سند اعم کو ضمناً۔ حالانکہ تینوں کو صراحت کے ساتھ بیان کرنا چاہئے تھا۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماتن قدس سرہ کا اس انداز کو اختیار کرنا بھی خوبی سے خالی نہیں ہے کیونکہ سند اخص اور سند مساوی حقیقت کے اعتبار سے سند ہے اور یہ منع کی تقویت کا فائدہ بھی دیتی ہے اس لیے اسے صراحت کیساتھ بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ سند حقیقی ہے اور ضمناً بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ یہ سند مجازی ہے۔

بحث خامس کا خلاصہ

۱) سند صحیح کے دو فائدہ ہیں اول مقدمہ کے خفا کو دور کرنا دوم منع کیلئے باعث تقویت ہونا۔

۲) کبھی سند کو قوی بنانے کے لیے دلیل ذکر کی جاتی ہے۔

۳) معلل کی دلیل مکمل ہونے سے پہلے سائل کے لیے مقدمہ معینہ کی نفی جائز نہیں ہے۔

۴) بغیر ضرورت غیر کا منصب یعنی غصب جائز نہیں ہے۔

۵) سند اخص، سند اعم اور سند مساوی کا بیان ہے۔

البحث السادس لایسمع النقض من غیر شاهد یدل علی فساد دلیل المعلل قال فیمانقل عنه قیل فیه نظر لان فساد الدلیل قد یکون بدیهیا فلا یحتاج الی شاهد وجعله داخلا فی الشاهد یخل بحصره فی التخلف ولزوم المح ویلزم منه ابطال ان یکون المنع للتوجه بداهة منعا مجرد اوالامر بخلافه تم کلامه ولعله اشار بقوله قیل الی ضعفه لان کلامنا فی الدلیل المسموع من حیث الظاهر والدلیل الفاسد بداهة غیر مسموع علی انه یمکن ان یقال کلما کان فساده بدهیا تعین المقدمة الفاسدة فیندرج فی المنع المجرد دون النقض بخلاف المناقضة فانها تسمع من غیر شاهد

ترجمہ...... چھٹی بحث:— نقض بغیر شاہد قابل مسموع نہیں ہے وہ جو معلل کی دلیل کے فساد پر دلالت کرے ماتن نے (منہیہ) میں قیل کے ذریعے نقل کیا اس میں غور وفکر ہے کیونکہ دلیل کا فساد کبھی بدیہی ہوتا ہے پس اسوقت شاہد کی ضرورت نہیں ہوگی اور نقض کو شاہد کے ساتھ مقید کرنا تخلف اور لزوم محال میں خلل ڈالتا ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ ایسی منع جو بداہت کی طرف متوجہ ہو منع مجرد ہے یا معاملہ اس کے خلاف ہو ماتن کا کلام مکمل ہوا اور شاید قیل کے ذریعہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اس لیے کہ ہمارا کلام دلیل مسموع میں من حیث الظاھر ہے اور دلیل فاسد بداہتاً غیر مسموع ہے اس پر کہ یوں کہا جائے کہ جب دلیل کا فساد بدیہی ہو مقدمہ فاسدہ متعین ہو جائے گا اس وقت منع مجرد میں مندرج ہوگا ذکر نقض میں بخلاف مناقضہ کے۔ پس وہ بغیر شاہد کے بھی قابل مسموع ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں علم مناظرہ کا ایک قاعدہ، اس قاعدہ پر اعتراض اور اس کا جواب بیان کیا گیا ہے۔

قاعدہ...... نقض کے لیے ضروری ہے کہ شاہد کے ساتھ ہو اگر بغیر شاہد کے ہوگا تو قابل مسموع نہیں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ نقض کی دو صورتیں ہیں تخلف اور لزوم محال ۔تخلف میں یہ

بتانا پڑتا ہے کہ دلیل پائی جارہی ہے لیکن مدلول نہیں ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب اس پر دلیل قائم کی جائے اس پر شرح وسط کے ساتھ سابقہ اوراق میں گفتگو ہو چکی ہے لزوم محال کی صورت میں یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ اگر دلیل تسلیم کرلی جائے تو دو میں سے ایک کا محال ہونا لازم آتا ہے حضور ﷺ کے بعد اگر آپ کے برابر کسی کا آنا تسلیم کیا جائے تو کذب قرآن لازم آئے گا اور کذب قرآن محال ہے یہ بھی بغیر دلیل ممکن نہیں ہے۔

اعتراض..... ماتن نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ نقض کے لئے شاہد کا ہونا ضروری ہے حالانکہ مقدمہ کا نقض کبھی بدیہی ہوتا ہے تو کیا یہ نقض غیر مسموع ہوگا۔

جواب..... اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب مقدمہ کا نقض بدیہی ہو تو وہ بداہت بمنزلہ شاہد کے ہوگی لہٰذا نقض بغیر شاہد کے نہیں پایا گیا شارح علیہ الرحمۃ اس کا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ماتن نے منہیہ میں یہ قاعدہ قیل کے ذریعہ بیان کیا ہے اور قیل ضعف کی علامت ہے لہٰذا قاعدۂ مذکور کو حتمی نہ سمجھا جائے۔

کیا قیل مطلق علامت ضعف ہے؟

قیل کے ذریعے جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے عام طور پر اس کا تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ کمزور ہے حالانکہ فقہ میں قیل کے بعد جو مسئلہ بیان کیا جاتا ہے وہ مطلق ضعف کو لازم نہیں ہے چنانچہ علامی شامی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی جلد دوم باب کفارۃ الصوم میں فرماتے ہیں فتعبیر المصنف بقیل لیس یلزم الضعف ترجمہ: مصنف کا کسی مسئلہ کو قیل سے تعبیر کرنا ضعف کی علامت نہیں ہے اس کی ایک نظیر ہدایہ سے پیش کرتا ہوں۔ جس سے مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہوگی ہدایہ آخرین کتاب البیوع میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص زمین خریدے اور مشتری نے زمین میں بیج ڈالا ہو اس بیج سے پودے ابھی نہ اگے ہوں تو یہ بیج بیع میں داخل نہ ہوگا کیونکہ یہ بیج دوسرے سازوسامان کی طرح امانت ہے اگر اس بیج سے پودے اگ چکے ہوں لیکن قابل استعمال نہ ہو تو ایک قول کے مطابق بیع میں داخل نہیں ہے دوسرے قول کے مطابق بیع میں داخل ہے اس مسئلہ کو صاحب ہدایہ نے بیان کیا تو یوں فرمایا فقد قیل لا یدخل فیہ وقد قیل یدخل فیہ غور کریں دونوں مسئلے کو قیل کے ذریعے بیان کیا اگر قیل مطلق علامت ضعف ہے تو کوئی تیسرا قول ہونا چاہئے

جو قوی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لیے قیل کے باب میں یہ فرق رکھنا ضروری ہے کہ فقہ میں مطلق علامت ضعف نہیں ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الاذان میں قبر پر اذان کے استحباب کو یوں بیان فرمایا قیل وعند انزال المیت القبر اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ یہ فقہ ہے اور فقہ میں قیل مطلق ضعف کی علامت نہیں ہے۔

ولا بد ھٰھنا من بیان الفرق بینھما والفرق ثابت وھو ان السائل اذامنع مقدمة معینة یعلم المعلل ان دخله فی ایة مقدمة فیشتغل بدفعه واما اذا منع مجموع الدلیل بدون تعیین مقدمة من مقدماته لم یعلم ذلک فیتحیر فمالم یتکلم بما یدل علی فساده لم یسمع فالظاھر ان غرضه تحیر المعلل وفی الحاشیة وقیل الفرق ان منع المقدمة عبارة عن طلب الدلیل فلایحتاج الی شاھد حاصله ان ھذه المقدمة نظریة عندی واطلب بیانھا وھذا ممالایحتاج الی شاھد واما منع الدلیل فعبارة عن نفیه وھو دعوی فلابدله من دلیل وفیه انه لم لایجوزان یکون طلب صحة الدلیل وبیانه کالمنع تم کلامه ویمکن ان یقال اذاکان مقصود السائل من کلام علی الدلیل طلب صحة الدلیل وبیانه لم یکن کلتا مقدمتیه معلومتین له فیکون منعین ولایکون نقضا فیلزم حصر وظیفة السائل فی المنع والمعارضة

ترجمہ......اور اس جگہ ان دونوں کا بیان کرنا ضروری ہے اور فرق ثابت ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سائل مقدمہ معینہ پر منع وارد کرتا ہے تو معلل جانتا ہے کہ کس مقدمہ پر منع وارد ہوئی ہے پس معلل اس کے دفع کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور جب منع مجموع دلیل پر بغیر تعیین مقدمہ کے وارد ہو تو معلل کو معلوم نہیں ہوتا۔ پس وہ حیران رہ جاتا ہے اس وقت تک مسموع نہیں ہے جب تک اس کے فساد پر کلام نہ کرے۔ پس ظاہر ہے اس کی غرض معلل کو حیران کرنا ہے اور حاشیہ میں کہا گیا ہے کہ بے شک منع المقدمہ سے مراد دلیل طلب کرنا ہے پس شاھد کی طرف محتاج نہیں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک میرے نزدیک یہ مقدمہ نظری ہے اور میں اس کا بیان طلب کرتا ہوں اور یہ شاھد کا محتاج نہیں ہوتا اور منع

الدلیل سے مراد اس کی نفی ہے اور یہ دعویٰ ہے پس اس کے لیے دلیل ضروری ہے اور اس میں یہ ہے کہ کیوں نہیں جائز ہے کہ صحت دلیل طلب کرے اور اس کا بیان منع کی طرح ہو ان کا کلام مکمل ہوا اور ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جب سائل کا مقصود دلیل پر صحت دلیل طلب کرنا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ دونوں مقدمہ اس کے لیے غیر معلوم ہوں پس اس وقت دو منعیں ہونگی اور وہ نقض نہیں ہوگا پس سائل کی ذمہ داری منع اور معارضہ پر منحصر ہوگی۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں منع اور نقض کے فرق پر کلام کیا گیا ہے بنیادی طور پر ان کے درمیان پانچ فرق ہیں اور ان کو یکے بعد دیگرے بیان کیا جا چکا ہے ماتن نے اپنی حاشیہ منہیہ میں حاصل کلام یہ لکھا ہے کہ منع سے مراد طلب دلیل ہے اس لیے اس میں شاہد کی ضرورت نہیں ہے جبکہ نقض سے مراد ابطال دلیل ہے اور اس میں ابطال کا دعویٰ پایا جا رہا ہے اور دعویٰ کے لیے دلیل کی ضرورت پڑے گی اس لیے شاہد کا ہونا ضروری ہے

ویمکن ان یقال سے شارح علیہ الرحمۃ ماتن کے جواب پر اعتراض قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب نقض سے مراد صحۃ الدلیل ہو تو ایسی صورت میں نقض کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ بلکہ منع کی تعریف صادق آ رہی ہے لہٰذا صحت دلیل کی طلب کو منع تو کہہ سکتے ہیں لیکن نقض نہیں اور اس سے یہ خرابی بھی لازم آ رہی ہے کہ سائل کا منصب دو پر منحصر ہوگا یعنی منع اور معارضہ حالانکہ اس کا منصب تین ہے اس لیے شارح فرماتے ہیں کہ یہ جواب کمزور ہے۔

واجراء الدليل في غيره اي غير مدلوله قد لا يكون بعينه والمراد بكونه بعينه ان يوجد الدليل في صورة اخرى مع انه لايختلف الاباعتبار موضوع المطلوب فاذا اختلف الدليل بحسب الحدالا وسط بان يجعل السائل مرادفه او ملازمه مقامه لم يكن اجرائه بعينه وقد يحتاج الشاهد في الدلالة على فسا د الدليل الى دليل اذا كان نظريا غير معلوم للمعلل فيطلب عليه دليل اوتنبيه ان كان بديهيا غير اولى

ترجمہ......اور دلیل کا اجراء اس کے غیر میں یعنی غیر مدلول میں۔ کبھی بعینہ نہیں ہوتا اور بعینہ سے مراد یہ ہے کہ دلیل پائی جائے دوسری صورت میں اس کے ساتھ اختلاف نہ ہو مگر موضوع مطلوب کے اعتبار سے پس اگر حد اوسط میں اختلاف ہو تو سائل اس کے مراد ف یا اس کے لازم کو اس کی جگہ کرے دلیل کا اجراء بعینہ نہ ہو اور کبھی فساد دلیل میں دلالت پر شاہد کا محتاج ہو دوسری دلیل کی طرف جب معلل کے لئے نظری غیر معلوم ہو تو اس پر دلیل طلب کرے گا اور اگر بدیہی غیر اولی ہو تو اس پر تنبیہ طلب کرے گا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اجراء دلیل کی صورت بیان کی گئی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ حد اوسط میں اختلاف ہو باقی تمام مقدمات بعینہ رہیں مثلاً کوئی شخص یوں کہے هذا الحیوان مفترس لانه اسد و کل ماهو شانه فهو مفترس اس مثال میں هذا کے ذریعہ حیوان کو معین کیا اور اس پر مفترس کا حکم صادر کیا اس کی دلیل لانه اسد سے دی اور یہ حد اوسط ہے اصغر اور اکبر میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں اولاً مرادف سے دلیل قائم کرنا جیسے هذا الحیوان مفترس لانه غضنفر و کل ماهو شانه فهو مفترس اس مثال میں اسد کا مرادف غضنفر ہے ثانیاً اس کے لوازم سے دلیل قائم کرنا جیسے هذا الحیوان ضاحك لانه زید و کل ماهو شانه فهو ناطق اس مثال میں ضاحک زید کے لوازمات میں سے ہے ان دونوں مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ اجراء دلیل نہیں ہے بلکہ دلیل آخر ہے کیونکہ دلیل حد اوسط سے مختلف ہو جاتی ہے۔

دوسری بات عبارت مذکورہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح نقض کے لیے شاھد کا ہونا ضروری ہے اسی طرح کبھی شاھد کے لیے دلیل کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ دلیل فساد کو مستلزم ہے۔

وقد یسمی القدح فی طرد التعریف وعکسه نقضا ذلک لان معنی الطرد هو التلازم فی الثبوت بمعنی کل ما صدق علیه الحد صدق علیه المحدود معنی العکس التلازم فی الانتفاء بمعنی ان کل مالم یصدق علیه الحد لم یصدق علیه المحدود فاذا لم یکن التعریف مانعا فقد

انتقضت الكلية الاولى واذا لم يكن جامعا انتقضت الثانية فله مشابهة بالنقض الاجمالى حيث يقال هذا التعريف ليس بصحيح لاستلزامه دخول فرد من افراد غير المحدود فيه اوخروج فرد من افراده عنه فيطلق عليه لفظ النقض بطريق الاستعارة المصرحة

ترجمہ......اور کبھی تعریف کے جامع ومانع کے اعتراض کونقض کہتے ہیں اور وہ اس لیے کہ طرد کامعنی تلازم فی الثبوت ہے یعنی جب حد صادق ہوتو محدود بھی صادق ہوگا اور عکس کا معنی تلازم فی الانتفاء ہے یعنی جب حد صادق نہیں ہوگی تو محدود بھی صادق نہیں ہوگا پس جب تعریف مانع نہ ہو پہلا دعویٰ ٹوٹ جائے گا اور جب جامع نہ ہوتو دوسرا دعویٰ ٹوٹ جائے گا پس اسے نقض اجمالی سے مشابہت ہے اس حیثیت سے کہ یہ تعریف اس کے استلزام کیلئے صحیح نہیں ہے غیر محدود کے افراد تعریف میں شامل ہیں یا محدود کے افراد تعریف سے خارج ہے پس اس پر نقض کا اطلاق بطریق استعارہ مصرحہ ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مدعی جب اپنے دعویٰ کے مفردات کی تعریف کرے تو تعریف میں ضمنی طور پر دو دعوے ہوتے ہیں اولاً تعریف کے مانع ہونے کا ثانیاً تعریف کے جامع ہونے کا۔ سائل جب تعریف کے جامع اور مانع ہونے پر اعتراض قائم کرے گا تو استعارۃً اسے بھی نقض کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ نقض نہیں ہیں لیکن نقض کے لیے شاہد کا ہونا ضروری ہے اور شاہد دلیل پر مشتمل ہوتا ہے اور دلیل تصدیق میں پائی جاتی ہے تعریفات میں تصورات ہوتے ہیں تصدیقات نہیں اس لیے فرمایا کہ نقض کا اطلاق استعارہ مصرحہ کے طور پر ہے عکس وطرد اور استعارہ مصرحہ کی تعریفات گزر چکی ہیں۔

دفع الشاهد قديكون بمنع جريان الدليل فى صورة ادعى السائل جريانه فيها او بمنع التخلف اى تخلف الحكم عن الدليل اويكون باظهار ان التخلف فى تلك الصورة لمانع اوبمنع استلزامه للمح بان يقال لايلزم المحال اوبمنع الاستحالة بان يقال مايلزم ليس بمحال لايقال المناسب

ان يوخر الاظهار عن الممنوع لئلا يلزم الفصل بينهما لانا نقول لما كان الاظهار كلاما على التخلف وصله بمنع التخلف

ترجمہ......اور شاہد کو دور کرنا کبھی منع جریان الدلیل ہے۔اس صورت میں کہ سائل اس میں جاری ہونے کا دعویٰ کرے یا منع تخلف ہے یعنی حکم کا دلیل سے تخلف یا ظاہر کرنا کہ بے شک اس صورت میں تخلف کسی مانع کی وجہ سے ہے یا منع استلزام محال ہے یوں کہے کہ محال لازم نہیں ہے یا منع استحالہ سے یوں کہے کہ جو لازم ہے وہ محال نہیں ہے نہیں کہا جائے گا کہ مناسب یہ تھا کہ اظہار عن الممنوع کو مؤخر کرتے تا کہ ان دونوں کے درمیان فصل نہ ہوتا ہم کہتے ہیں کہ اظہار تخلف پر کلام ہے تو اس کا منع تخلف سے ملانا ضروری تھا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دفع شاہد کی پانچ صورتیں،ایک اعتراض اور اس کا جواب دیا گیا ہے۔

۱) منع جریان الدلیل......اس پہلی صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یہ کہہ کر رد کردے گا کہ آپ نے جو سمجھا ہے وہ یہاں نہیں پایا جارہا ہے اس لیے ہماری دلیل بدستور جاری ہے۔

۲) منع تخلف......اس دوسری صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یہ کہہ کر رد کرے گا کہ آپ جس علت کے سبب یہ حکم صادر کررہے ہیں وہ علت یہاں نہیں پائی جارہی ہے اس لیے وہ حکم بھی نہیں پایا جائے گا۔

۳) اظہار تخلف......اس تیسری صورت کے ذریعے معلل سائل کے پیش کردہ شاہد کو یوں باطل کرے گا کہ وہ علت پائی جارہی ہے جس کے سبب سے حکم صادر ہوگا لیکن کسی مانع کی وجہ سے حکم ظاہر نہیں ہورہا ہے۔

۴) منع استلزام محال......معلل،سائل کے پیش کردہ محال کو باطل کرے گا۔

۵) منع استحالہ......معلل،سائل کے استحالہ کے بطلان کو ثابت کرے گا۔

نوٹ:- ان پانچوں کی مثالیں اگلی عبارت میں موجود ہیں۔

اعتراض...... یہاں یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اظہار عن الممنوع کو سب سے آخر میں بیان کرتے کیونکہ یہ مستقل کوئی صورت نہیں ہے۔

جواب......اس کا جواب شارح علیہ الرحمۃ یہ دیتے ہیں کہ اظہار عن الممنوع تخلف کا حصہ ہے اس لیے بہتر رہا کہ تخلف کے فوراً بعد اس کا ذکر کر دیا جائے۔تا کہ تخلف کے سمجھنے کے بعد اس کا سمجھنا آسان ہو جائے۔

مثال الاول انا نقول ان الخارج من غير السبيلين حدث لانه نجس خارج من بدن الانسان كالبول فيورد من قبل الشافعى عليه الرحمة النقض بخارج من غير السبيلين لم يسل حيث يصدق عليه انه نجس خارج من بدن الانسان كالبول ولم يوجد الحكم وهو كونه حدثا فندفعه بمنع جريان الدليل بان نقول لانم انه نجس خارج بل هو بادلان تحت كل جلد رطوبة فاذا فارقها الجلد بدت ومثال الثانى كما اذا ندفع ذلك التخلف بان نقول ان ذالك الدم ليس بنجس لانه لايلزم غسل ذلك الموضوع فانعدام الحكم لانعدام العلة لامع وجودها ومثال الثالث انه اذا اورد على ذلك التعليل ان مايخرج من جرح صاحب الجرح السائل نجس خارج من بدن الانسان مع انه ليس بحدث حيث لم ينتقض به الطهارة ما دام الوقت باقياً ندفعه بانا نقول ليس الحكم المطلوب متخلفاً عن الدليل بل هو موجود لكن لم يظهر فى الحال لوجود مانع و الا لم يتمكن المكلف من الاداء و هذا يلزم الطهارة بعد خروج الوقت بذالك الحدث لابخروج الوقت فانه ليس بحدث بالاجماع والحكم هو كونه حدثا موجبا للوضوء مطلقا لاكونه موجباله فى الحال مع وجود المانع ومثال الرابع ان يقول المدعى حقيقة الانسان موجودة لانه شئى وحقائق الاشياء موجوة فيورد عليه انه على تقدير وجود حقيقة من الحقائق يلزم محال وهو انه لو كانت موجودة فاما ان يكون وجودها موجودا اولا فان كان

الثاني فكيف يوجد بدون الوجود وانكان الاول يتكلم في وجود ذلك الوجود و هكذا فاما ان ينتهي الى وجود لا وجود له اويتسلسل و كلاهما محالان وندفعه بانا لانم لزوم المحال وانما يلزم ان لو كان حقيقة الوجود وجودية ولانم ذلك ولو سلم فوجوده عينه ومثال الخامس انانقول ان فعل زيدنو عمرو بخلق الله تعالیٰ لانه فعل عبدو وافعال العباد بخلقه فيورد عليه النقض من قبل المعتزلي بالزناء بان يقول الزناء فعل من افعال العباد وليس بخلقه تعالیٰ لانه قبيح وخلق القبيح قبيح واتصافه تعالیٰ به محال وندفعه بمنع كون خلق الزنا قبيحاً ومحاله وانما القبيح والمحال فعله لاخلقه وبينهابون لايخفى

ترجمہ......اول کی مثال بے شک ہم کہتے ہیں کہ خارج من غیر السبیلین نواقض وضو ہے اس لیے بدن انسان سے نجاست کا اسی طرح خارج ہوتا ہے جیسے پیشاب۔پس شافعی علیہ الرحمہ کی طرف سے اعتراض وارد ہوتا ہے کہ خارج من غیر السبیلین اگر سائل یعنی بہنے والا نہ ہوتو جیسا کہ اس پر بھی صادق آتا ہے کہ وہ نجس ہے خارج ہونے والا بدن سے پیشاب اور حکم نہیں پایا جارہا اور وہ ہے اس کا حدث ہونا پس ہم اسے منع جریان الدلیل سے دفع کریں گے کہ بے شک تم جو کہتے ہو وہ ہمیں تسلیم نہیں ہے جو خون نہ بہے وہ خارج نہیں ہے بلکہ بادی ہے اس لیے کہ ہر جلد کے نیچے رطوبت ہے پس جب جلد سے جدا ہو جائے تو وہ ظاہر ہوگی اور ثانی کی مثال جیسا کہ ہم اسے تخلف سے دفع کریں گے بے شک ہم کہتے ہیں کہ وہ خون ناپاک نہیں ہے اس لیے کہ اس حصہ کا دھونا لازم نہیں ہے اور تیسرے کی مثال جب یہ علت اس شخص پر وارد کرے جس کے زخم سے مسلسل خون نکل رہا ہو کہ انسانی بدن سے خارج ہے اور ناپاک ہے لیکن حدث نہیں ہے اس لیے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک وقت باقی ہو ہم اسے یوں دفع کریں گے یہاں پر حکم مطلوب دلیل سے متخلف نہیں ہے بلکہ فی الحال مانع کی وجہ سے ظاہر نہیں ہو رہا ہے ورنہ مکلف ادا پر قدرت نہیں رکھ سکے گا اسی وجہ سے طہارت لازم ہوتی ہے وقت نکلنے کے بعد اسی حدث سے۔نہ کہ وقت نکلنے سے۔وقت بالاتفاق حدث نہیں ہے

اور حکم اس کا حدث ہونا ہے جو مطلق وضو کا سبب ہے نہ کہ فی الحال مانع پائے جانے کے باوجود اس کا سبب ہونا ہے اور چوتھے کی مثال یہ ہے کہ مدعی کہے انسان کی حقیقت موجود ہے اس لیے کہ یہ شے ہے اور شے کی حقیقت موجود ہے پس اس پر اس اعتبار سے اعتراض وارد ہوگا کہ حقائق میں سے حقیقت کا وجود محال کو مستلزم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر موجود ہے اس وجود کا وجود موجود ہوگا یا نہیں اگر ثانی ہو تو کیسے بغیر وجود کے پایا جائے گا اور اگر اول ہو تو اس کے وجود کے وجود میں کلام ہوگا اسی طرح وجود لہ کی طرف اس کی انتہاء ہوگی یا تسلسل اور یہ دونوں محال ہے اور ہم اسے دفع کریں گے کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کہ یہ لزوم محال ہے اس لیے کہ یہ اسوقت لازم ہوگا جب وجود کی حقیقت وجود یہ ہو اور ہم اسے تسلیم نہیں کرتے اور اگر اسے تسلیم کرلیں تو بھی اس کا وجود عین ہے اور پانچویں کی مثال یہ ہے کہ ہم کہیں زید وعمرو کا فعل مخلوق ہے اس لیے کہ یہ فعل عبد ہے اور بندوں کا فعل اللہ کے پیدا کرنے سے ہے پس معتزلہ کی طرف سے نقض وارد ہوتا ہے کہ پھر زنا کا کیا حکم ہے کہ زنا بندوں کے افعال میں سے ایک فعل ہے حالانکہ یہ خلق اللہ نہیں ہے اس لیے کہ یہ قبیح ہے اور قبیح کا پیدا کرنا بھی قبیح ہے اور اس سے اللہ کو متصف کرنا محال ہے اور ہم اسے دفع کریں گے خلق زنا پر کہ قبیح اور محال اس کا کرنا ہے اس کا پیدا کرنا نہیں اور ان دونوں کے درمیان فرق ہے جو مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دفع شاہد کے پانچ طریقوں کی مثالیں دی گئی ہیں مثال اول منع جریان الدلیل کی ہے مثال ثانی منع تخلف کی ہے مثال ثالث اظہار ان التخلف لمانع کی ہے مثال رابع منع لزوم محال کی ہے اور مثال خامس استحالہ کی ہے اول کی تین مثالوں میں حنفی اور شافعی کے اختلاف پر بحث ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ماخرج من السبیلین یعنی سامنے اور پیچھے کی شرمگاہ سے جو نکلے ناقض وضو ہے اس کے علاوہ بدن انسان سے خون وغیرہ نکلے تو وضو نہیں ٹوٹتا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بدن انسان سے اگر خون نکل کر بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے مثال ثالث میں معذور کے حکم پر بحث ہے یعنی ایسا آدمی جس کے زخم سے خون کا بہنا بند نہ

ہوتا ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لیے نیا وضو کرے گا اور اس وضو سے جتنے نوافل وفرائض پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے وقت نکلنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے گا لیکن اس کا سبب وہی خون کا بہنا ہوگا اگر پہلے بھی یہی حکم دیا جاتا تو وہ بندہ نماز کب ادا کرتا اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسائل اثناعشریہ میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صاحب عذر ہو اور نماز میں مقدار تشہد کے بعد اس کا عذر ختم ہوجائے تو اس کی نماز باطل ہوجائے گی مثال رابع میں سوفسطائی اور اشاعرہ کے درمیان اختلا ف پر کلام ہے جن پر تفصیلی روشنی ڈالی جاچکی ہے مثال خامس میں اہلسنت اور معتزلہ فرقہ کے درمیان اختلاف پر بحث ہے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ انسان اور اس کا عمل دونوں مخلوق ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ترجمہ: اور اللہ نے تمھیں اور جو تم عمل کرتے ہو اسے پیدا فرمایا۔ معتزلہ کا عقیدہ اس کے خلاف پر ہے اور اس میں طرح طرح کی شبہات پیدا کرتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ زنا ہے کہ جس کو مثال میں پیش کیا گیا ہے۔

چھٹی بحث کا خلاصہ

۱) اس بحث میں نقض پر کلام ہے۔

۲) نقض بغیر شاہد کے قابل مسموع نہیں ہے۔

۳) نقض اور منع میں فرق۔

۴) اجراء الدلیل بعینہ واجراء الدلیل بغیرہ۔

۵) کبھی شاہد دلیل کا محتاج ہوتا ہے۔

۶) تعریف کے جامع ومانع ہونے کے اعتراض کو بھی نقض کہتے ہیں۔

۷) دفع شاہد کی پانچ صورتیں یعنی جریان الدلیل، تخلف، اظہار، استلزم محال اور استحالہ۔

۸) ان پانچ صورتوں کی مثالوں میں سے اول کی تین مثالیں علم فقہ سے متعلق ہیں آخری کی دو مثالیں علم کلام سے متعلق ہیں۔

البحث السابع نفی المدلول اعم من ان یکون قبل اقامة المدعی الدلیل اوبعدها من غیر الدلیل علیه بان یقول السائل هذالمدلول لیس بصحیح من غیر ان یقیم علی عدم صحته دلیلا مکابرة لاتسمع ونفیه مع اقامة السائل الدلیل علیه قبل اقامة المدعی الدلیل علیه غصب سمی قدس سره المدعی قبل اقامة المدعی الدلیل مدلولاً مجازا باعتبار مایؤل الیه اولانه من شانه ان یقام الدلیل علیه اولمناسبة قوله وبعدا قامة الدلیل ثم الغصب لیس بمسموع عند المحققین وبعد اقامته ای المعلل الدلیل علیه ای علی المدلول معارضة ولایذهب علیک انه یفهم من هذا الکلام ان المعارضة عبارة عن النفی وتعریفها السابق دلیل واضح علی انها اقامة الدلیل فلعله لمکان الملازمة بین المعنیین اطلق علیهما

ترجمہ......ساتویں بحث:— مدلول کی نفی عام ازیں کہ مدعی کے دلیل قائم کرنے سے پہلے ہو یا بعد میں بغیر دلیل کے سائل یوں کہے یہ مدلول صحیح نہیں ہے اس کے عدم صحت پر بغیر دلیل قائم کئے قابل مسموع نہیں ہے اور مدلول کی نفی سائل پر مدعی کے دلیل قائم کرنے سے پہلے غصب ہے مصنف قدس سرہ نے مدعا کو دلیل قائم کرنے سے پہلے مجازاً مدلول فرمایا مایؤل الیہ کا اعتبار کرتے ہوئے یا اس لیے کہ اس کی شان یہی ہے کہ اس پر دلیل قائم کی جائے یا مناسبت کے لئے ان کا کہنا بعد اقامۃ الدلیل پھر غصب محققین کے نزدیک مسموع نہیں ہے اور معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد معارضہ ہے اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ اس کلام سے یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ معارضہ سے مراد نفی ہے اور تعریف سابق سے یہ ظاہر ہے کہ معارضہ دلیل ہے شاید ملازمہ کی وجہ سے دو معانی پر اطلاق کیا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو قاعدے اور دو اعتراضات بیان کئے گئے ہیں:-

۱) .. مدعا کی نفی اقامت دلیل سے قبل۔

۲) مدعا کی نفی اقامت دلیل کے بعد۔

۳) اعتراضات۔

مدعا کی نفی اقامت دلیل سے پہلے...... اس بحث میں اولاً یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ مدلول کی نفی خواہ معلل کے دلیل قائم کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہر صورت میں سائل کے لئے ضروری ہے کہ شاہد کے ساتھ کرے مثلاً کسی دعویٰ پر دلیل پیش کرے اور سائل بغیر شاہد کے اس کی نفی کرے تو ایسی صورت کو مکابرہ کہیں گے کیونکہ معلل دلیل سے کام کر رہا ہے اور سائل بغیر دلیل کے اس لیے سائل کا کلام غیر مسموع ہوگا اب اگر سائل معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے مع الشاھد کلام کرے تو ایسی صورت میں غصب لازم آئے گا کیونکہ معلل کے منصب کو اخذ کر رہا ہے اور غصب عندالمحققین غیر مسموع ہے غصب پر کلام ہو چکا ہے اور وہاں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ غصب ضرورت کے وقت جائز ہے۔

اعتراض...... مصنف قدس سرہ نے دعویٰ پر دلیل قائم کرنے سے پہلے مدلول کا لفظ استعمال کیا ایسا کیوں؟

جواب...... مصنف قدس سرہ نے مجازاً مدلول کہا اور اس کی تین وجہیں ہیں اول باعتبار مایؤول الیہ ثانی انجام کا اعتبار کرتے ہوئے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل میں ایک قیدی نے خواب میں دیکھا اِنِّیْ اَرَانِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا یعنی میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں۔ حالانکہ انگور سے شراب نہیں نچوڑتے بلکہ نچوڑے ہوئے رس سے شراب بناتے ہیں اس میں بھی انجام کا اعتبار کیا گیا ہے اسی طرح مصنف نے دعویٰ کے انجام کا اعتبار کیا کیونکہ اس کی شان ہی یہ ہے کہ اس پر دلیل قائم کی جائے ثالث بعد اقامت الدلیل کی مناسبت کی وجہ سے ایسا کہا۔

مدعا کی نفی اقامت کے بعد...... اگر دلیل قائم کرنے کے بعد سائل اس کی نفی کرے گا تو اسے معارضہ کا نام دیا جائے گا کیونکہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب معلل اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے گا۔

اعتراض...... یہاں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ معارضہ نفی کو کہتے ہیں حالانکہ کلام سابق سے معلوم ہوا کہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے۔

جواب...... مصنف قدس سرہ نے نفی اور اقامت دلیل کے درمیان ملازمہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سائل جب معارضہ کے طور پر معلل کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کرے گا تو ظاہر ہے کہ اس کی دلیل کی نفی ہوگی اس لیے مصنف نے معارضہ کو نفی کے حکم میں لیا۔

ثم اختلف فی اشتراط التسليم واليه اشار بقوله وهل يشترط فيها تسليم دليل الخصم ولو من حيث الظاهر بان لم يتعرض لدليله اصلا بالنفی ولابالاثبات ام لا يشترط الاول وهو الاشتراط اشهر والثانی وهو عدم الاشتراط اظهر لان تسليم دليل المعلل يستلزم تصديق مدلوله بحسب الظاهر فيلزم تصديق المتنافيين ولک ان تقول ان مرادهم بالتسليم تسليم دلالته علی مدعی الخصم ولايلزم من ذلک تسليم مدعاه حتی يلزم تصديق المتنافيين لكن يلزم علی الثانی حصر وظيفة السائل فی المنع والنقض ولايخفی عليک انه انما يلزم الحصران لو شرط عدم التسليم اما اذالم يشترط التسليم فلالانه ح يجوز ان يوجد معارضة مع التسليم غايته ان المعارضة للغير المقرونة مع التسليم تندرج فی النقض ومن ههنا ای من اجل عدم اشتراط التسليم التزم بعضهم تقريرها مطلقاً اعم من ان يكون معارضة فيها مناقضة ومن ان يكون معارضة خالصة بطريق النقض بان يقال لو كان دليلكم بجميع مقدماته صحيحاً لما يصدق ماينافی مدلوله لكن عندی دليل يدل علی صدقه

ترجمہ...... پھر اشتراط تسلیم میں اختلاف کیا اور اس کی جانب اپنے اس قول سے اشارہ کیا' معارضہ میں دلیل خصم کی تسلیم شرط ہے اگرچہ من حیث الظاہر ہو کہ اس کی دلیل پر اصلاً اعتراض نہ کرے نہ نفی سے اور نہ اثبات سے یا شرط نہیں ہے اول اور وہ اشتراط کا قول اشہر ہے اور ثانی وہ عدم اشتراط اظہر ہے اس لیے کہ معلل کی دلیل کو تسلیم کرنے سے مدلول کی تصدیق بحسب ظاہر آتی ہے پس متنافیین کے درمیان تصدیق لازم آئے گی یہ کہے کہ تسلیم

سے ان کی مراد دلیل کی تسلیم معلل کے دعویٰ پر ہے اس سے مدعا کا تسلیم لازم نہیں آتا۔ یہاں تک کہ متنافیین کی تصدیق لازم آئے لیکن ثانی سے سائل کی ذمہ داری دو پر منحصر ہوتی ہے یعنی منع اور نقض اور آپ پر مخفی نہ رہے کہ حصر اس وقت لازم آئے گا جب عدم تسلیم کو شرط قرار دیں اگر تسلیم کو شرط قرار نہ دیں تو حصر لازم نہیں آتی اس لیے کہ اس وقت معارضہ مع التسلیم پایا جائے گا زیادہ سے زیادہ یہ کہ معارضہ مع التسلیم غیر مقرون ہوگا نقض میں مندرج ہوگا اور اس جگہ یعنی عدم اشتراط کے سبب بعض نے اس کی تقریر مطلقا لازم کی عام ازیں کہ معلل کی دلیل میں معارضہ ہو یا مناقضہ اور یہ کہ معارضہ خالص ہو بطریق نقض بایں طور پر کہا جائے کہ اگر تمھاری دلیل تمام مقدمات کے ساتھ صحیح ہے تب تو اس کے مدلول میں تنافی صادق آتی ہے لیکن میرے نزدیک دلیل اس کے صدق پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی صورت میں تسلیم شرط ہے یا نہیں اس پر کلام کیا گیا ہے۔

پہلا مذہب...... پہلا مذہب یہ ہے کہ تسلیم شرط ہے اس مذہب کو ماتن قدس سرہ نے اشہر بتایا ہے اس کی بنا اس بات پر ہے کہ سائل معلل کی دلیل پر نقض یا منع وارد کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سائل نے دلیل خصم کو تسلیم کیا اور پھر اس کے خلاف پر دلیل قائم کی تسلیم من حیث الظاہر کی دو صورتیں ہیں اول یہ ہے کہ سائل دلیل پر کسی قسم کا اعتراض قائم نہ کرے دوم یہ ہے کہ صراحتاً تسلیم پائی جائے۔

اعتراض...... اس پہلے مذہب پر اعتراض قائم ہوتا ہے کہ اس سے تصدیق متنافیین لازم آتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ سائل نے اولاً مدلول پر دلیل تسلیم کی اور پھر معارضہ کی صورت میں اس کی نفی کی جو کہ ایک دوسرے کے منافی ہے اس لیے متنافیین کی تصدیق لازم آتی ہے۔

جواب...... دلیل کی تسلیم سے مدعا کی تسلیم لازم نہیں آتی سائل نے مدلول کو تسلیم نہیں کیا اس سے تصدیق متنافیین لازم نہیں آتی۔

دوسرا مذہب...... دوسرا مذہب یہ ہے کہ تسلیم شرط نہیں ہے ماتن قدس سرہ نے اس مذہب کواظہر قرار دیا اس مذہب کی بنا بھی اس بات پر ہے کہ تسلیم کی صورت میں تصدیق متنافیین لازم آتی ہے۔

اعتراض...... اس مذہب پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ سائل کی ذمہ داری دو پر منحصر ہو جائیگی یعنی نقض اور منع حالانکہ سائل کی ذمہ داری تین ہیں منع، نقض اور معارضہ۔

جواب...... تسلیم شرط نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت عدم تسلیم شرط ہو۔ دوسری صورت عدم تسلیم شرط نہ ہو۔ حصر اس وقت لازم آئے گی جب عدم تسلیم شرط ہو اور جب عدم تسلیم شرط نہ ہو تو حصر لازم نہیں آئے گی اس لیے کہ اس وقت معارضہ مع التسلیم پایا جائے گا اور یہاں یہی مراد ہے۔

اظہر اور اشہر میں فرق...... پہلے مذہب کو اشہر قرار دیا اور دوسرے مذہب کو اظہر۔ اشہر اسم تفضیل کا صیغہ ہے مراد اس سے یہ ہے کہ فن میں زیادہ شہرت پہلے مذہب کو ملی اسی طرح اظہر بھی اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دوسرا مذہب درایت کے اعتبار سے زیادہ ظاہر ہے لیکن اسے اہل فن میں شہرت کا درجہ حاصل نہیں ہے۔

وقيل المعارضة فى القطعيات اى الدلائل العقلية والنقلية اليقنية راجعة الى النقض لامتناع اجتماع القطعيين المتنافيين بحسب نفس الامر ويسمى المذكور معارضة فيهما النقض وانما سميت معارضة فيهاالنقض ولم تسم نقضاً فيها معارضة لان المعارضة صريحة والنقض ضمنى والضمنيات لاتعتبر دون النقليات الظنية كالقياس الفقهى فانه يجوز ان يكون احد القياسين خطأ بحسب نفس الامر ويعارض القياس الصواب فلاحاجة الى القول برجوعه الى النقض وقيل هواى معارضة فيها النقض وتذكير الضمير لان المعارضة مصدر بتاويل المذكور والمعارضة بالقلب اخوان اى متشار كان فى الماهية والحقيقة والتغاير بينهما بالاعتبار فباعتبار انهاتقلب دليل المستدل شاهدا عليه بعد ان كان شاهد اله يسمى قلبا وباعتبار تضمنها معنى النقض معارضة فيها النقض

ترجمہ...... اور کہا گیا ہے کہ معارضہ قطعیات میں یعنی دلائل یقینیہ میں خواہ عقلی ہوں یا نقلی

نقض کی طرف راجع ہوگا اس لیے کہ دو قطعیات میں بحسب نفس الامر تنافی ممتنع ہے
اور اس کا نام معارضة فيها النقض ہے اس کا نام معارضة فيها النقض رکھا نقض
فیھا معارضہ نہیں رکھا اس لیے کہ معارضہ صراحتاً ہے اور نقض ضمناً اور ضمنیات کا اعتبار
نہیں ہوتا ظنیات میں معارضہ ہوتا ہے جیسے قیاس فقہی پس جائز ہے کہ دو قیاس میں سے
ایک نفس الامر میں خطا ہو اور اس پر درستگی کے لئے معارضہ پیش کریں گے پس نقض کی طر
ف لوٹنے کی حاجت نہیں ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ یعنی معارضة فيها النقض اور ضمیر
مذکر لائے اس لئے کہ معارضہ مقدر ہے بتاویل مذکور اور معارضہ بالقلب آپس میں بھائی
ہے یعنی ماہیت اور حقیقت میں مشترک ہے اور ان دونوں کے درمیان تغایر اعتباری ہے
پس اس اعتبار سے معلل کی دلیل کو شاہد کے ذریعے الٹ دینا اس کا نام قلب رکھا نقض
کے تضمینی معنی کا اعتبار کرتے ہوئے اسے معارضة فيها النقض کہا۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

۱) قطعیات پر معارضہ ۲) ظنیات پر معارضہ

قطعیات پر معارضہ

معارضہ میں چونکہ سائل یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک دلیل دوسری دلیل سے متصادم ہے اس لیے
قطعیات میں نہیں پایا جاتا قطعیات میں اول نمبر قرآن ہے اور قرآن میں آتا ہے کہ وَلَوْ كَانَ مِنْ
عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ترجمہ: اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے
ہوتا تو وہ سب ضرور اس میں اختلاف کثیر پاتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قطعیات میں تصادم نہیں
ہے اب اسکی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں قرآن نبی کریم ﷺ کے متعلق فرماتا ہے قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ
اللّٰهِ نُورٌ اور دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ بظاہر تصادم معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقتاً
تصادم نہیں ہے کیونکہ پہلی جگہ جہت ثلثہ میں سے جہت نورانیت کا بیان ہے اور دوسری جگہ جہت
ثلثہ میں سے بشریت کا بیان ہے اور ممکنات میں سے ہے کہ ایک آدمی نور بھی ہو اور بشر بھی مثلاً ہم

بشر ہیں لیکن ہماری آنکھیں نور ہیں لہٰذا ایک ہی شخص میں نور اور بشر کا ہونا پایا گیا اس بحث سے یہ بات روشن ہوگئی کہ قطعیات میں معارضہ نہیں پایا جاتا۔

اعتراض...... قطعیات کے معارضہ کو معارضۃ فیھا النقض کیوں کہتے ہیں یوں کیوں نہیں کہا جاتا نقض فیھا معارضہ۔

جواب...... اس باب میں معارضہ صراحت ہے اور نقض ضمناً ہے اس لیے صراحتاً کا اعتبار کیا گیا ہے۔

ظنیات پر معارضہ

ظنیات پر وارد ہونے والا معارضہ حقیقی ہوگا کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ دو قیاس میں سے ایک خطا ہو اور ایک درست اس لیے اسے معارضہ پیش کر کے درست کیا جا سکتا ہے مثلاً فقہیات یعنی فقہی مسائل۔

اعتراض...... ماتن قدس سرہ نے معارضہ کی طرف مذکر کی ضمیر لوٹائی حالانکہ معارضہ مؤنث ہے۔

جواب...... معارضہ کو بتاویل مذکور مانتے ہوئے مصدر تسلیم کیا اس وجہ سے مذکر کی ضمیر لوٹائی۔

تتمة ای هذه تتمة البحث السابع تردد بعضهم فی جواز المعارضة علی المعارضة وفی جواز المعارضة بالبداهة والدليل علی البديهی والمبين بداهته بالدليل هذه اربعة اقسام للمعارضة الاول المعارضة بالبداهة علی البديهی ای علی الحکم الذی يدعی المدعی بداهته بان يقول المعارض ماادعيتم بداهته يقتضی خلاف بداهته العقل فهذه تسمی معارضة باعتبار ان المدعی وان لم يتعرض الدليل المدعی لکن دعوی بداهته بمنزله اقامة الدليل کانه قال هذا الحکم ثابت لانه بديهی فيجوز للسائل ان يقول نقيض هذا الحکم ثابت لانه بديهی والثانی المعارضة بالبداهة علی البديهی المبيّن بداهته بالدليل مثل ان يقول المدعی هذا الحکم بديهی لانه من المحسوسات فيقول السائل خلاف هذا الحکم ثابت بالبداهة فدعوی الخصم البداهة بمنزله اقامة الدليل والثالث المعارضة بالدليل علی الحکم الذی يدعی المدعی بداهته کما اذاقال

المدعی هذا الحکم بدیهی یقول السائل لنا دلیل یدل علی خلافه ویبین الدلیل والرابع المعارضة بالدلیل علی الحکم الذی بین المدعی بداهة بالدلیل کما اذاقال المدعی هذا الحکم بدیهی لانه من المشاهدات یقول السائل لنا دلیل یدل علی خلاف هذاالحکم فهذه الاقسام الخمسة للمعارضة تردد فی جوازها بعضهم وقالوا هی غیر جائزة

ترجمہ..... تمہ یعنی یہ ساتویں بحث کا تمہ ہے بعض نے معارضہ علی المعارضۃ اور معارضہ بالبداہت اور دلیل علی البداہت اور بدیہی مبین بالدلیل کے جواز میں تردد کیا ہے یہ چار اقسام معارضہ کے ہیں اول معارضہ بالبداہت علی البدیہی یعنی ایسا حکم جس کی بداہت کا دعویٰ کیا گیا ہے معارض یوں کہے کہ جس کی بداہت کا تم نے دعویٰ کیا ہے بداہت اسکے خلاف چاہتی ہے پس اس کا نام معارضہ ہے اس اعتبار سے کہ معلل نے اپنے دعویٰ پر دلیل پیش نہ کی ہو لیکن بداہت کا دعویٰ بمنزلہ اقامت دلیل ہے کہے یہ حکم ثابت ہے کیونکہ بدیہی ہے پس سائل کے لئے جائز ہے کہ کہے اس حکم کی نقیض ثابت ہے اس لیے کہ وہ بدیہی ہے اور ثانی معارضہ بالبداہت علی البدیہی المبین اس کی بداہت دلیل ہے مثلاً معلل کہے کہ یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ محسوسات میں سے ہے پس سائل کہے کہ اس حکم کا خلاف بداہت سے ثابت ہے پس خصم کا دعویٰ بمنزلہ اقامت دلیل ہے اور ثالث معارضۃ بالدلیل ایسے حکم پر جس کی بداہت کا معلل نے دعویٰ کیا ہو جیسے معلل کہے یہ حکم بدیہی ہے سائل کہے ہمارے پاس دلیل ہے جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہے اور دلیل واضح ہے اور رابع معارضہ بالدلیل ایسے حکم پر جس کی بداہت معلل نے دلیل سے بیان کی ہو جیسے معلل کہے یہ حکم بدیہی ہے کیونکہ مشاہدات میں سے ہے سائل کہے ہمارے پاس دلیل ہے جو اس حکم کے خلاف پر دلالت کرتی ہے پس یہ اقسام خمسہ ہیں جس کے جواز میں بعض نے تردد کیا ہے اور کہا ہے کہ جائز نہیں ہے۔

تشریح

ساتویں بحث کا یہ تمہ ہے اور اس میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ پانچ معارضہ ایسے ہیں

جو جائز نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱) معارضہ علی المعارضہ...... معلل کئی دلائل قائم کرے اور سائل اس کی نقیض نکال کر باطل کردے۔

۲) معارضہ بالبداہت علی البدیہی...... اس معارضہ میں سائل معلل کے پیش کردہ بداہت کو یہ کہہ کر باطل کرے گا کہ تم نے جس کی بداہت کا دعویٰ کیا ہے بداہت العقل تو اس کے خلاف چاہتی ہے۔

۳) معارضہ بالبداہت علی البدیہی المبین بداہتا بالدلیل ...... اس معارضہ میں سائل معلل کی پیش کردہ دلیل کو بداہت کے ذریعے باطل کردے سائل کی طرف سے بداہت ثابت کرنا اقامت دلیل کے قائم مقام ہے۔

۴) معارضہ بالدلیل علی الحکم الذی یدعی المدعی بداہتہ ...... اس معارضہ میں سائل معلل سے کہے گا کہ تمھاری پیش کردہ بداہت کے خلاف ہمارے پاس دلیل ہے۔

۵) معارضہ بالدلیل علی الحکم الذی بین المدعی بداہتا بالدلیل ...... اس معارضہ میں سائل معلل کی پیش کردہ بداہت کو یہ کہہ کر باطل کرے گا کہ ہمارے پاس اسکے خلاف پر دلیل ہے۔

اما الاول فلانه غير نافع لانه اذا استدل المدعى على المطلوب بادلة كثيرة والخصم استدل على نقيضه بدليل واحد فسقطت تلك الدلائل بهذا الدليل ولايثبت شئى من الطرفين واما الثانى فلانه لادليل فى شى من الجانبين وكذا الثالث لان الدليل الذى اقامة المدعى انما ينتهض على دعوى البداهة لاعلى الحكم واما الرابع فلانه لا دليل فى جانب المدعى وكذا الخامس لما ذكرنا من انتهاض الدليل على دعوى البداهة لاعلى الحكم

ترجمہ...... اگر چہ پہلا پس اس لیے کہ یہ غیر نافع ہے اس لیے کہ معلل جب دلائل کثیرہ سے مطلوب پر دلیل قائم کرے اور سائل دلیل واحد سے اس کی نقیض نکال کر اسے باطل کردے تو ایسی صورت میں باقی دلائل ساقط ہو جائیں گے اور طرفین سے کچھ ثابت نہ

ہوگا اور ثانی پس اس لئے کہ جانبین کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے اور اسی طرح ثالث اس لیے کہ وہ دلیل جسے معلل نے قائم کی۔ صرف دعویٰ بداہت پر ہو حکم پر نہ ہو اور رابع پس اس لیے کہ مدعی کی جانب سے کوئی دلیل نہیں ہے اسی طرح جو ہم نے ذکر کیا کہ بداہت کے دعویٰ پر دلیل قائم کرنا ہے حکم پر نہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کے اقسام خمسہ کے عدم جواز پر دلیل پیش کی گئی ہے:-

۱) اول کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ معلل اپنے دعویٰ پر بہت سارے دلائل پیش کرتا ہے اور سائل ایک دلیل کے ذریعہ اس کی نقیض نکال کر باطل کر دیتا ہے لہٰذا معلل کے دلائل اور سائل کے معارضہ میں مساوات نہیں ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔

۲) ثانی کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ معلل اور سائل دونوں طرف سے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لیے معارضہ جائز نہیں ہوگا کیونکہ معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنے کا نام ہے۔

۳) ثالث کے عدم جواز کی وجہ بھی وہی ہے جو ثانی میں ہے۔

۴) رابع کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ مدعی نے کوئی دلیل نہیں دی اس لیے معارضہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۵) خامس کے عدم جواز کی وجہ بھی وہی ہے جو رابع میں ہے۔

وان تاملت فيما ذكرنا من تفضيل الاقسام الخمسة يظهر لك وجه جوازها اما وجه جواز الاول فهو انه لما عارض الدليل الثاني للمعلل دليل من المعارض بقي دليله الاول سالما عن المعارضة فاحسن التامل ليظهر لك الحق والحق جوازه اى جواز ماتردد فيه البعض ومنه اى من اجل الجواز المذكور ادعوا اى اهل المناظرة انه اى الشان اذا عورض البديهي بالبرهان كان ذلك البرهان احق بالاعتبار في كالنقلي اى كما ان الدليل النقلي اذا عورض بالعقلي كان العقلي احق بالقبول والاعتبار جميع الاوقات الااذا افادالدليل النقلي القطع مثل ان يكون محكما من القران او الحديث المتواتر

ترجمہ...... جو ہم نے اقسام خمسہ کا ذکر کیا اگر آپ اس میں غور وفکر کریں تو اس کے جواز کی صورت بھی آپ کے لئے ظاہر ہوگی اور اول کے جواز کی صورت یہ ہے کہ جب سائل کی طرف سے معلل کی دلیل ثانی پر معارضہ ہوگا تو دلیل اول معارضہ سے بچ جائے گی پس اچھی طرح غور وفکر کر و تا کہ تمھارے واسطے حق ظاہر ہو اور صحیح قول اس کے جواز کا ہے یعنی بعض نے جو اس کے جواز میں تردد کیا اور اس سے یعنی جواز مذکور کے سبب سے اہل مناظرہ نے دعویٰ کیا بے شک وہ یعنی یہ ضمیر شان ہے جب بدیہی برھان کے ساتھ عارض ہو تو وہ برہان اعتبار کے زیادہ حقدار ہے جیسے نقلی یعنی دلیل نقلی جب عقلی کو عارض ہو تو وہ عقلی تمام اوقات میں قبول و اعتبار کے زیادہ حقدار ہے مگر دلیل اسے نقلی قطعیت کا فائدہ دے مثل قرآن کے محکمات اور حدیث متواتر۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اقسام خمسہ کے جواز کی صورت اور جب دلیل عقلی و نقلی وارد ہو تو اس میں کسے فوقیت ہوگی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے ماتن قدس سرہ فرماتے ہیں کہ معارضہ کے اقسام خمسہ میں جواز زیادہ لائق ہے کیونکہ جب ہم اس پر غور وفکر کرتے ہیں تو یکے بعد دیگرے اس کے جواز کی صورت نظر آتی ہے شارح علیہ الرحمۃ اسے یوں سمجھاتے ہیں کہ سائل جب دلیل ثانی پر معارضہ پیش کرتا ہے تو ایسی صورت میں معلل کی پہلی دلیل معارضہ سے بچ جاتی ہے۔

اعتراض...... یہاں پر اعتراض ہوتا ہے کہ معلل کی پہلی دلیل معارضہ سے کیسے سالم ہے کیونکہ سائل جب معارضہ پیش کر کے دلیل کو مدلول کے خلاف ثابت کرتا ہے تو مدلول کے لئے پیش کردہ تمام دلائل خود بخود ساقط ہو جاتے ہیں دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اگر بالفرض ایسا ہے تو دلیل ثانی کو معارضہ سے بچنا چاہئے کیونکہ سائل دلیل اول پر معارضہ پیش کرے گا تعجب ہے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے کیسے فرمایا کہ دلیل اول بچ جائے گی۔

جواب...... اس کی صورت یہ ہے کہ معلل کا سائل کے معارضہ کے بعد مدعیٰ کو دلیل سے ثابت کرنا یہ مستلزم ہے نقیض مدعا کو ایسی صورت میں معارض اول کی دلیل باطل ہوگی نقیض مدعا

کا نتیجہ اس کی دلیل کے لئے لازم ہے اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان کو مستلزم ہے پس جب معارض کی دلیل باطل ہوگی تو دلیل اول معارضہ سے سالم ہوگی یہاں جتنا زیادہ غور وفکر کیا جائے گا اتنا ہی مسئلہ زیادہ واضح ہوگا۔

عبارت مذکورہ میں دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بدیہی جب برہان کے ساتھ وارد ہو تو ہمارے پاس دو چیزیں آئیں بداہت دوم برہان ان دونوں میں برہان قابل اعتبار ہوگا اور اسی پر قیل وقال کیا جائے گا مثلاً دلیل نقلی جب دلیل عقلی سے عارض ہو تو عقلی اعتبار کے زیادہ لائق ہے اس کی مثال یوں لیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ یعنی آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آگ پر گرم کیا ہوا پانی سے اگر وضو کیا جائے تو اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تم اس کے بارے میں کیا حکم دیتے ہو یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے اس مثال میں دلیل نقلی کو دلیل عقلی عارض ہے اور اعتبار بھی عقلی کا کیا گیا کہ آگ سے پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں ٹوٹتا اور وضو کو لغوی معنی دھونے پر محمول کیا لیکن یہ قاعدہ تمام نقلیات میں جاری نہیں ہوگا اس لیے ماتن قدس سرہ فرماتے ہیں کہ الا اذا افاد الدلیل النقلی القطعی مگر جب دلیل نقلی قطعیت کا فائدہ دے یعنی اس وقت یہ قاعدہ جاری ہوگا کہ نقلی قابل اعتبار ہوگا قرآنی آیات واحادیث مبارکہ جو قطعیت کا فائدہ دے قرآنی آیات کی تین قسمیں ہیں مقطعات، متشابہات اور محکمات مثلاً یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ترجمہ: اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر اس کا معنی معلوم ہے لیکن مفہوم غیر معلوم کیونکہ آیت میں ید کا معنی ہاتھ یہ معلوم ہے محکمات مثلاً اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم رکھو اس کا معنی اور مفہوم دونوں معلوم ہیں آیات محکمات سے اسلامی احکام نافذ کرتے ہیں اس کی تعداد پانچ سو ہے فقہ حنفی میں ان آیات کی تفسیر پر مشتمل کتاب تفسیرات احمدیہ ہے احادیث مبارکہ میں محکمات کی تعداد صاحب نور الانوار کے مطابق تین ہزار ہے۔

تبصرة المراد بخلاف المدلول المعتبر فی مفهومها ای المعارضة ما يتناول النقيض و الاخص من النقيض و المساوی له فالاول كما اذا استدل الحكيم علی ان العالم قديم و استدل المتكلم معارضا علی انه

لیس بقدیم و الثانی کما استدل الشافعی رحمه الله علی ان الترتیب فی الوضؤ فرض واستدل الحنفی معارضا علی انه سنة و الثالث کما استدل الحکیم علی ان الجسم مرکب من الهیولی و الصورة و استدل المتکلم معارضا علی انه مرکب من الاجزاء التی لاتتجزی

ترجمہ......تبصرہ:— معارضہ کے مفہوم میں خلاف دلیل سے مراد جومعتبر ہے وہ یہ ہے کہ نقیض ہواور نقیض سے اخص ہواور نقیض کے مساوی ہوپس اول جیسے حکیم عالم کے قدیم ہونے پر دلیل قائم کرے اور متکلم دلیل کا معارضہ کرے کہ عالم قدیم نہیں ہے اور ثانی جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں ترتیب کے فرض ہونے پر دلیل قائم کریں اور حنفی معارضہ کرتے ہوئے اسکے سنت ہونے پر دلیل قائم کریں اور ثالث جیسے حکیم اس بات پر دلیل قائم کرے کہ جسم ہیولی اور صورت سے مرکب ہے اور متکلم معارضہ کرتے ہوئے دلیل قائم کرے کہ جسم جزءلاتجزی سے مرکب ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں معارضہ کی تین صورتیں مع امثلہ بیان کی گئی ہیں۔

مثال اول کی تقریر...... حکماء کانظریہ ہے کہ عالم قدیم ہے اور وہ اس نظریہ پر دلیل یوں قائم کرتے ہیں کہ العالم مستغن عن المؤثر و کل ماھو شانه فهو قدیم فالعالم قدیم۔ متکلمین اس نظریہ کا ابطال کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث۔ حکماء کانظریہ العالم قدیم کی نقیض العالم لیس بقدیم ہے اس لیے یہ مثال نقیض کی ہے۔

مثال ثانی کی تقریر...... امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کانظریہ ہے کہ وضو میں ترتیب فرض ہے اوراس پر دلیل یوں قائم فرماتے ہیں کہ واؤ جمع مع الترتیب کے لئے آتا ہے اس لیے آیت وضو میں جس ترتیب سے مسئلہ بیان کیا گیا ہے اسی ترتیب سے وضو کرنا فرض ہے احناف ان کا معارضہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ ترجمہ: تو سجدہ کر اور رکوع کر۔ حالانکہ رکوع پہلے کرتے ہیں اور سجدہ بعد میں اور آیت میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع بعد میں۔لہٰذا احناف نے اپنے نظریہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ وضو

میں ترتیب سنت ہے یہ نقیض سے اخص ہے۔

مثال ثالث کی تقریر..... جسم کے بارے میں حکماء کا نظریہ ہے کہ جسم ہیولی اور صورت سے مرکب ہے۔ متکلمین کہتے ہیں کہ جسم ایسے اجزاء سے مرکب ہے جسے جزء لایتجزی کہتے ہیں یہ مساوی نقیض کی مثال ہے اسی مثال پر محشی اعتراض قائم کرتے ہیں کہ یہ مساوی نقیض کی مثال نہیں ہوسکتی کیونکہ جسم جب ہیولی اور صورت سے مرکب نہیں ہوگا تو ایسی صورت میں یہ عام ہے کہ جسم جزء لایتجزی سے مرکب ہو یا بسیط ہے یا مقراطیسہ ہے لہٰذا اس مثال میں شارح سے سہو ہوگیا ہے اس کی صحیح مثال یہ ہے ھذا الحیوان انسان لانہ ناطق سائل اس کی نقیض میں کہے لانہ لاناطق، لاناطق ناطق کی نقیض مساوی ہے۔

ساتویں بحث کا خلاصہ

۱) سائل کی طرف سے مدلول کی نفی بغیر دلیل کے مسموع نہیں ہے۔

۲) سائل اگر مدلول کی نفی بغیر دلیل کے کرے گا تو مکابرہ ہے۔

۳) غصب بلاضرورت جائز نہیں ہے۔

۴) معارضہ میں دو مذاہب ہیں مذہب اول میں تسلیم شرط ہے اور یہ قول اشہر ہے مذہب ثانی میں تسلیم شرط نہیں ہے اور یہ قول اظہر ہے۔

۵) قطعیات میں معارضہ نہیں ہوتا قطعیات کے معارضہ کو معارضہ فیھا النقض کہتے ہیں۔

۶) ظنیات میں معارضہ ہوتا ہے اور اس کے معارضہ کو نقض کی طرف پھیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۷) بحث سابع میں ایک تتمہ ہے جس میں معارضہ کے اقسام خمسہ کا بیان ہے۔

۸) اقسام خمسہ میں دو مذاہب ہیں اول عدم جواز کا دوم جواز کا اور یہی مذہب زیادہ صحیح ہے۔

۹) دلیل نقلی کو اگر دلیل عقلی عارض آئے تو عقلی زیادہ اعتبار کے لائق ہے لیکن تمام صورتوں میں نہیں۔

۱۰) بحث سابع میں ایک تبصرہ ہے جس میں معارضہ کے ان مفہومات کا بیان ہے جس کا اعتبار کرنا جائز ہے۔

البحث الثامن قد تنقض المقدمة المعينة من الدليل بان يستدل علی فسادها او تعارض بان يستدل علی خلافها و كل واحد من ذلک النقض والمعارضة بعد اقامة المعلل الدليل عليها ای علی تلک المقدمة ويسمی المذكور الذی هو بالنسبة الي تلک المقدمة نقض او معارضة مناقضة علی سبيل المعارضة اوعلی سبيل النقض نشر علی خلاف ترتيب اللف اخذ ا من الأقرب وذلک ای تسميته مناقضة لوجود معنی المنع فيه بالنسبة الی الدليل الذی هی ای تلک المقدمة مقدمته وفيه ان المنع علی ماسبق طلب الدليل ولاطلب ههنا بل مقصود السائل افساد الدليل واثبات خلاف المقدمة فالاولی ان يقال تسميته مناقضةً لمشاركته لهافی كون كل واحد منها كلاما علی المقدمة

ترجمہ...... آٹھویں بحث:۔ کبھی دلیل کے مقدمہ معینہ پر نقض وارد کرتے ہیں بایں صورت کے وہ اس کے فساد پر دلالت کرے یا معارضہ کرتے ہیں بایں صورت کے وہ اس کے خلاف پر دلالت کرے ہر ایک ان میں سے نقض اور معارضہ معلل کے اس مقدمہ پر دلیل قائم کرنے کے بعد ہوتا ہے یعنی اس مقدمہ (ممنوعہ) پر اور مذکور کا نام وہ جو اس مقدمہ کی طرف نقض یا معارضہ کی نسبت ہو۔ مناقضہ علی سبیل المعارضہ یا علی سبیل النقض کہتے ہیں نشر غیر مرتب کے طور پر اقرب کو لیا اور مناقضہ اس کا نام اس لیے رکھا کہ اس میں منع پایا جاتا ہے اس دلیل کی طرف نسبت کرتے ہوئے جو مقدمہ پر قائم ہوا۔ اس میں سابق تعریف سے معلوم ہو چکا ہے کہ منع طلب دلیل ہے اور یہاں طلب نہیں ہے بلکہ سائل کا مقصود دلیل کا فاسد کرنا یا مقدمہ کے خلاف ثابت کرنا ہے پس بہتر ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کا نام مناقضہ مشارکت کی وجہ سے رکھا گیا ہے ان دونوں میں سے ہر ایک کا مقدمہ پر کلام ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں ایک اصول اور اس کے ضمن میں چند مزید باتیں بیان کی گئی ہیں:۔

اصول...... پہلے یہ قاعدہ بتایا جا چکا ہے کہ معلل اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کرے تو اس پر نقض

یا معارضہ قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ مقدمہ ممنوعہ پر جب معلل دلیل قائم کرے تو اس مقدمہ پر نقض یا معارضہ وارد کر سکتے ہیں یا نہیں ماتن قدس سرہ یہاں سے یعنی آٹھویں بحث سے اسی مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں کہ اس پر بھی نقض یا معارضہ قائم کر سکتے ہیں لیکن ایسی صورت میں نقض کو مناقضہ علی سبیل النقض اور معارضہ کو مناقضہ علی سبیل المعارضہ کہتے ہیں۔

اعتراض...... ماتن قدس سرہ نے اصول بتانے میں نقض کو پہلے بیان کیا اور ان کا نام بتانے میں معارضہ کو پہلے بیان کیا مثلاً تنقض المقدمة پہلے ہے او تعارض بعد میں لیکن نام بتانے میں علی سبیل المعارضہ پہلے اور علی سبیل النقض بعد میں۔

جواب...... ترتیب کی دو قسمیں ہیں مرتب اور غیر مرتب۔

مرتب...... مرتب میں اسی ترتیب سے کسی چیز کو کھولتے ہیں جس ترتیب سے لپیٹا تھا اسے لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔

غیر مرتب...... غیر مرتب میں اس کے برعکس ہوتا ہے اسے لف ونشر غیر مرتب کہتے ہیں ماتن قدس سرہ نے لف ونشر غیر مرتب کو اپنایا تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے کیونکہ جس مسئلہ کو فوراً بیان کیا ہو اس کے ذریعے سمجھانے میں سہولت ہوتی ہے لف ونشر کے اصول کے ذریعے سمجھانے کا آسان طریقہ قرآن کریم سے ثابت ہے مثلاً يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ الخ دیکھئے۔ یہاں اولاً سفید چہرے کا ذکر کیا۔ لیکن کیفیت بیان کرتے وقت سیاہ کو پہلے بیان کیا تا کہ با آسانی سمجھ میں آ جائے یہ ہے لف ونشر غیر مرتب۔

اعتراض...... منع کی تعریف سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ منع طلب دلیل کو کہتے ہیں یہاں تو طلب نہیں ہے بلکہ سائل دلیل کو توڑنا چاہتا ہے یا اس کے خلاف کو ثابت کرنا چاہتا ہے۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اس کا جواب یوں دیا جائے کہ دونوں میں مشارکت کی وجہ سے مناقضہ کہتے ہیں کیونکہ ایسی دلیل پر نقض وارد ہے جو منع کے رفع کے لئے پیش کی گئی ہے تو اس نسبت کی وجہ سے اسے مناقضۃ کہتے ہیں ماتن قدس سرہ نے اس کی جانب لوجود معنى المنع فيه بالنسبة الى الدليل کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

وقیل قبلها ای قبل اقامة الدلیل علیها ایضاً للعلم بلزوم الفساد علی ای حال ای فساد الدلیل الذی یستلزم صحة المقدمة علی کل حال سواءً اقیم دلیل اولم یقم اما اذا اقیم فظاهر واما اذا لم یقم فلانه اذا کانت المقدمة نظریة فلابد من ان یکون للمعلل علیها دلیل فنقض المقدمة یرجع الی ان الدلیل علیها لو کان صحیحا یلزم منه محال لانه یلزم من صحته صحة تلک المقدمة مع انها باطلة ولهذا صرحوا بان السند اذا کانت مادته موجودة بمعنی ان ماصدق علیه نقیض المقدمة الممنوعة یکون موجوداً متحققا فی نفس الامر یرجع المنع الی النقض الاجمالی لانـــــه علی ذلک التقدیر یظهر فساد المقدمة الممنوعة التی هی جــزء مــن الــدلیــل وفســاد الــجــزء مستــلــزم لفســاد الــکل

ترجمہ......اور کہا گیا ہے کہ معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی لزوم فساد علم کے لئے کسی حال میں یعنی دلیل کا فساد جو مقدمہ کی صحت کو مستلزم ہو ہر حال میں عام ازیں کہ دلیل قائم کی گئی ہو جب دلیل قائم کی گئی ہو تو ظاہر ہے اور جب دلیل قائم نہ کی گئی ہو پس اس لیے کہ جب مقدمہ نظری ہوگا معلل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس پر دلیل دے پس اس مقدمہ پر نقض وارد کرنا ایسی دلیل کی طرف لوٹتا ہے جو منوی ہو اگر صحیح ہو تو اس سے محال لازم ہے اس لیے کہ اس کی صحت مستلزم ہے اس مقدمہ کی صحت کو ساتھ اس کے کہ وہ باطل ہے اور اس وجہ سے اس کی صراحت کی کہ جب اس کا مادہ موجود ہو اس معنی پر کہ جب مقدمہ ممنوعہ کی نقیض اس پر صادق آئے تو وہ موجود متحقق فی نفس الامر ہوگا منع نقض اجمالی کی طرف لوٹے گی اس لیے کہ اس تقدیر پر مقدمہ ممنوعہ کا فساد ظاہر ہوتا ہے جو کہ دلیل کا جزء ہے اور جزء کا فساد کل کے فساد کو مستلزم ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی مقدمہ پر نقض یا معارضہ قائم کر سکتے ہیں اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ دلیل قائم کرنے سے پہلے یہ کس طرح

ممکن ہے کہ نقض یا معارضہ قائم کیا جائے کیونکہ نقض ابطال دلیل کو کہتے ہیں اور معارضہ دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنے کو کہتے ہیں دونوں کے لئے دلیل ضروری ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دلیل یا تو صریحی ہوگی یا منوی اقامت دلیل سے پہلے جب نقض وارد ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صراحتا دلیل قائم کرنے سے پہلے۔ ورنہ منوی دلیل پائی جارہی ہے جب ہی تو معلل نے اس کا دعویٰ کیا ہے جب منوی دلیل نقض کی صورت میں باطل ہو جائے یا معارضہ کی صورت میں خلاف ثابت ہو جائے تو صراحتا دلیل بھی باطل ہو جائے گی کیونکہ منوی دلیل، دلیل صراحت کا جزء ہے جب جزء باطل ہوگا تو کل بھی اس کے ضمن میں بطلان کو مستلزم ہوگا۔

وانت تعلم انه ای الشان لایلایم تقریره ای ذلک المذکور من المناقضة علی سبیل المعارضة اوعلی سبیل النقض بصورة المنع بان یقال لانسلم تلک المقدمة لانه کذا او کذ التحقق مادة السند ح ای حین اذاکانت المقدمة متخلفة من مدلولها اومعارضةً دلیلها بدلیل آخر وکلما تحقق مادة السند یرجع المنع الی النقض لما مر قد وقع النقض علیها ای علی المقدمة بانضمامها الی مقدمة اخری حقة فی نفسها لیلزم من اجتماعهما المحال وبهذا یظهر فساد تلک المقدمة ضرورة عدم استلزام المقدمة الحقة محالا والالم تکن حقة فلو کانت تلک المقدمة صحیحة لما لزم من اجتماعهما المحال

ترجمہ...... اور آپ جانتے ہیں بے شک وہ یعنی ضمیر شان ہے ان کی تقریر یعنی مناقضہ علی سبیل المعارضہ اور علی سبیل النقض موافق نہیں ہے منع کی صورت میں یوں کہے کہ ہمیں وہ مقدمہ تسلیم نہیں ہے اس لیے کہ یہ ایسا ویسا ہے سند کا مادہ متحقق ہونے کی وجہ سے یعنی جب اس مقدمہ کا تخلف مدلول سے ہو یا معارضہ سے کہ اس کی دلیل کے خلاف دلیل قائم کرے جب سند کا مادہ متحقق ہوگا تو منع کو نقض کی طرف لوٹائیں گے اس وجہ سے جو پہلے گزر چکا ہے اور کبھی نقض اس پر یعنی مقدمہ پر کسی دوسرے مقدمہ کو ملنے سے جو کہ فی نفسھا حقہ ہو واقع ہوتا ہے تا کہ ان دونوں کا اجتماع محال کو لازم ہو اور اس کی وجہ فساد

کا ظاہر ہونا اس مقدمہ میں ضروری ہے اس مقدمہ حقہ کا عدم استلزام محال ہو ورنہ حقہ نہ ہوگا اگر وہ مقدمہ صحیح ہوتا تو ان دونوں کا اجتماع محال کیوں ہوتا؟

تشریح

عبارت مذکورہ میں مقدمہ ممنوعہ کے ابطال کی دوسری صورت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ معلل جب اپنے مدعا کو پیش کرے تو سائل اس مدعا پر ایک ایسا مدعا پیش کرے جو دونوں کے نزدیک مسلم ہو اور اس مسلم مدعا کے ذریعے معلل کے پیش کردہ مدعا کو باطل کر دے کیونکہ دونوں کا اجتماع محال ہے اسی طرح دونوں کا ارتفاع بھی محال ہے لہٰذا ایک مقدمہ کا تعین کرنا ضروری ہوگا اور تعین میں مقدمہ عند الخصم کو فوقیت دی جائے گی

آٹھویں بحث کا خلاصہ

۱) مقدمہ معینہ کی دلیل پر کبھی نقض وارد کرتے ہیں اور اس نقض کو مناقضہ علی سبیل النقض کہتے ہیں۔

۲) مقدمہ معینہ کی دلیل پر کبھی معارضہ بھی وارد کرتے ہیں اور اسے مناقضہ علی سبیل المعارضہ کہتے ہیں۔

۳) مقدمہ پر کبھی دلیل قائم کرنے سے پہلے بھی نقض یا معارضہ وارد کرتے ہیں۔

۴) مقدمہ ممنوعہ کو کبھی دوسرے مقدمہ جو عند الخصم مسلم ہو باطل کرتے ہیں۔

البحث التاسع لایحسن ایراد النقض والمعارضة اذاکان المستدل مشککامغالطایکون غرضه التشکیک لانه لا یدعی حقیقة مقاله وانما ینتفی بهما تلک بل غرضه من ایراد الدلیل ایقاع الشک فی ذهن المخاطب وهوای ایقاع الشک باق بعد النقض والمعارضة فلاینفعان ومالاینفع لایحسن ذکره

ترجمہ......نویں بحث:— جب مستدل مشکک یا مغالط ہوتو نقض یا معارضہ کا ارادہ اچھا نہیں ہے اس کی غرض تشکیک ہوتی ہے اس لیے کہ وہ اپنے قول کے حق ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا اور صرف یہ دونوں منتفی ہیں بلکہ دلیل سے ارادہ مخاطب کے ذہن میں شک ڈالنا ہوتا ہے اور نقض ومعارضہ کے بعد بھی شک باقی رہتا ہے اس لیے نفع بخش نہیں ہے اور جو چیز نفع بخش نہ ہو اس کا ذکر اچھا نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مستدل اگر کسی چیز کے حق ہونے کا دعویٰ نہ کرے بلکہ دلیل قائم کر کے مخاطب کو شک میں ڈال دے تو ایسی صورت میں نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے وجہ ظاہر ہے کہ جب دعویٰ نہیں ہے تو دلیل لغو ہوگی اور لغو دلیل پر نقض وارد کرنا بے سود ہوگا اور بے سود چیزوں کا ذکر اچھا نہیں ہے ایسا ہی معارضہ میں بھی ہے۔

دون المناقضة فانه یحسن ایرادها اذ الغرض عنها ظهور تلک المقدمة ولایلزم من ذلک ابطال غرضه حتی ینافیها بقاؤهٗ ولعل عد هذا البحث من المقاصد مبنی علی تقدیر کون المعتبر فی المناظرة قصد الاظهار الصواب فی الجملة ولو من جانب واما اذا اعتبر فیها ذلک من الجانبین فلا وجه لادراج هذاالبحث فی المقاصد لانه علی ذلک التقدیر لم یکن المخاطبة مع ذلک المستدل مناظرة علی ای وجه کان

ترجمہ......سوائے مناقضہ کے اس کا وارد کرنا بہتر ہے جب اس سے غرض اس مقدمہ

کوظاہر کرنا ہو۔اور اس سے اس کی غرض کا باطل کرنا لازم نہیں آتا کہ اس کی بقا کے منافی ہواور شاید کہ اس بحث کو ایسے مقاصد میں شمار کیا ہے جو مناظرہ میں معتبر ہومن جملہ اظہار صواب کا قصد کرنا اگر چہ ایک جانب سے ہواور جب دونوں جانب اظہار صواب کا قصد ہوتو یہ بحث مقاصد میں شامل نہ ہوگی اس لیے اس تقدیر پراس کے خطاب کو مناظرہ میں کسی طور پر شامل نہیں کریں گے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں سائل کو یہ بتایا جارہا ہے کہ مستدل اگر ذہن مخاطب کو شک میں ڈالنا چاہتا ہو تواس پر مناقضہ وارد کر سکتے ہیں سابقہ عبارت میں یہ بات بتائی گئی تھی کہ ایسی صورت میں نقض اور معارضہ بے سود ہے اب مناقضہ کے ذریعہ مستدل سے دلیل طلب کی جائیگی کیونکہ دلیل طلب کرنے کی صورت میں مستدل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا اور مستدل کے لیے ممکن ہے کہ وہ اپنی غرض (شک میں ڈالنے) کو تبدیل کردے جبکہ نقض اور معارضہ کی صورت میں سائل کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دوسری بات عبارت میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس بحث کو مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے یانہیں کیونکہ مناظرہ کا مقصد اظہار صواب ہے اور یہاں ذہن مخاطب کو شک میں ڈالنا ہے اس کا حل شارح علیہ الرحمۃ یوں بیان کرتے ہیں کہ اظہار صواب اگر ایک جانب سے مناظرہ میں معتبر ہوتو اس بحث کو مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے کیونکہ مستدل کی طرف سے تشکیک پائی جاتی ہے جبکہ سائل کی طرف سے صواب پایا جاتا ہے اس لیے اسے مقاصد مناظرہ میں شامل کریں گے اس کی جانب ولعل عدهذا البحث من المقاصد کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

واذا اجتمع المنوع الثلثة فالمنع احق بالتقديم على كل من الاخرين لان في الاخرين عدول السائل عما هو حقه لان حق السائل ان يستفسر ولايتعرض لدليل المعلل بالافساد لاصريحا ولاضمنا ويمكن ان يوجه تقديم المنع بانه قدح في جزء الدليل وقد يتحقق قبل اتمام الدليل ايضا بخلاف الاخرين والمعارضة احق بالتاخير لانها قدح في صحة الدليل

ضمناً و قیل یتقدم النقض علی المناقضۃ لان النقض اقوی منھا لانہ یقدح فی صحۃ الدلیل بخلاف المناقضۃ وھما مقدمان علی المعارضۃ قال فیما نقل عنہ قدیقال ان للمعارضۃ اقوی من النقض نفیاً ورفعا لان المعارضۃ نفی المدلول ویلزم منہ نفی الدلیل ایضا لان الدلیل ملزوم المدلول ونفی اللازم یستلزم نفی الملزوم بالضرورۃ بخلاف النقض فانہ نفی الدلیل ولا یلزم منہ نفی المدلول لان نفی الملزوم لایستلزم نفی اللازم تم کلام لایقال نفی الملزوم وقد یستلزم نفی اللازم اذا کان اللازم مساویا لانا نقول انما یستلزم نفیہ نفی اللازم لانہ لازم ونفیہ نفی اللازم لامن حیث ھو ملزوم لجوازان یکون اللازم اعم کالحرارۃ للنار

ترجمہ......اور جب منوع کی تینوں قسمیں جمع ہو جائیں تو منع تقدیم کا زیادہ حقدار ہے دوسرے ہر ایک پر۔اس لیے کہ آخر کے دونوں میں سائل کا اپنے منصب سے عدول کرنا ہے اس لیے کہ سائل کا حق یہ ہے کہ وہ استفسار کرے اور فساد کا اعتراض معلل کی دلیل پر صریحانہ ضمناً کرے اور ممکن ہے کہ منع کی تقدیم کی وجہ یہ بھی ہو کہ منع میں دلیل کے جزء میں خلل ڈالنا ہے اور یہ معلل کی دلیل مکمل ہونے سے پہلے بھی متحقق ہوتا ہے بخلاف آخرین کے اور معارضہ تاخیر کا زیادہ حقدار ہے اس لیے کہ دلیل میں ضمناً خلل ڈالنا ہے اور کہا گیا ہے کہ مناقضہ پر نقض کو مقدم کریں گے اس لیے کہ نقض مناقضہ سے قوی تر ہے کیونکہ یہ دلیل کی صحت میں خلل ڈالتا ہے بخلاف مناقضہ کے اور یہ دونوں معارضہ پر مقدم ہیں کہا جو (منہیہ) میں منقول ہے کہ کبھی کہا جاتا ہے کہ معارضہ ازروئے نفی اور رفع میں نقض سے زیادہ قوی ہے اس لیے کہ معارضہ میں مدلول کی نفی ہے اور مدلول کی نفی سے دلیل کی بھی نفی لازم آتی ہے اس لیے کہ دلیل مدلول کو ملزوم ہے اور لازم کی نفی سے ضروری طور پر ملزوم کی نفی ہوتی ہے بخلاف نقض کے اس میں دلیل کی نفی مدلول کی نفی کو مستلزم نہیں ہے ان کا کلام مکمل ہوا نہیں کہا جائے گا کبھی ملزوم کی نفی ہوتی ہے جیسا کہ جب لازم مساوی ہو اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ملزوم کی نفی مستلزم ہے لازم کی نفی کو اس لیے کہ وہ لازم ہے اور اس کی نفی لازم کی نفی ہے نہ اس حیثیت سے کہ وہ ملزوم ہے لازم اعم

کے جواز کے لئے جیسے آگ کے لئے حرارت۔

تشریح

عبارت مذکور میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ جب سائل کے منصب میں سے تینوں مناصب یکجا ہو جائیں تو ان میں سے کس کو مقدم کیا جائے اور کس کو مؤخر اس میں کئی اقوال ہیں۔

پہلا قول...... منع کو نقض اور معارضہ پر مقدم کریں گے کیونکہ سائل کا منصب استفسار ہے اور منع میں یہ بدرجہ اتم پایا جاتا ہے اگر سائل منع کو چھوڑ کر نقض اور معارضہ کی طرف جائے گا تو ان دونوں میں دعویٰ پایا جاتا ہے اور دعویٰ کرنا سائل کا منصب نہیں ہے بلکہ مدعی کا منصب ہے اس لیے سائل کا اپنا منصب سے عدول لازم آئے گا لہٰذا منع کو مقدم کیا جائے گا اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ منع میں قدح یعنی دلیل میں خلل ڈالنا پایا جاتا ہے اور یہ دلیل کے مکمل ہونے سے پہلے بھی پایا جاتا ہے جبکہ نقض یا معارضہ دلیل کے اتمام پر پایا جاتا ہے اس لیے منع کو مقدم کیا جائے گا۔

دوسرا قول...... صاحب محاکمات کا کہنا ہے کہ نقض کو منع پر مقدم کیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ نقض میں دلیل کی صحت پر کلام کیا جاتا ہے جبکہ منع میں دلیل طلب کی جاتی ہے اس لیے نقض منع پر مقدم ہوگا۔

معارضہ کی تاخیر...... ماتن کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ معارضہ کو مؤخر کریں گے کیونکہ معارضہ میں دلیل کے خلاف دلیل قائم کرنا ہے اور یہ سب سے آخری مرحلہ ہونا چاہئے اس لیے کہ جب دلیل کا فساد ممکن نہ ہو تو دلیل پر دلیل قائم کی جائے گی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ منع سے مراد مطالبہ ہے اور صحت مقدمہ کی جہالت کا اظہار ہے اسی طرح نقض سے مراد ابطال دلیل ہے اور علم بالافساد کا اظہار ہے اور معارضہ سے مراد توہم ہے اور دونقیض کی تصدیق ہے۔

منہیہ میں منقول قول...... منہیہ میں ماتن قدس سرہ سے منقول ہے کہ کبھی معارضہ کو نقض پر مقدم کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ معارضہ میں مدلول کی نفی ہے جبکہ نقض میں دلیل کی نفی اور دلیل کی نفی سے مدلول کی نفی لازم نہیں آتی۔ جبکہ مدلول کی نفی سے دلیل کی نفی لازم آتی ہے اس لیے اسے مقدم کرتے ہیں۔

اعتراض...... یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ کبھی ملزوم کی نفی سے لازم کی نفی بھی ہوجاتی ہے مثلاً نار کے لئے حرارت لازم ہے جب حرارت کی نفی ہوگی تو نار جو کہ ملزوم ہے اس کی بھی نفی ہوجائے گی۔

جواب...... ہم کہتے ہیں کہ اس کی نفی لازم کی نفی ہے کیونکہ مثال مذکور میں حرارت اور نار ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں اس اعتبار سے کہ حرارت عام ہے کیونکہ حرارت آگ سے بھی پائی جاتی ہے اور سورج سے بھی جبکہ نار اخص ہے لیکن جہاں مساوی ہو وہاں یہ بات نہیں پائی جاتی لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی نہیں ہوتی۔ اس سے مراد غیر مساوی ہے۔

تکملة ای هذی مکملة الابحاث التسعة نقض الحصر البحث فی الثلثة یعنی المنع والنقض والمعارضة بقدح الدلیل اما لعدم استلزامه الدعوی کان یقال دلیلکم لایستلزم مدعاکم امامع شاهد علی عدم الاستلزام اوبدونه اولا حتیاجه الی مقدمة لم تذکر سواء بین تلک المقدمة اولم تبین اولاستدراکها ای مقدمة من الدلیل او بالمصادرة علی المطلوب عطف علی قوله بقدح بان یقال هذاالدلیل اوجزئه انما یتم ویصح لو صح المدلول اوجزء ه مع شاهد اوبدونه اوبمنع مایلزم صحة الدلیل بان یقال انمایصح هذا الدلیل ان لو کان کذاوذا مم فان هذه الاسولة الخمسة من افراد البحث ولیس شئی منها الممنوع الثلثة المذکورة

ترجمہ...... تکملہ:— یعنی یہ ابحاث تسعہ کی تکمیل ہے بحث کو تین یعنی منع ،نقض اور معارضہ میں محصور کرنا ٹوٹ گیا قدح دلیل سے یا عدم استلزام دعویٰ ہو۔ یوں کہے کہ تمہاری دلیل تمہارے دعویٰ کو مستلزم نہیں ہے عدم استلزام پر شاہد کے ساتھ یا اس کے بغیر یا اس کے لئے ایک مقدمہ کی ضرورت ہو عام از یں کہ سائل اس مقدمہ کو بیان کرے یا نہ کرے یا اس کے استدراک کی وجہ سے یعنی دلیل سے مقدمہ یا مصادرہ علی المطلوب عطف بقدح پر ہے یوں کہے کہ یہ دلیل اور اس کا جزء تام ہوتا یا صحیح ہوتا اگر مدلول صحیح ہو یا اس کا جزء شاہد کے ساتھ ہو یا بغیر شاہد کے یا منع جو دلیل کی صحت کو لازم ہو یوں کہے کہ یہ دلیل اس وقت صحیح ہوگی اگر یہ ایسا ہے پس یہ پانچ سوالات بحث کے افراد میں سے

ہوئے اور ان میں کوئی بھی ثلثہ مذکور میں سے نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں:-

۱) بحث کی مزید پانچ قسمیں ۲) اعتراض و جواب

بحث کی مزید پانچ قسمیں

آپ کو پچھلے ابحاث کے ذریعے معلوم ہو چکا ہے کہ بحث کی تین قسمیں یعنی منع، نقض اور معارضہ ہیں یہاں پر مزید پانچ قسمیں بیان کر کے تین کے حصر کو توڑتے ہیں کہ بحث تین ہی پر منحصر نہیں ہے اس کا جواب آنے والی عبارت میں موجود ہے۔

الف: قدح دلیل...... اس کی چند صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ سائل کہے کہ دلیل تمھارے دعویٰ کو مستلزم نہیں ہے اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ عدم استلزام پر سائل شاہد بھی پیش کرے تیسری صورت یہ ہے کہ عدم استلزام بغیر شاہد کے پیش کرے۔

ب: احتیاج مقدمہ...... اس میں سائل معلل سے کہے گا کہ آپ کی دلیل ایسے مقدمہ کی طرف محتاج ہے جسکے بغیر دلیل مکمل نہیں ہوگی اور آپ نے اب تک اس مقدمہ کو پیش نہیں کیا ہے سائل چاہے اس مقدمہ کو بیان کرے یا نہ کرے۔

ج: استدراک...... سائل کہے کہ آپ کے پیش کردہ مقدمہ میں سے ایک مقدمہ جائز ہے لہٰذا زائد مقدمہ کو نکالے بغیر صحیح مقدمہ کا تعین نہیں ہو سکے گا۔

د: مصادرہ علی المطلوب...... معلل اپنے دعویٰ ہی کو دلیل سمجھ لے سائل اس پر معلل کو تنبیہ کرے۔

اعتراض...... تکملہ مصدر ہے اس مصدر کو مبتدا پر حمل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ مصادر اعتباری ہوتے ہیں۔

جواب...... شارح علیہ الرحمۃ نے ھذہ مکملۃ عبارت لاکر اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں مصدر مبنی للفاعل ہے اور اسم فاعل کا حمل مبتدا پر جائز ہے دوسری بات یہاں پر پیدا ہو رہی تھی کہ

تکملۃ بحث تاسع کا ہے یا نہیں شارح علیہ الرحمۃ الابحاث التسعۃ لاکر اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ فقط نویں بحث کا تکملہ نہیں ہے بلکہ تمام ابحاث جو تعداد میں نو ہیں یہ سب کیلئے تکملہ ہے۔

اعتراض...... مصادرہ علی المطلوب کے بعد عطف علی قولہ بقدح کیوں فرمایا۔

جواب...... چونکہ یہ وہم پیدا ہو رہا تھا کہ مصادر علی المطلوب کا عطف بقدح الدلیل پر ہو رہا ہے اور یہ کوئی مستقل کوئی صورت نہیں ہے اس لیے مصادر علی المطلوب کے بعد عطف علی قولہ بقدح مقدر نکالا تا کہ وہم دور ہو جائے۔

فيجاب عن الاول وهو النقض بالقدح لعدم الاستلزام وعن الثاني وهو النقض بالقدح للاحتياج الى مقدمة وعن الرابع وهو النقض بالمصادرة على المطلوب بانه اى المذكور ان كان بشاهد اى مع شاهد يدل على ذلك فنقض اى فهو نقض حيث يصدق معنى النقض عليه وهو بيان فساد الدليل بشاهد من غير تعرض لمدلوله والا اى وان لم يكن مع شاهد يدل عليه فمكابرة غير مسموعة و كلا منافى الابحاث المسموعة ويجاب عن الثالث وهو النقض بقدح الدليل لاستدراك مقدمة من مقدماته بانه لاينافى غرض المناظر اذ غرض المعلل اثبات مطلبه بالدليل وذا يحصل وان كان بعض مقدماته مستدركة غايته انه ترك الاولى وتعرض لمقدمة لاتعلق لها بالمطلوب زائدة يجوز اثبات المدلول بدون ذكرها فالسوال عليه بترك الاولى فى التكلم ليس من البحث فى شئ وعن الخامس وهو النقض بمنع مايلزم صحة الدليل بتفسير المقدمة الماخوذة فى حد المنع بما يتوقف عليه صحة الدليل سواء كان جزءه اولا كما سبق او تفسيرها بقوله مالا يمكن صحة الدليل وتمامه بدونه فذلك المنع داخل فى المنع فلما تقرر ماذكر لم يوجد بحث مسموع من السائل الاوان يكون داخلا فى واحد من الثلثة واما الغصب اذا كان بطريق البحث كما اذا تصدى السائل بنفى المقدمة المعينة ولم يتعرض بمنعها اصلا

فهو غير مسموع ايضاً عند المحققين فلا يرد به النقض ايضاً

ترجمہ...... پس اول کی طرف سے جواب دیا جائے گا اور وہ نقض بالقدح ہے عدم استلزام کے لئے اور ثانی کی طرف سے اور وہ نقض بالقدح مقدمہ کی طرف احتیاج کی وجہ سے ہے اور رابع کی طرف سے اور وہ نقض بالمصادرہ علی المطلوب ہے بے شک یہ مذکور اگر شاہد کے ساتھ ہو یعنی ایسے شاہد کے ساتھ جو اس پر دلالت کرے پس نقض ہے یعنی وہ اس حیثیت سے نقض ہے کہ اس پر نقض کا معنی صادق آتا ہے اور وہ مدلول کے لئے بغیر تعرض کے دلیل کے فساد پر شاہد کیساتھ بیان ہے ورنہ شاہد کے ساتھ نہ ہو تو مکابرہ ہے جو کہ غیر مسموع ہے اور ہمارا کلام ابحاث مسموعہ میں ہے اور ثالث کی طرف جواب دیا گیا ہے کہ وہ نقض ہے قدح دلیل سے مقدمات میں سے کسی ایک مقدمہ کے استدراک کے لئے بے شک یہ مناظرہ کی غرض کے منافی نہیں ہے جبکہ معلل کی غرض مطلب کو دلیل سے ثابت کرنا ہے اور یہ حاصل ہو رہا ہے اگر چہ بعض مقدمہ مستدرک ہو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ترک اولیٰ ہوگا اور کسی مقدمہ سے تعرض مطلوب زائد سے تعلق نہیں رکھتا تو جائز ہے کہ مدلول کا اثبات اس کے ذکر کے بغیر بھی ہو پس سوال تکلم میں ترک اولی پر ہوگا بحث میں سے کچھ نہیں ہے اور پانچویں کی طرف سے اور وہ نقض منع کے ساتھ جو دلیل کی صحت کو مستلزم ہو مقدمہ ماخوذہ کی تفسیر سے منع کی تعریف میں جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو عام ازیں کہ وہ اس کا جزء ہو یا نہ ہو جیسا کہ گزر چکا یا اس کی تفسیر اس قول سے کہ دلیل کی صحت اور اس کا تمام ہونا بغیر اس کے ممکن نہ ہو پس اس لیے یہ منع منع میں داخل ہے پس جب مقرر ہوا جو ذکر کیا گیا سائل کی طرف سے بحث مسموع میں نہیں پایا جاتا مگر اس حال میں کہ منوع ثلثہ میں داخل ہے اگر چہ غصب جب بطریق بحث ہو جیسے سائل مقدمہ معینہ کی نفی کیلئے اپنے آپ کو نصب کرے اور اس کو منع سے اصلاً تعرض نہ کرے پس محققین کے نزدیک وہ بھی غیر مسموع ہے پس اس پر بھی نقض وارد نہیں کر سکتے ہیں۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں بحث کی مزید پانچ قسمیں جو سائل کی طرف سے پائی جاتی ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں قسمیں منوع ثلثہ میں سے کسی نہ کسی میں شامل ہیں اس لیے تین پر حصر اپنی جگہ برقرار ہے چنانچہ اول ثانی اور رابع کو نقض میں شامل کرتے ہیں کیونکہ ان میں نقض کا معنیٰ پایا جاتا ہے رابع کی طرف سے یہ جواب دیا گیا ہے کہ مقدمہ کا زائد ہوجانا غرض کے منافی نہیں ہے زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ زوائد کا کلام میں ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے تاکہ مقصد کے سمجھنے میں آسانی ہو خامس کو منع میں شامل کرتے ہیں۔

کیونکہ اس میں سائل کی طرف سے طلب پائی جارہی ہے شارح علیہ الرحمۃ ان پانچوں کے علاوہ غصب کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ غصب اگر بطریق بحث ہو تو یہ بھی سائل کے مناصب میں سے ایک منصب ہے کیونکہ سائل نے مقدمہ معینہ کی نفی کے لئے اپنے آپ کو پابند بنایا ہے اس لیے وہ اس پر دلیل قائم کریگا۔

نویں بحث کا خلاصہ

۱) مستدل اگر مشکک یا مغالط ہو تو نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے۔

۲) مستدل اگر مشکک یا مغالط ہو تو مناقضہ وارد کرسکتے ہیں۔

۳) منوع ثلثہ جمع ہوجائیں تو منع تقدیم کے زیادہ لائق ہے۔

۴) معارضہ تاخیر کے زیادہ لائق ہے۔

۵) کبھی معارضہ کو نقض پر مقدم کردیتے ہیں۔

۶) تکملہ یعنی ابحاث تسعہ کا تکملہ بیان کیا۔

۷) اس تکملہ میں بحث کی مزید پانچ صورتیں بیان کی گئیں اور ان پانچ صورتوں کو منوع ثلثہ میں کیونکر شامل کیا گیا۔ ان کیفیات کا بیان ہے۔

ثم لما فرغ من بيان الابحاث التسعة اراد ان يبين الخاتمة فقال خاتمة قد علمت ان المناظرة كلها سواءً كانت بطريق طلب التصحيح او طلب الدليل او المنع او النقض او المعارضة تتعلق بالاحكام الخبرية صريحة كانت تلك الاحكام كما في الدعاوى اوضمنية كمافي التعريفات يعنى مالم يعتبر في التعريف حكم ضمنى على المحدود بكون ذلك التعريف تعريفا له لايتصور المناظرة فيه ومايقال يتصور المناظرة في التعريف بلااعتبار حكم ضمنى كمانبهناك على طريق اعتباره وكذا يصح طلب تصحيح النقل في الكلام الانشائي كما اذا قال احد قال النبي صلى الله عليه وسلم كن في الدنيا كانك غريب او كعابر سبيل وفي المفرد كما اذا نقل تعريف شئي بمفرد لو تم اشارة الى عدم تمامه فانه لافساد في صدق الحيوان الابيض على فرس مثلاً مع عدم اعتبار كونه تعريفا للانسان وكذا انما يطلب في قوله قال النبي صلى الله عليه وسلم كن في الدنيا الحديث تصحيح كونه قول النبي صلى الله عليه وسلم وهو خبره تصحيح الانشاء كما يشهد به الوجدان اما المفرد فبعدما بين الاول لايحتاج الى البيان فهدم اى فهو هدم لحد المناظرة المشهورة بين الجمهور والمنقول واضع هذالفن وهو توجه المتخاصمين في النسبة بين الشيئين اظهاراً للصواب فلا يردانه يجوز ان بعد المناظرة بما لا يلزم هدمه على ذلك التقدير مثل ان يقال المناظرة توجه المتخاصمين في شئي اعم من ان يكون نسبة اولا و تكثير لقواعد البحث فان ما يرد على التعريف لا يدخل في شيء من المنوع الثلثة من غير ضرورة فانه يمكن اعتبار النسبة و الابحاث الواردة في الابحاث المذكورة والتقليل في القواعد اليق بالضبط والحفظ

ترجمہ...... خاتمہ:۔ بے شک آپ کو معلوم ہے کہ مناظرہ تمام کا تمام خواہ بطریق طلب تصحیح ہو یا طلب دلیل، منع، نقض، معارضہ ہو احکام خبریہ سے متعلق ہے عام ازیں کہ وہ احکام

صریحہ ہوں جیسا کہ دعاوی میں۔ یا ضمنیہ ہوں جیسا کہ تعریفات میں یعنی جسے نہ اعتبار کریں حکم ضمنی کا محدود پر وہ تعریف مناظرہ کے لئے متصور نہیں ہوگی اور جو کہا گیا ہے کہ مناظرہ میں بغیر حکم ضمنی کے اعتبار تصور کریں گے جیسا کہ ہم نے طریق اعتبار میں اس کی طرف تنبیہ کردی ہے اسی طرح نقل اور کلام انشائی میں طلب تصحیح درست ہے جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''تو دنیا میں اسی طرح رہ گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر اور مفردات میں جیسا کہ شے کی تعریف مفرد سے کرے اگر تام ہو اشارہ ہے اس کے عدم تام کی طرف۔ پس بے شک فرس پر حیوان ابیض کے صادق ہونے میں کوئی فساد نہیں ہے انسان کی تعریف کے لئے اعتبار کے ساتھ اسی طرح اس کے اس قول میں طلب کی جائے گی فرمایا نبی کریم ﷺ نے دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو اجنبی ہے یا مسافر (الحدیث) نبی ﷺ کے قول کی تصحیح اور وہ خبر ہے نہ کہ انشاء کی تصحیح ہے جیسا کہ وجدان اس کا مشاہدہ کرتا ہے اگرچہ مفرد، پس اول کے بیان کے بعد مزید بیان کی طرف محتاج نہیں ہے پس ٹوٹ گئی یعنی مناظرہ کی مشہور تعریف ٹوٹ گئی جو جمہور سے منقول ہے جسے اہل فن نے وضع کیا ہے اور وہ دو شے کے درمیان کسی نسبت میں اظہار صواب کے لئے متخاصمین کی توجہ۔ پس وارد نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بے شک مناظرہ متخاصمین کا شے میں توجہ کرنے کا نام ہے عام ازیں کہ اس میں نسبت ہو یا نہ ہو بحث کے قواعد کے لئے کثرت ہے پس جو تعریف وارد ہوگی وہ منوع ثلثہ میں سے کسی ایک میں داخل ہوگی بغیر ضرورت کے پس بے شک نسبت کا اعتبار ہوگا اور ایسے ابحاث جو وارد ہوں اسے ابحاث مذکورہ میں شامل کریں گے اور قواعد کو مختصر کرنا حفظ اور ضبط کے زیادہ لائق ہے۔

تشریح

یہاں سے کتاب ہذا کا خاتمہ شروع ہے اور اس میں ان امور کا بیان ہے جن میں مناظرہ ہوسکتا ہو۔ ماتن قدس سرہ کے نزدیک مناظرہ احکام خبریہ میں ہوگا چاہے وہ صراحتاً ہو یا ضمناً۔ صراحتاً جیسے دعاوی اس پر مکمل بحث ہو چکی ہے اور ضمناً جیسے تعریفات میں جامع ومانع ہونے کا دعویٰ اس پر بھی مکمل بحث ہو چکی ہے بعض کے نزدیک تعریفات میں اگر ضمناً کا اعتبار نہ بھی

کیا جائے تب بھی مناظرہ ہوسکتا ہے ماتن قدس سرہ ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بغیر اعتبار مناظرہ ہوسکتا ہے کیونکہ ماتن قدس سرہ کا کلام " لَوْ تم " سے شروع ہوتا ہے جو کہ اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہے کلام انشائی میں تصحیح طلب کی جائے گی اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ کلام انشاء میں خبر نہیں پائی جاتی۔ تو اس پر مناظرہ کیونکر ہوگا اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں طلب تصحیح ہوگی مثلاً اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان پیش کرے کہ آپ نے فرمایا کُن فی الدُّنیا الخیہ کلام انشائی ہے اور ناقل اس کلام میں یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے گویا کہ وہ فرمان رسول ﷺ ہونے کی خبر دے رہا ہے اس لیے اس سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تم ثابت کرو کہ کس کتاب میں ہے اب ناقل کے ذمہ کتاب کا نام بتانا ضروری ہوگا گویا کہ اس کلام انشائی میں خبر کا معنی پایا جا رہا ہے اور مناظرہ حقیقت میں اسی معنی پر ہوگا اسی طرح مفردات میں بھی تصحیح طلب کی جائے گی کیونکہ اس میں بھی ضمناً دعویٰ پایا جاتا ہے مثلاً شے کی یہ تعریف الثابت العین سے اس وقت معلل گویا کہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اہل لغت نے شئے کی یہ تعریف کی ہے لہٰذا اس پر تصحیح نقل طلب کی جائے گی اس بیان کے بعد ماتن قدس سرہ ان لوگوں کا معارضہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تعریفات میں ضمناً حکم کا اعتبار کیے بغیر مناظرہ صحیح مان لیا جائے تو ایسی صورت سے مناظرہ کی مشہور تعریف ٹوٹ جائے گی کیونکہ مناظرہ کی تعریف میں نسبت کی قید ہے اور نسبت حکم کا نام ہے اس لیے تعریف ٹوٹ جائے گی پھر ماتن قدس سرہ ان کی طرف سے خود جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مناظرہ کی تعریف توجہ المتخاصمین فی شئ کر دی جائے تو مناظرہ کے قواعد میں خواہ مخواہ اضافہ ہو جائیگا جس سے حفظ میں خلل پڑے گا کیونکہ جو چیز جتنی کم ہوگی یاد کرنے میں اتنا ہی آسان ہوگا لہٰذا پسندیدہ قول یہی ہوا کہ تعریف میں ضمناً کا اعتبار کیے بغیر مناظرہ درست نہیں ہوگا اور یہی ماتن قدس سرہ کا نظریہ ہے۔

وصية ای هذ اوصية من الكتاب لناظره اورمن المصنف للمتعلمين سماها وصية لانه فی آخر الكتاب كمايكون الوصية في اخر العمر لايحسن الاستعجال فی البحث قبل الفهم بتمامه وفی عدمه فوائد للجانبين جانب المعلل وجانب السائل اما كونه فائدة لجانب المعلل

فلانه ربما يغير الدليل اويزيد عليه شيئا لايرد عليه شئ او يحذف شيئا اويذكر دليل مقدمة نظرية اوتنبيه مقدمة خفية فسلم كلامه عن مناقشة الخصم وايضاً ربما تقتضي المناظرة وسعة في الوقت ولاسعة في ذلك لفوات امر مهم ديني اودنيوى وايضاً ربمايقع في البحث تفريباً كلام من علم آخر لامهارة فيه للمعلل فيظهر جهله بين الناس وايضاً ربما يحصل المناظرة دوران الراس واما كونه فائدةً لجانب السائل فلانه ربما يخطا بالاستعجال في البحث فيظهر سماجة بحثه ولانه لعله يذكر المعلل بعد ذلك كلام مايظهربه مايخفي عليه من المرام وقد يذكر بعد ذكر الدليل دليلا على مقدمة نظرية اوتنبيها على خفية فلا يحتاج الى اظهار جهله الذى مما يخف به الناس وربما يؤذن الاستعجال في البحث بالفساد خصوصا في ايامنا لكثرته وكثرة العناد اما الوجوه الثلثة الاخيرة لكونه فائدة لجانب المعلل فتصلح ان تكون وجوها لكونه فائدة لجانب السائل ايضا كمالايخفي

ترجمہ...... وصیت یعنی یہ اس کے ناظر کے لئے کتاب کی طرف سے وصیت ہے یا متعلمین کے لئے مصنف کی طرف سے وصیت ہے اس کا نام وصیت اس وجہ سے رکھا کہ یہ کتاب کے آخر میں ہے جیسا کہ زندگی کے آخری حصہ میں وصیت ہوتی ہے بحث میں اس کے تمام کے ساتھ فہم سے پہلے استعجال اچھا نہیں ہے اور عدم استعجال میں جانبین کے لئے فوائد ہیں یعنی جانب معلل اور جانب سائل اور اگرچہ معلل کی جانب کے لئے فائدہ پس اس لیے کہ کبھی دلیل کو غیر ذکر کرتا ہے یا اس پر ایسی شئے کو زیادہ کرتا ہے جو اس پر وارد نہیں ہوتی یا کسی شے کو حذف کر دیتا ہے یا مقدمہ نظری کی دلیل اور مقدمہ خفیہ کی تنبیہ کو ذکر کر دیتا ہے پس اس کا کلام خصم کے مناقشہ سے بچ جاتا ہے اور یہ بھی ہے کہ کبھی مناظرہ وقت میں وسعت کا تقاضا کرتا ہے اور اس میں وسعت نہیں ہے اس دینی اور دنیوی امر فوت ہونے کی وجہ سے اور کبھی بحث میں دوسرے ایسے کلام کی طرف چلا جاتا ہے جس میں اسے مہارت نہیں ہوتی پس لوگوں کے درمیان جہالت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی مناظرہ سے

سر میں چکر آنے لگتا ہے اور اگر چہ سائل کی جانب کے لئے فائدہ۔ پس اس لیے کہ کبھی استعجال کے سبب بحث میں خطا کر جاتا ہے پس اس کی بحث میں بدشکلی ظاہر ہوتی ہے اور اس لیے کہ شاید معلل اسکے کلام کے بعد ایسا کلام ذکر کرتا ہے جس کے سبب سے وہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں جو مقصد پر مخفی تھیں اور کبھی معلل دلیل کے ذکر کے بعد دلیل بیان کرتا ہے مقدمہ نظری پر اور تنبیہ مقدمہ خفیہ پر پس اسکے جہل کے اظہار کی ضرورت نہ تھی وہ جو لوگوں سے پوشیدہ رہا اور کبھی بحث میں عجلت فساد کی علامت ہوتی ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں اس کی کثرت ہے اور کثرت عناد ہے اگر چہ اخیر کی تین وجہیں جانب معلل کیلیے مفید ہیں پس یہ جانب سائل کیلئے بھی قابل اصلاح ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں تین مسئلے بیان کئے گئے ہیں:۔

(۱) وصیت (۲) معلل کیلئے مفید باتیں (۳) سائل کیلئے مفید باتیں

۱) وصیت...... کتاب کے آخر میں وصیت لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح زندگی ختم ہونے کو آتی ہے تو انسان اپنے عزیز و اقارب کے لئے وصیت تیار کرتا ہے یا کرواتا ہے اسی طرح یہ کتاب ختم ہونے کو ہے اس لیے وصیت بیان کی جارہی ہے جو متخاصمین کیلئے مفید ہے اب یہ سوال ہے کہ یہ وصیت کس کی طرف سے ہے اس کا جواب دیتے ہوئے شارح علیہ الرحمۃ دو احتمالات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور محشی بھی دو احتمالات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس طرح کل چار احتمالات پیدا ہوئے۔

۱) یہ کتاب کی طرف سے مناظرہ کرنے والوں کے لئے وصیت ہے۔

۲) یہ وصیت مصنف کی طرف سے اس فن کے سیکھنے والوں کیلئے ہے۔

۳) یہ وصیت اس فن کی طرف سے اس فن کے طلب کرنے والوں کے لئے ہے۔

۴) یہ وصیت علماء کی طرف سے جہلاء کیلئے ہے۔

۲) معلل کیلئے مفید باتیں...... مناظرہ میں استعجال سے معلل اور سائل دونوں کو نقصان پہنچتا

ہے اس لیے چند مفید باتیں بتائی جارہی ہیں جن کو اپنا کر متخاصمین فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔

۱) استعجال کی وجہ سے معلل کبھی وہ دلیل نہیں دے پاتا ہے جو دلیل مقدمہ نظری کے لئے ضروری ہو۔

۲) استعجال کی وجہ سے معلل کبھی وہ شئے بیان کردیتا ہے جو اس کے شکست کا سبب بنتی ہے۔

۳) استعجال کی وجہ سے معلل کبھی دلیل کے اس پہلو کو حذف کردیتا ہے جو اس کے لئے ضروری تھا۔

۴) استعجال کی وجہ سے معلل کبھی مقدمہ نظری مجہول پر ایسی دلیل اور مقدمہ بدیہی غیر اولی پر ایسی تنبیہ ذکر کردیتا ہے جو سائل کے لئے مناقشہ کا سبب بنتی ہے۔

۵) استعجال کی وجہ سے مناظرہ میں وسعت وقت نہیں پائی جاتی۔

۶) استعجال کی وجہ سے معلل کبھی ایسے کلام کی طرف مائل ہوجاتا ہے جس میں اسے مہارت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے سائل اس پر غالب آجاتا ہے اور سامعین میں اس کی جہالت کا پرچار کردیتا ہے۔

۷) استعجال کی وجہ سے کبھی معلل کے سر میں چکر آنے لگتا ہے جس کی وجہ سے وہ صحیح طور پر اپنے مدعا پر دلیل قائم نہیں کرسکتا۔

۳) سائل کے لئے مفید باتیں...... جس طرح استعجال کے سبب سے معلل پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے اسی طرح سائل بھی چند باتوں میں عجلت کے سبب پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔

۱) استعجال کی وجہ سے سائل کبھی ایسی خطا کرجاتا ہے جس کے سبب سے بحث میں بدنظمی پیدا ہوجاتی ہے۔

۲) استعجال کی وجہ سے کبھی سائل ایسی دلیل ذکر کردیتا ہے جسے معلل اپنی دلیل بنا کر سائل کے خلاف پیش کرتا ہے۔

۳) استعجال کی وجہ سے سائل کبھی ایسی دلیل ذکر کردیتا ہے جس سے معلل کو اشارہ مل جاتا ہے کہ اب ہمیں کونسی دلیل قائم کرنی ہے۔

استعجال...... تھوڑے وقت میں اظہار صواب کا قصد کرنا۔

ومن جملة الواجب التكلم في كل كلام بماهو وظفية كالكلام في علم

الکلام فانه یجب ان یتکلم فیه بالیقینیات المفیدةللاعتقادلانه لا یکفی فی الاعتقاد الامارة فلایتکلم فی الیقینی بوظائف الظنی کان یعارض دلیلا قطعیا کالقران بامارة ظنیة کالقیاس لانه لایفید شیئا ولایتکلم بالعکس ای لایتکلم فی الظنی بوظائف الیقینی ایضاً کان یتکلم فی الدلیل الظنی بانه لایفیدالمطلوب لاحتمال ان یکون کذالان غرض المعلل ح اثبات الظن بذلک الشئی وکون الدلیل محتملا لغیره لاینافی ذلک کمااذاقال الطبیب السقمونیا مسهل للصفراء لاناتتبعنا فلم نجد فرداً منه الامسهلا فیقول السائل بجوازان یکون فرد من افراد السقمونیا غیر مسهل لکن ماوجدت فی تتبعک فان مثل هذا السوال لایفید شیئا لان غرض الطبیب انما هو اثبات الظن بکونه مسهلا لان جمیع قواعد الطب ظنیة وهذا الاحتمال لاینافیه

ترجمہ......اور مناظرہ میں واجب امور میں سے یہ ہے کہ ہر کلام میں کلام کرے جو اس کے منصب میں سے ہو جیسے علم کلام میں کلام۔ پس واجب ہے کہ عقائد میں ایسے یقینیات سے کلام کرے جو مفید ہو۔ اس لیے کہ اعتقاد میں ظن کافی نہیں ہے۔ پس یقینی میں ظنی سے کلام نہ کرے دلیل قطعی اس کے معارض آئے جیسے قرآن ظن کے ملزوم سے جیسے قیاس۔ اس لیے کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور نہ اس کے عکس میں کلام کرے یعنی ظن میں یقینی دلائل سے کلام نہ کرے اس میں دلیل ظنی سے کلام کرے اس لیے کہ وہ کسی احتمال کی وجہ سے مطلوب کو فائدہ نہیں دیتا کہ یہ ایسا ہو اس لیے کہ معلل کی غرض اس وقت اس شے سے ظن کو ثابت کرنا ہوگا اور دلیل میں غیر کا احتمال ہونا اس کے منافی نہیں ہے جیسا کہ جب طبیب کہے کہ سقمونیا صفرا کے لئے مسہل ہے اس لیے کہ جب ہم نے اس میں تحقیق کی تو ہمیں کوئی ایسا فرد نہیں ملا جو مسہل نہ ہو۔ پس سائل کہے کہ جائز ہے کہ سقمونیا کے افراد میں سے کوئی فرد ایسا ہو جو غیر مسہل ہو لیکن تو نے تلاش کے دوران نہ پایا ہو اس قسم کے سوالات سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ طبیب کی غرض ظن کو ثابت کرنا ہے کہ وہ مسہل ہے اس لیے کہ طب کے تمام قاعدے ظنی ہیں اور یہ احتمال اسکے منافی نہیں ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ بحث میں اگر اعتقاد پر کلام ہو تو دلیل قطعی کی ضرورت پڑے گی اور اگر ظنیات ہو تو دلیل ظنی کی ضرورت پڑے گی مثلاً ایک آدمی اس بات کا قائل ہے کہ خنزیر کا گوشت حرام ہے چونکہ اس دعوئی میں حرمت کا اعتقاد پایا جارہا ہے اس لیے اب ایسی دلیل دینی پڑے گی جس سے حرمت ثابت ہوتی ہو اسی طرح ایک آدمی کسی کام کے استحباب کا دعوئی کرے تو اسے ایسی دلیل دینی پڑے گی جس سے استحباب ثابت ہوتا ہو۔ دوسرا مسئلہ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دلیل قطعی میں اگر احتمال پیدا کر دیا جائے تو وہ معلل کے حق میں مضر نہیں ہے جیسا کہ عبارت میں سقمونیا کی مثال موجود ہے سقمونیا ایک دوا ہے جو ڈامر کی طرح ہوتی ہے اور یہ پہاڑوں کے اوپر حصے میں پائے جاتے ہیں۔

ثم ههنا امو رلابد لمناظر منها ذكرها فخر الدين رازى فلنعدها الاول انه يجب على المناظر ان يحترز عن الاختصار فى الكلام عند المناظرة كيلا يخل بالفهم و الثانى ان يحترز عن التطويل لئلا يودى الى الاملال والثالث ان لايستعمل الالفاظ الغريبة والرابع ان لايستعمل الجمل المحتملة للمعنيين بلا قرينة للمراد والخامس ان يحترز عمالا دخل له فى المقصود يخرج الكلام عن الضبط ولئلا يلزم البعد عن المطلوب والسادس ان لايضحک ولا يرفع الصوت ولايتكلم كلام السفها ء عند المناظرة لانها من صفات الجهال ووظائفهم لانهم يسترون بها جهلهم والسابع ان يحترز عمن كان مهيبا محترما اذهيبة الخصم واحترامه ايما تزيل دقة نظروحدة ذهنه والثامن ان لايحسب الخصم حقير الئلا يصدر عنه بسببه كلام ضعيف وبذلک يغلب عليه الضعيف واقول مستعينا به تعالى انه ينبغى للمناظر ان لايقصد اسكات الخصم فى زمان قليل لانه قد يصدر بالسرعة مقدمات واهية توجب غلبة الخصم وان لايجلس حين المناظرة متكيا جلسة الامراء بل جلسة الفقراء لان هذه ممايوجب اجتماع الذهن وخلوصه عن الانتشار وان لا يكون جائعا بكثرة الجوع

ولا عطشا بكثرة العطش لانهما يوجبان سرعة الغضب المنافية للمناظرة ولاممتليا كل الامتلاء ايضاً لانه يوجب جمود الطبيعة شعلة القريحة

ترجمہ...... پھراس جگہ ان امور کا بیان ہے جو مناظر کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے کچھ کو امام فخر الدین رازی نے ذکر کیا۔ ہم اسے یہاں شمار کرتے ہیں۔

۱) مناظر پر واجب ہے کہ مناظرہ کے وقت کلام میں اختصار سے بچے تا کہ فہم میں خلل نہ ہو۔

۲) کلام کی تطویل سے احتراز کرے تا کہ ملال کی طرف نہ بڑھے۔

۳) الفاظ غریبہ استعمال نہ کرے۔

۴) ایسے جملوں کے استعمال سے گریز کرے جو کئی معانی کا احتمال رکھتے ہوں مرادی معنی پر کوئی قرینہ معین نہ ہو۔

۵) جو مقصود میں خلل ڈالے اس سے احتراز کرے تا کہ ضبط سے نہ نکل جائے تا کہ مطلوب سے بُعد لازم نہ آئے۔

۶) نہ ہنسے نہ آواز بلند کرے اور نہ مناظرہ کے وقت بے وقوفوں کی طرح کلام کرے اس لیے کہ یہ جہال کی صفات ہیں اور ان کا منصب ہے اس لیے کہ وہ اپنی جہالت اس سے چھپاتے ہیں۔

۷) اس سے مناظرہ کرنے سے احتراز کرے جو مہیب یا محترم ہو جبکہ خصم کی ہیبت اور اس کا احترام اس کے نظر کی دقاقت اور اس کی فطانت کو زائل کرتا ہو۔

۸) خصم کو حقیر نہ سمجھے تا کہ اس سبب سے کلام ضعیف صادر نہ ہو جائے اور اس ضعیف کلام سے خصم غالب آ جائے۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہو کہتا ہوں کہ......

۱) بے شک مناظر کو چاہئے کہ زمان قلیل میں خصم کو خاموش کرنے کی کوشش نہ کرے اس لیے کہ سرعت کی وجہ سے مقدمات واہیہ صادر ہو سکتے ہیں جو خصم کے غلبہ کا سبب ہونگے۔

۲) مناظرہ کے وقت امراء کی طرح ٹیک لگا کر نہ بیٹھے بلکہ فقراء کی طرح بیٹھے اس لیے کہ یہ ان میں سے ہے جو ذہن کو مجتمع رکھتا ہے اور انتشار سے خالی ہے۔

۳) نہ بہت زیادہ بھوکا ہو اور نہ بہت زیادہ پیاسا ہو اس لیے کہ یہ دونوں غصہ کی طرف جلد لے جاتے ہیں جو کہ مناظرہ کے منافی ہے۔

۴) اور نہ بہت زیادہ پیٹ بھرا ہو۔ اسلئے کہ یہ طبیعت کو سست اور طبیعت کے شعلہ یعنی ذہانت کو بجھاتا ہے۔

تشریح

عبارت مذکورہ میں آٹھ امور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے اور چار امور مصنف کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں ان بارہ امور سے مناظرہ میں بچنا از حد ضروری ہے اقول مستعینا بہ سے مصنف نے اپنے چار امور کو بیان کیا ہے محشی نے مزید چھ امور بتائے ہیں۔

۱) دوران مناظرہ غصہ نہ کرے۔ کیونکہ گفتگو کے درمیان غصہ کرنا جہلاء کا طریقہ ہے اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ غصہ میں آ کر مناظر اپنے دلائل کو بھی بھول جاتا ہے۔

۲) مناظرہ کے دوران ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ ایسے کرنے سے خصم کی باتوں کو صحیح طور پر نہیں سن سکے گا۔

۳) دونوں مناظر مساوی جگہ پر بیٹھیں۔

۴) دونوں مناظر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھیں۔

۵) دوران مناظرہ اپنی آواز کو پست نہ کرے۔

۶) مناظرہ میں بغیر غور وفکر کے کلام نہ کرے۔

یہ کل اٹھارہ امور ہوئے آٹھ امام رازی کی طرف سے، چار مصنف کی طرف اور چھ محشی کی طرف سے۔

خلاصۂ کتاب

کتاب میں ایک مقدمہ نو ابحاث اور ایک خاتمہ ہیں مقدمۂ کتاب میں ان اصطلاحات کی تعریفات ہیں مناظرہ، موضوع، غرض وغایت، بحث کی تعریف مقدمہ کی تعریف، مجادلہ، مکابرہ، نقل، تصحیح نقل، مدعی، سائل، دعویٰ، تنبیہ، تعریف حقیقی، تعریف حقیقی بحسب الحقیقت تعریف بحسب

الاسم ،دلیل ،امارہ ،تقریب، تعلیل ،علت ،منع ، سند، نقض شاہد ،معارضہ کی تینوں قسمیں ،توجیہ ،غصب ،اوساط ،مقاطع ،منادی۔

نوابحاث میں یہ چیزیں ہیں:۔

۱- بحث اول میں طریق بحث اوراس کی ترتیب۔

۲- بحث ثانی میں تعریفات میں پائے جانے والے دعاوی ضمنیہ۔

۳- بحث ثالث میں نقل اور دعویٰ پر منع وارد ہونے کی صورت۔

۴- بحث رابع میں مقدمہ معینہ پرایک منع یااس سے زیادہ منعیں وارد کرنا۔

۵- بحث خامس میں سند کا بیان۔

۶- بحث سادس میں نقض بغیر شاہد کے قابل مسموع نہیں ہے۔

۷- بحث سابع میں مدلول کی نفی۔اس بحث میں ایک تتمہ ہے جس میں نقض کی مزید پانچ صورتیں۔

۸- بحث ثامن میں مقدمہ معینہ کی دلیل پر نقض وارد کرنا۔

۹- بحث تاسع میں معلل جب مشکک یا مغالط ہوتو نقض یا معارضہ وارد کرنا اچھا نہیں ہے۔

اور بحث تاسع کے بعد نوابحاث پرایک تکملہ ہے جس میں اعتراض اوراس کا جواب دیا گیا ہے خاتمہ میں ان امور کا بیان ہے جس میں مناظرہ ممکن ہے اورآخر کتاب میں وصیت اوراس میں ان امور کا بیان ہے جن سے بچنا لازم ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ مولیٰ تبارک وتعالیٰ شرح ہذا کی محنت وکاوش کو ہمارے لیے ذریعہ نجات اور طلباء کے لئے معاون بنائے۔آمین بجاہ النبی الکریم

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
۱۵ اگست ۱۹۹۸ء
بروز ہفتہ بعد نماز ظہر

اور جدید سائنس
بدعت
کا
مطالعہ
ضرورت النساء
سیرت مصطفٰے
انوار الحدیث
مکتبہ غوثیہ
مزارات کو چومنا شرک ہے
مکتبہ غوثیہ
خواتین کے مسائل